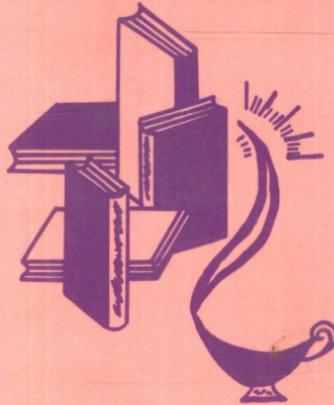
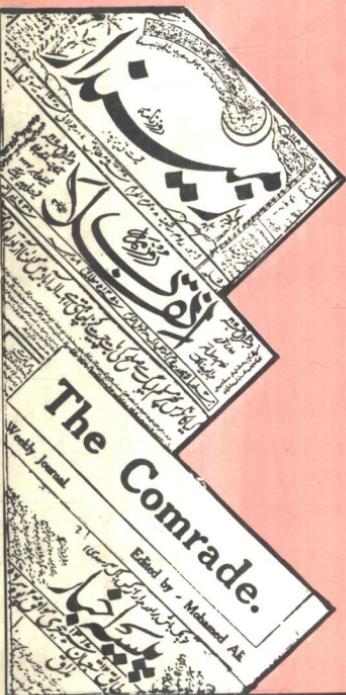


# تاریخ صحافت

[www.KitaboSunat.com](http://www.KitaboSunat.com)

محمد فتح الرحمن



INTERNATIONAL  
**THE NEWS**

Editor-in-Chief Mir Shakilur Rahman  
Editor Farooq Maazan

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ  
**The Nation DAWN**

THURSDAY, AUGUST 31, 1995

Karachi, Wednesday August 30, 1995

THE PAKISTAN TIMES

ISLAMABAD, AUGUST 31, 1995

Tel: No. 823796, 825893; Reporters 829211

Fax: 823467; Telex: 54677; LHR 44811 (Tim)

Thought for today

مفتخر ہوئی زبان



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ أَطِيعُو اَللّٰهَ  
وَأَطِيعُو رَسُولَهُ

جَمِيعُ الْعِبَادَاتِ الْمُسْلِمَاتِ

# مُعْدَثُ الْأَبْرِيْرِي

کتاب و سنت کی دیشی پر ہے۔ اپنے دلیں، اسلامی اینڈرائیور سے 12 جستہ مکار

## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر مستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلسِ حقیقت انسانِ الٰہی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعویٰ مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

### تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے  
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشر ہن سے خرید کر تبلیغ دین کی  
کاؤشوں میں بھر پور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈ نگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے  
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

- ✉ KitaboSunnat@gmail.com
- 🌐 www.KitaboSunnat.com

سے سست اے ایں جالغ پھر ایک فلک سرمهوں  
نکت تپٹ حنکر کے ہر دن سے سے انسان سکلت پھر



## پیش لفظ

اردو صحافت کی تاریخ جنوبی ایشیا میں بنتے والے انسانوں کے شعور آزادی اور جہو استقلال کی داستان ہے۔ یہ جدوجہد پھٹے دسوبرس پر محیط ہے اور اس طویل سفر میں مسلمانوں بر صنیر کی کوششیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے پھٹے بھی مسلم صحافت کے خدو خال نمایاں ہو چکے تھے اور قومی شخص کے ساتھ میں مسلمانوں کا نقطہ نظر مختلف فکری طبقوں تک پہنچا نے میں اردو اخبارات و جرائد اپنا کروار ادا کر رہے تھے لیکن ۱۸۵۷ء کی جنگ کے بعد جہاں بر صنیر کے مسلمانوں کو ملی شعور کی دیگر بے شمار جہتیں ملیں وہاں اردو صحافت کا دائرہ عمل بھی خاطر خواہ حد تک وسیع ہوا۔ مسلمانوں نے اردو صحافت کے فروع اور ترویج و ترقی میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے اس کا تذکرہ ابلاغ عاصہ کی تاریخوں میں موجود ہے۔

"تاریخ صحافت" کے موضوع پر کافی کام ہو چکا ہے۔ مولانا محمد صابری مر حوم کا عظیم کارنامہ "تاریخ صحافت اردو" ہمارے سامنے ہے۔ اس کے علاوہ محمد عینیت صدقی، ڈاکٹر عبد السلام خورشید، ڈاکٹر ابواللیث صدقی اور ڈاکٹر معین الدین عقیل کی محققی کاوشیں بھی قابل ذکر ہیں۔ زیر نظر کتاب میں جناب محمد افتخار الحکومخ نے ان تمام تأخذے استفادہ کر کے صرف ان طالب کا احاطہ کیا ہے جو ایم۔ اے ابلاغیات کی نصابی ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں۔ اس کتاب میں بر صنیر کی مسلم صحافت کو جس دلپی اور عام فہم اسلوب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے نہ صرف متعلقہ مضمون کے اسنادہ اور طلبہ مستفید ہوں گے بلکہ یقین ہے کہ صحافت اور ابلاغیات سے و پی رکھنے والے عام قارئین بھی اس کتاب کو مفید اور معلومات افزایا میں گے۔

افتخار عارف



## فہرست مندرجات

باب نمبر	عنوان	صفہ
باب اول	صحافت کیا ہے؟	۷
باب دوم	برصیر میں مطبوعہ صحافت کا ابتدائی دور	۱۵
باب سوم	برصیر میں مسلم صحافت کا آغاز و ارتقاء	۲۹
باب چارم	مسلم صحافت کے درخشان ستارے	۷۳
باب پنجم	تریک پاکستان میں مسلم صحافت کا کردار	۱۳۳
باب ششم	قیام پاکستان کے بعد صحافت کا مختصر جائزہ	۱۶۷
باب هفتم	صحافت کے اہم پریس سٹم کا مختصر جائزہ	۱۸۷
باب هشتم	پاکستان میں آزادی صحافت	۲۰۳



باب اول

## صحافت کیا ہے؟

اردو زبان میں استعمال ہونے والا لفظ "صحافت" عربی زبان کے لفظ صحف سے مأخوذه ہے۔ جس کے معنی صفحہ، کتاب یا رسالہ کے ہیں۔ انگریزی میں یہ لفظ جرنل (Journal) سے ماخوذ ہے، جسے ہماری روزگار کی عام بول چال میں جو نلزم کہا جاتا ہے۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق۔ "صحیفہ" کے لغوی معنی وہ چیز ہے جس پر لکھا جائے کے، اسی مناسبت سے ورق کی ایک جانب یعنی صفحہ کو بھی صحیفہ کہتے ہیں۔ جدید عربی میں صحیفہ بمعنی جریدہ اور اخبار بھی مستعمل ہے۔ قرآن مجید میں نامہ اعمال، خط یا مکتوب، حکم نامہ یا فرمان اور کتب آسمانی، سچے رسولوں پر نازل کی جانے والی کتابوں اور احکام و بدایات کے لیے بھی یہی لفظ استعمال ہوا ہے۔

علمی اردو لفظ (جامع) از وارت سرہندی میں اس کا مطلب یہ بتایا گیا ہے۔ "صحیفہ" سے مراد کتاب، رسالہ لکھا ہوا، اخبار، کتابچہ، وہ مختصر کتاب میں جو بعض پیغمبروں پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں۔ پروفیسر عبد السلام خورشید نے اپنی کتاب "فی صحافت" میں لکھا ہے کہ: "صحیفہ" سے مراد ایسا مطبوعہ مواد ہے جو مقررہ و قبول کے بعد شائع ہوتا ہے، چنانچہ تمام اخبارات و رسائل صحیفہ میں اور جو لوگ اس کی ترتیب و تعمیم اور تحریر سے والستہ میں انہیں صحافی کہا جاتا ہے اور ان کے پیشے کو "صحافت" کا نام دیا گیا ہے۔

انگریزی زبان کی کتاب، صحافت: ایک تعارف میں لیزی شٹنیں نے صحافت کی تعریف اس طرح کی ہے "صحافت ان معاملات کو صبغت تحریر میں لا کر استفادہ کرنے کا نام ہے، جن کے بارے میں آپ کچھ نہیں جانتے۔"

معروف انگریزی رسائل علمی کے ایک ہو جنزوں کے خیال میں "صحافت، معلومات کو ایک جگہ سے دوسرا جگہ دیانت، بصیرت اور رسائی سے ایسے انداز میں پہنچانے کا نام ہے، جس میں سچ کی بالادستی ہو۔"

آخری الہامی کتاب قرآن مجید میں لفظ "صحیفہ" آخر مقامات پر آیا ہے۔ فصیل اس

طرح سے ہے:-

- ۱۔ "وہ سمجھتے ہیں کہ یہ شخص اپنے رب کی طرف سے کوئی نشانی یا معجزہ کیوں نہیں لایا؟ اور کیا ان کے پاس اگلے صحیفوں کی تعلیمات کا بیان واضح نہیں آگیا۔" (سورہ طہ ۱۳۳)
- ۲۔ "کیا اسے ان باتوں کی کوئی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے۔" (سورہ النجم ۳۶)
- ۳۔ "بلکہ ان میں سے تو ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ اس کے نام کھلے خط پہنچے جائیں۔" (سورہ المدثر ۵۲)
- ۴۔ "ہرگز نہیں، یہ تو ایک نصیحت ہے جس کا بھی چاہے اسے قبول کرے، یہ ایسے صحیفوں میں درج ہے۔ جو کنم میں، بلند مرتبہ میں، پاکیزہ میں، معزز نیک کاتبوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں۔" (سورہ عبس ۱۱ تا ۱۶)
- ۵۔ "اور جب اعمال نامے کھو لے جائیں گے۔" (سورہ التکویر ۱۰)
- ۶۔ "یعنی پات پہلے آئے ہوئے صحیفوں میں بھی کھنگتی تھی۔" (سورہ الاعلیٰ ۱۸)
- ۷۔ "ابرا، اسم و موسیٰ کے صحیفوں میں۔" (سورہ الاعلیٰ ۱۹)
- ۸۔ اللہ کی طرف سے ایک رسول جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے۔" (سورہ البینۃ ۲)

مندرجہ بالا آیات قرآنی سے صاف پتہ چلتا ہے کہ انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی اس کی پداشت و رہنمائی کی لیے ہر دور میں آسمانی صحیفے نازل کی جاتے رہے۔ قرآن مجید، آخری الہامی کتاب ہے، اس میں قرطاس و قلم کا ذکر بھی موجود ہے۔

"پڑھو! تمہارا رب بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔" (سورہ العلق ۲، ۳)

قرآن مجید میں جن ہمیغبروں کا ذکر آیا ہے۔ ان میں حضرت اور میں علیہ السلام کے متعدد عربی روایت ہے کہ خطاٹی اور فن تحریر کے موجود ہی تھے۔ حضرت ایوب علیہ السلام "عوص" میں رہتے تھے جو کلدانیوں کی سر زمین (ارض بابل) اور اہل سما کے لئک میں کے درمیان واقع تھی۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے ایک موقع پر فرمایا۔ "ہے کوئی جو لائے اپنا قلم اور لوگ لکھ لیں میرا کلام، ہے کوئی جو لائے ایک دفتر۔۔۔ اور لوگ قلمبند کر لیں

لو ہے کی قلم اور سید کے پتھر پر ہمیشہ کے لیے کندہ کر لیں۔"

قرآن مجید کی سورہ القصص آیت ۲۴۳ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پتھر کی تھیوں پر کندہ احکام شریعت عطا کیے جانے کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔ "بچھلی نسلوں کو ہلاک کر کے ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو (پتھر کی تھیوں پر کندہ) کتاب عطا کی۔ لوگوں کے لیے بصیرتوں کا سامان بنائ کر، پدایت اور رحمت بنائ کر، تا کہ لوگ سین حاصل کریں۔"

مولانا ابوالجلال ندوی کے مطابق "موسیٰ بنو درہ اور ہرڑپا کی مہروں کے دریافت ہونے سے پہلے تک پاک و ہند میں پائے جانے والے قدیم نوشتہوں کی قدامت ۲۵۰ قبل مسیح متین کی جاتی تھی۔ ہرڑپا کی مکتوب مہریں ایک ہزار سال قبل مسیح سے پہلے زمین میں دفن ہو گئی تھیں۔ ان کے وجود کا علم بیسویں صدی کی ابتداء تک کسی گونہ تھا۔ عرب کے دیار میں جو تحریریں ملی ہیں، ان کی قدامت ۱۸۰۰ برس قبل مسیح تک پہنچتی ہے۔ یونان میں ایک ہزار سال قبل مسیح تحریر کافی راجح ہوا۔ مصر کی تحریروں کی قدامت ساڑھے تین ہزار سال قبل مسیح تک پہنچتی ہے۔"

انور علی دہلوی، ڈاکٹر یکٹھر اردو اکادمی دہلی کی رائے میں۔ "پرانے وقتوں کے کتبے اور ستون جن کا حال ہی میں پست چلا ہے، خبر رسانی کی ابتدائی تاریخ کی گم شدہ کٹیاں ہیں۔ اس زمانہ میں ستونوں اور چھانوں پر عبارتیں کندہ کر کے سرکاری قوانین، مذہبی احکام اور اخلاقی اصول لوگوں تک پہنچانے جاتے تھے۔ آگے چل کر ستونوں کی جگہ تانبے کی چادریوں نے لے لی جن پر عبارتیں درج کی جاتی تھیں۔ جن کے پڑھنے سے اس وقت کے معاشرتی اور اقتصادی حالات کے بعض اہم پہلوؤں پر رoshni پڑتی ہے۔ چھانوں اور ستونوں پر عبارتیں کندہ کرنے کی مثالیں ہم کو دوسرے ملکوں کی تاریخ میں بھی ملتی ہیں۔ مثلاً بابل و نینوا کے شہروں میں بھی چھانوں پر عبارتیں کندہ کی جاتی تھیں۔ اسی طرح کا ایک قدیم پتھر کا کتبہ اقدس (بست المقدس) کے جنوب مشرقی سرے کی ایک پہاڑی پر ملا۔ اس کی زبان انجلی عبرانی ہے اور کتبہ کم و بیش سات سو سال قبل مسیح کا ہے۔"

محمد عتیق صدیقی نے اپنی کتاب "ہندوستانی اخبار نویسی" میں لکھا ہے:  
حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کوئی ۱۵۷ برس پہلے رومن راج میں روزانہ ایک قلمی خبرنامہ چاری کیا جاتا تھا۔ جس میں سرکاری اطلاعات نیز میدان جنگ کی خبریں بھی ہوتی

تھیں۔ اس قلمی خبر نامے کو "اک ٹاؤن ڈری نا" کہتے تھے۔ یہ لاطینی زبان کا لفظ ہے جو Acta Durna سے مرکب ہے۔ اول الذکر کے معنی ہیں کارروائی اور موخر الذکر کے معنی ہیں روزانہ۔

"قدیم ہندوستان میں منوہاراج کے دور میں اخباروں کی فراہمی اور خبر رسانی کا باقاعدہ نظام تھا۔ ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں خبریں منتقل ہوتی تھیں اور اس طرح حاکم تک پہنچتی تھیں" (ہندوستانی اخبار نویسی)

اردو صحافت کے مرتب انور علی دبلوی لکھتے ہیں "شیر شاہ سوری کے عمد میں تو خبر رسانی اور ڈاک کا ایسا نظام قائم تھا کہ اس کی مثال اس سے پیشتر کہیں نہیں ملتی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہندوستانی بادشاہوں نے خبر رسانی کی اہمیت کو اس حد تک محسوس کرایا تھا کہ ہر صنعت میں ایک اخبار نویس ضرور ہوتا تھا، جو اپنے علاقوں کی خبریں بادشاہ اور اس کے وزیروں کو بھیجا کرتا تھا۔"

مغلوں کے دور میں اخبار نویسی کے حوالے سے ابو الفضل نے "آئین اکبری" میں لکھا ہے:

"واعقات سلطنت کا قلب بند کرنا نہ صرف مملکت کی ترقی اور انتظام کے لیے ضروری ہے، بلکہ ہر طبقہ اور ہر مجلس کی رونق بحال رکھنے کے لیے بھی ضروری ہے۔ اگرچہ قدیم زمانے میں بھی اس طرح کا پتہ چلتا ہے مگر اس کی اصلیت سے اہل زناہ کو اس مبارک عمد میں آگاہی ہوتی۔" صورخ چادو ناتھ سرکار نے مغلوں کے عمد میں خبر رسانی کے انتظام کے سلسلہ میں لپنسی کتاب "مثل ایدمنسٹریشن" میں لکھا۔ "مرکزی حکومت کو جن ذرائع سے خبریں حاصل ہوتی تھیں، وہ، وقائع ٹکار، سونع ٹکار، خصیر نویس اور ہر کارے سے تھے۔ ہر کارے کے علاوہ باقی تینوں خبریں لکھ کر بھیتے تھے۔ ہر کارہ زبانی خبریں سناتا تھا۔ وقائع نویس اور سونع ٹکار میں فرق صرف یہ تھا کہ وقائع نویس زیادہ پابندی کے ساتھ خبروں کی اطلاع دیا کرتا تھا اور سونع ٹکار کا کام خاص اور اہم واقعات کی اطلاع دناتا تھا۔"

جدید اخبار نویسی کی تاریخ زیادہ پرانی نہیں ہے۔ ۱۵۶۶ء میں والس (ڈکھہ) کے شہر میں یہ طریقہ تھا کہ ایک شخص عام شاہراہ پر بلند آواز میں لوگوں کو دلچسپی کی خبریں ایک قلمی سودے سے پڑھ کر سناتا، یہ سودہ حکومت کی نگرانی میں مرتب کیا جاتا تھا۔ جو لوگ ان

خبروں کو سنتے تھے ان سے ایک گزٹ وصول کیا جاتا تھا جو راجح الوقت سکہ تھا اور اسی مناسبت سے گزٹ کا لفظ لجاد ہوا جو اخبار کے معنی میں بولا اور لکھا جاتا ہے۔ اس تجوہ کے بعد یورپ کے دیگر ممالک میں بھی خبر ناموں کا رواج شروع ہوا۔ پہلا مطبوعہ خبرنامہ ۱۶۰۹ء میں جرمنی میں جاری کیا گیا۔ دو سال بعد اسی طرح کا ایک خبرنامہ ۱۶۱۱ء میں شائع ہوا۔ پہلا باضابطہ اخبار انگریزی زبان میں ۱۶۲۰ء میں شائع ہوا۔ اس کا نام "ولیکلی نیوز" تھا۔ اس کے بعد ۱۶۳۱ء میں فرانس سے گزٹ آف فرنس جاری ہوا۔ امریکہ کا پہلا اخبار "پبلک آکورنیس" (public news) میں ۱۶۴۰ء میں بوسٹن سے جاری ہوا۔ بر صنیر پاک و ہند میں سولہویں صدی کے وسط میں پر انگریزوں نے چھاپ خانہ قائم کیا۔ اس کے تقریباً ایک سال بعد انگریزوں نے ۱۶۷۳ء میں بھیتی کے مقام پر پہلا چھاپ خانہ شروع کیا۔ اس طرح سے بر صنیر پاک و ہند میں بھی طباعت کا آغاز ہوا۔ ہندوستان میں سب سے پہلا مطبوعہ اخبار ۱۶۸۰ء کو انگریزی زبان میں آکٹش بھی نے انگریز بھال گزٹ کے نام سے لکھتے سے جاری کیا۔ اس کے بعد ۱۶۸۲ء کو منشی سدا سکھ نے اردو کا پہلا اخبار "جام جہاں نما" لکھتے ہی سے نکالا۔ اس طرح سے ہندوستان کی انگریزی، فارسی، بھالی اور اردو صحافت کا آغاز انگریزوں کے پہلے دارالملوکت لکھتے سے ہوا۔

## صحافت کی مختلف جمیں

آج کا دور سائنس اور میکنالوجی کا دور ہے۔ دنیا میں نت نئی لجادوں کا روز کا معمول بن گیا ہے۔ جس کے تیزی میں زندگی کے تمام شعبوں میں غیر معمولی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔ اس تیز ترین دور میں صحافت میں بھی انقلابی تبدیلیاں آ رہی ہیں۔ کل تک بادشاہوں اور مطلق العنان حکمرانوں کو ملکی حالات سے باخبر رکھنے کے لیے ہر کاروں اور قافیع ٹکاروں کا استسماں کیا جاتا تھا اور حالات و اوقاعات سے صرف اہل اقتدار ہی مستقید ہوتے تھے لیکن آج کے دور نے ابلاغ کے تمام ذرائع کو ہر امیر غریب کے گھر تک پہنچا دیا ہے۔ موجودہ دور میں صحافت کی کئی جمیں ہیں لیکن اسے دو واضح حصیتوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱- مطبوعہ صحافت (Printed Journalism)  
۲- برقی صحافت (Electronic Journalism)

مطبوعہ صحافت میں روزنامے، ہفت روزہ اخبار، علمی و ادبی مجلے، پیشہ ورانہ رسائل، سماجی اور سالانہ جریدے اور اب طباعتی صحافت میں پوشرز، اسٹکرزن، ہینڈ بلزر اور ٹی بورڈز کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔ برقی صحافت میں ریڈیو، ٹیلیورن، فلم، وی سی آر، سلائیڈز اور اور ہیڈ پرو جیکٹر کو شامل کیا جاتا ہے۔ مطبوعہ صحافت میں روزانہ اخبارات کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ دنیا بھر میں روزانہ لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں سینکڑوں زبانوں میں شائع ہو رہے ہیں۔ آج کے ترقی یافتہ دور نے دنیا کو ایک دوسرے سے قریب تر کر دیا ہے۔ ہر ملک کے قومی سطح کے اخبارات و رسائل دنیا بھر کے حالات و واقعات شائع کرتے ہیں۔ اس طرح دنیا بھر کے لوگ ایک خاندان کی حیثیت اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ پہنچ روزہ، ماہان، سماجی، سالانہ اور پیشہ ورانہ رسائل کی اپنی جگہ افادہ مت و اہمیت ہے جس سے اکابر ممکن نہیں۔ ان رسائل کے علاوہ ذریعے زندگی کے ہر طبقہ سے وابستہ افراد سے رسانی ممکن ہو گئی ہے۔ سیاسی و دینی روحان رکھنے والوں کے لیے الگ سے رسائل و جرائد موجود ہیں جبکہ علم و ادب اور سائنس و ٹینکنگ اور جویں اور جویں کے لیے بھی بڑی تعداد میں رسائل شائع ہو رہے ہیں۔ دنیا بھر میں جموروں کے موجودہ دور میں اخبارات و رسائل کے علاوہ اب کئی دوسری چیزوں نے بھی اپنے آپ کو متعارف کروایا ہے اور اپنی اہمیت تسلیم کروائی ہے۔ ان میں پوشرز ہینڈ بلزر، اسٹکرزن، بیسنز اور ٹی بورڈز شامل ہیں۔ جیسے جیسے دنیا ترقی کرتی جا رہی ہے، ویسے ہی صحافت میں نئی نئی اختراعات ہوتی جلی جا رہی ہیں۔

برقی صحافت میں ریڈیو کو آج بھی سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ ریڈیو انیسوں صدی کی روایاد ہے جس نے دنیا بھر میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔ ریڈیو، ذراائع ابلاغ کا ستا اور موثر ذریعہ ہے۔ جس کے نتیجہ میں ایک ہی وقت میں ریڈیو سیٹ کی سونی گھمانے سے گھر میٹھے دنیا کے تمام ریڈیو اسٹیشنوں کی تشریفات ہاسانی سنی جا سکتی ہیں۔ ٹرانسٹر کی روایاد نے دنیا کو سمیٹ کر کر کر دیا ہے۔ دور دراز کے دیہات جہاں بلکل اور دوسرے وسائل موجود نہیں، بلکہ چلاتے کسان گلے میں ٹرانسٹر لٹھائے دنیا بھر کے حالات سے آگاہی حاصل کرتے ہیں۔ وسیع پھیلنے ہوئے ریگستانوں، دشوار گزار پہاڑوں پر، جہاں اطلاعات کا کوئی استعمال ممکن

نہیں، ریدیو نے باہم رابطے کو ناممکن سے ممکن بنادیا ہے۔ ریدیو کی دست و سرعت کا مقابلہ آج تک کوئی دوسرا ذریعہ ابلاغ نہیں کر سکا۔

ٹلی ورن بیسویں صدی کی لیجادات میں سب سے اہم اور موثر لیجاد ہے۔ جس کی اثر انگیرتی سے انکار نہیں۔ جس مکہ، معاشرے، ماحول اور گھرانے میں ٹی وی سیٹ موجود ہے، وہاں کی اقدار اور روایات پر ٹی وی کے اثرات کی گھری چاپ پاسانی دیکھی اور محسوس کی جا سکتی ہے۔ اسی لیے آج کے دور کو ٹلی ورن کا دور بھی کہا جاتا ہے۔ ٹلی ورن کے ذریعے گھر میٹھے دنیا بھر میں رونما ہونے والے واقعات کو سنتے کے ساتھ دیکھا جا سکتا ہے۔ سی این این، پی ٹی این اور دوسرے چیل فیروز ہونے سے دنیا سکٹ کر ٹی وی سکریں میں ساگری ہے۔

برقی صحافت نے بیسویں صدی کی آخری چوتھائی میں حیرت انگیری اور ناقابل یقین حد تک ترقی کی ہے اور اس پیش رفت کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ ریدیو اور ٹلی ورن کی ہمہ گیری میں اضافہ کے لیے ٹلی ٹیکس، ٹلی کانفرننس، کیبل ٹی وی، مواصلاتی سیارے کے ذریعے براہ راست نشریات، ڈیو میپ رائٹر، ڈیو ٹرینل، ڈیو سیکس، وائرلیس سُم اور نیوز فوٹو ٹرانسیشن نے سمعی و بصری صحافت میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔ فلم جو کسی دور میں مقبول اور موثر ذریعہ ابلاغ تھا، اب اس کی جگہ وی سی آرنے لے لی ہے۔ وہ گھر جہاں وی سی آر موجود ہے، سینما گھر کا تبادل بن گیا ہے۔ جبکہ دنیا بھر کی اچھی بڑی فلمیں گھر میٹھے دیکھنے کی سوت کا تصور ایک ڈیڑھ عشرہ پہلے کسی کے ذہن میں نہیں تھا۔ ریدیو، ٹلی ورن، فلم اور وی سی آر کے ساتھ ساتھ کسی حد تک ٹیپ ریکارڈ، لاؤڈ سپیکر، ہیڈ فون سلائیڈز، اور ہیڈ پرو جیکٹز اور الکٹر انک سینوں سائی بورڈ کو بھی سمعی و بصری صحافت میں شامل کیا جا سکتا ہے۔



## باب دوم

# بر صغیر میں مطبوعہ صحافت کا ابتدائی دور

## ایسٹ انڈیا کے دور میں مطبوعہ صحافت

سوامویں صدی کے آخری دن کا سورج، دنیا میں سورج غروب نہ ہونے والی عظیم مملکت انگلستان کے مقدر کا ستارہ بن کر طلوع ہوا، جبکہ مسلمانان ہند اور سلطنت محلیہ کے لیے یہ دن زوال کا پیغام لے کر آیا۔ یعنی وہ دن تاجب ملکہ برطانیہ الیزابت اول نے برطانوی تجارتی کمپنی ایسٹ انڈیا کمپنی کو ہندوستان سمیت تمام مشرقی ممالک میں تجارت کا اجازت نامہ جاری کیا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کی ہندوستان آمد سے بہت پہلے ۱۵۷۹ء میں ایک برطانوی بھری جہاز ہندوستان کے ساحلی علاقہ گوا میں لنگر انداز ہوا۔ عیسائیت کے فروغ کے لیے آگھوڑہ کے تعلیم یافتہ تفاسیں اشیونس پاؤری نے بر صغیر کی سر زمین پر پلا قدم رکھا۔ اس نے ہندوستان میں عیسائیت کی ترویج کے لیے تحریر و تقریر کے ذریعے زندگی کے آخری سانس تک کام کیا۔ دنیا کی رلنگنیوں سے منز موڑ کر بر صغیر آنے والے پاؤری نے اپنے والد کو خطوط کے ذریعے باور کرایا کہ ہندوستان اہل یورپ کے لیے سونے کی چیزیاں کی ماند ہے۔ یہاں کی سر زمین، ہیرے جواہرات اور سونے چاندی سے بھری پڑتی ہے۔ تفاسیں اشیونس کے والد نے ان خطوط کا ذکر اپنے کاروباری دوستوں سے کیا تو ان کے منز سے رال پہنچنے لگی۔ اس دوران ایک اور انگریز جان نیوبری ہندوستان پہنچا۔ اس نے واپس جا کر لندن کے کاروباری طبقوں کو ہندوستان میں تجارتی قافلہ بھجنے کی ترغیب دی۔

جان نیوبری نے ہندوستان کی معتدل آب و ہوا، خوبصورتی اور مال و دولت کی اسی متظر کشی کی کہ فوری ۱۵۸۳ء کو انگریز تاجروں کا ایک وفد، محلیہ حکمران جلال الدین اکبر کے نام ملکہ الیزابت کا سفارشی خط لے کر جان نیوبری کی قیادت میں روانہ ہوا۔ راستے میں پر گالیوں سے مدھیہ اور دیگر مشکلات سے دوچار ہونے کے بعد بمشکل قیح پور سیکری شپنچے، جہاں محلیہ

مکرم ان اکبر نے ان کی خوب پذیرائی کی۔ اس تجارتی وفد نے افغانستان واپس چاکر ہندوستان کے پر فرش تجارتی ماحول کا تذکرہ کیا تو ملکہ برطانیہ نے ہندوستان سے باقاعدہ تجارت کے لیے شاہی پروانہ جاری کر دیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے اس شاہی فرمان کے ذریعے ۱۸۰۸ء میں ہندوستان کے علاقہ سورت میں ریپتی کے کنارے پر اپنے گودام اور دفتر کے لیے جگہ حاصل کر لی۔ انگریزوں کی اقلیدی میں فرانسیسیوں نے بھی فرنچ ایسٹ انڈیا کمپنی بنائی لیکن فرانسیسیوں کو ہندوستان میں وہ پذیرائی حاصل نہ ہو سکی جو ایسٹ انڈیا کمپنی کے حصہ میں آئی جو بعد ازاں پورے ہندوستان پر انگریزوں کی حکمرانی کی صورت میں ظاہر ہوا۔

انگریزوں نے ہندوستان پر قبضہ کیتے جمایا؟ اس کاتاریخی پس منظر کارل مارکس نے ۱۸۵۳ء جولائی کے "نیو یارک ٹریبیون" میں اس طرح کیا کہ "مغل اعظم کی عظیم الشان طاقت کو مغل صوبیداروں نے پاش پاش کیا۔ صوبے داروں کی قوت کو مرہٹوں نے ٹھکانے لکایا اور مرہٹوں کا افغانیوں نے خاتمہ کیا اور عین اس وقت جب کہ یہ طائفیں ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کے لیے آپس میں دست و گرباں ہو رہی تھیں تو انگریزوں نے یخار کر کے سب کو اپنا مطبع بنالیا۔ دنیا کی تاریخ میں یہ ایک عجیب و غریب مثال ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی تجارت کی غرض سے ہندوستان آئی اور ڈیڑھ سو برس کے بعد اس نے بر صیر پر قبضہ جمایا۔ یہ تو ایسے ہی ہے صے

عَمَّاً لِيَنْ آتَى، مُحَمَّدُ الْبَشِّي

جب کوئی فرد، قوم یا ملک کی ادارے یا نظام کو چلانے کی کوشش کرتا ہے تو اس میں خامیاں اور خرابیاں بھی پیدا ہوتی تھیں۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ بھی یہ معاملہ پیش آیا۔ کمپنی میں بہت سے ایسے افراد تھے جو کمپنی کے نظم و نمونے سے مطین نہ تھے۔ غالباً یہ وہ لوگ تھے جن کو یا تو کمپنی کی لوٹ مار میں برابر کا حصہ نہیں مل رہا تھا یا کمپنی کی تجارتی اچارہ داری ان کی راہ میں کاٹتا تھا۔ کچھ ایسے بھی تھے جن کو کمپنی کے ذمہ داران نے اپنی تجارتی، سیاسی یا ذائقی مصلحتوں کی وجہ سے ملازمت سے برطرف کر دیا تھا۔ ان میں ایک فرد ولیم بولٹس بھی تھا۔ ولیم بولٹس نے ہندوستان سے واپس جا کر پانچ سو صفحات پر مشتمل کتاب "شائع کی جس میں اس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی تاریخ اور اس کے مسئلہنوں کی تفصیل بیان کی ہے۔ یہ کتاب اس لحاظ سے اہمیت





کی حامل ہے کہ یہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی پہلی تاریخ ہے جو جنگ پلاسی کے صرف ۷۴ برس بعد اس وقت منظر عام پر آئی جب ہندوستان میں انگریزوں کی لوٹ مار عروج ہے تھی۔ ایک لفاظ سے اس کتاب کو غیر مطبوع خبروں کا مجموعہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

ولیم بولٹس کے کتابی شکل میں مطبوعہ حالات و واقعات کے بارہ سال بعد "جیمز بھال گزٹ یا گلکتہ جنرل ایڈورٹ نائز" کے نام سے جیمز گلکتہ بھکی نے ۲۹ جنوری ۱۸۸۰ء کو ہندوستان کا پہلا انگریزی اخبار جاری کیا۔ ہکی گزٹ چار صفحات پر مشتمل ہفت روزہ اخبار تھا، جس میں ہندوستانی ناس اٹکاروں کے علاوہ یورپی خبروں کا علاصہ بھی دیا جاتا تھا۔ اس اخبار کی طباعت و اشاعت معیاری نہیں تھی۔ ہکی گزٹ نے ایسٹ انڈیا کمپنی سے وابستہ بعض افراد کی بدنونایوں کو نمایاں کیا تو اسے عدالت سے چار ماہ قید اور چار سوروپے جمانہ کی سزا دلوائی گئی لیکن جیمز بھکی پر اس سزا کا اتنا اثر ہوا، اس نے کھلے عام کمپنی کے خلاف لکھنا شروع کر دیا جس کے نتیجہ میں گورنر جنرل نے ایک حکم نامے کے ذریعے ہکی گزٹ کی بذریعہ داں کی تقسیم بند کر دی اور پھر جون ۱۸۸۱ء کو ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت نے جیمز بھکی کو دوبارہ گفار کر لیا۔ عدالت نے ایک سال قید اور پانچ ہزار روپے جمانہ کی سزا سنائی لیکن ہکی نے پابند سلاسل ہونے کے باوجود اخبار کی اشاعت کا سلسلہ کسی نہ کسی طرح جاری رکھا۔ دوبارہ سزا کاٹنے اور جرمانہ ادا کرنے کے باوجود جیمز بھکی نے کمپنی کے خلاف اپنی تند و تیز تنقید کا سلسلہ چاری رکھا تو بالآخر حکومت نے مارچ ۱۸۸۲ء کو ہکی کا پر بنگ پریس بھت سرکار ضبط کر کے بر صفائیر کی نوزاںیدہ صحافت کے اوپرین اخبار کا سر قلم کر دیا۔

بر صفائیر کا دوسرا اخبار اندیا گزٹ نومبر ۱۸۸۰ء میں شروع ہوا۔ یہ بھی ہفت روزہ اور انگریزی زبان میں تھا۔ یہ اخبار جیمز بھکی کی دشام طرازیوں کے جواب میں سرکاری سرپرستی میں تھا لالا گیا۔ اس کے ماکن اور ایڈٹریٹر بیٹرینک (B. Messink) اور پیٹر ریڈ (Peter Reed) تھے۔ اندیا گزٹ اپنے اجراء کے تین سال بعد ہفتہ وار سے سر روزہ ہو گیا اور جلد ہی سر روزہ سے روز ناسہ بن گیا۔ گلکتہ گزٹ یا اور مشتمل ایڈورٹ نائز، ہندوستان کا تیسرا ہفتہ وار انگریزی اخبار تھا جو ۲۳ مارچ ۱۸۸۲ء کو شروع ہوا۔ اس کا ایڈٹریٹر فرانس گلیڈوں (Francis Gladwin) تھا۔ گلکتہ گزٹ کی حیثیت بھی نیس سرکاری تھی۔ گلکتہ گزٹ نے اپنے معاصر اخبارات کے مقابلے میں طویل عمر پائی۔ اس کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ گلکتہ گزٹ کے

ابتدائی نمبروں میں ایک کالم فارسی زبان کا بھی ہوتا تھا۔ اس کالم میں دربار محلی کی خبروں کے علاوہ دلی کی عام خبریں بھی شائع کی جاتی تھیں۔ ۱۸۹۹ء کے شمارے میں گلکتہ گزٹ نے اپنی غیر معمولی اشاعت میں میپو سلطان کی شہادت اور سرٹیفیکٹم کی کامیابی کی خبر شائع کی۔

ہفتہ وار صافت کے بعد ۱۸۸۵ء میں گلکتہ ہی سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے معزز، بااثر اور باحتیار افسران کے علمی و ادبی ذوق کی تکالیف کے لیے سماں رسالہ Asiatic Miscellany of Bengal Register چاری کیا گیا۔ یہ اس دور کا معیاری اور مبتدا رسالہ تھا۔ اٹھاروں صدی کے آخر تک گلکتہ سے کئی اور بھی رسائل کا اجراء ہوا۔ مثلاً گلکتہ میگزین اینڈ اور سینٹل میوزیم اور گلکتہ منسلی جرنل قابل ذکر ہیں۔ گلکتہ ہی میں ۱۸۸۳ء کو ایشیاکم سوسائٹی قائم ہوئی جو ہندوستان میں جدید طرز کی پہلی علمی و تحقیقی سوسائٹی تھی۔ اس سوسائٹی نے ہندوستان کی نشاہ نانی میں تاریخی کردار ادا کیا۔

بر صغیر کے پہلے صحفی مرکز گلکتہ کے بعد مدراس سے "Madras Courier" کے نام سے ۱۸۸۵ء اکتوبر کو پہلا ہفتہ وار اخبار شروع ہوا۔ اس کے ایڈٹر اور مالک رچرد جائسن تھے۔ تقریباً آٹھ سال کے بعد کئی اور رسائل و اخبارات بھی مدراس سے شائع ہونے شروع ہوئے۔ ۱۸۹۳ء کو مدراس کوڈیسر سے الگ ہونے والے ہیرو ج بو آئیڈ (Hugh Boyd) نے ہر کارو (Harkaru) کے نام سے ہفتہ وار اخبار کالا۔ چند ماہ بعد بو آئیڈ کے انتقال کے ساتھ ہی اخبار ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔ جنوری ۱۸۹۵ء میں ولیم سن نے مدراس گزٹ کے نام سے ہفتہ وار اخبار شروع کیا۔ اسی سال ہم فریز (Humphreys) نے مدراس کا چوتھا ہفتہ وار اخبار انڈیا ہیرلڈ چاری کیا۔ حکومت کی اجازت کے بغیر شائع ہونے والے اس اخبار کو ملکہ برطانیہ کے خلاف خبریں شائع کرنے پر بند کر کے ہم فریز کو ہندوستان بدر کر دیا گیا۔

گلکتہ اور مدراس کے بعد ۱۸۹۷ء کو بمبئی سے ہفتہ وار بمبئی ہیرلڈ شروع ہوا۔ ایک سال کے بعد ۱۸۹۰ء میں بمبئی کوئی سر کے نام سے دوسرा ہفتہ وار اخبار چاری ہوا۔ اس اخبار کی اہم خصوصیت یہ تھی کہ انگریزی کے علاوہ علاقائی زبانوں مگر انگریزی، مریٹی اور کنڑی زبان میں اشتہار بھی اس میں شائع ہوتے تھے۔ اس کے بعد ۱۸۹۰ء جون ۱۸۹۰ء کو بمبئی گزٹ شروع

ہوا۔ اس میں بمبئی کی تجارتی و تفریحی خبروں کے علاوہ بیرون ملک کی خبریں بھی شائع کی جاتی تھیں۔ بمبئی گزٹ کے بعد چوتھا اخبار بمبئی آبزرور ۱۸۹۱ء کو چاری ہوا۔ ان اخبارات نے بمبئی کے سماجی، معاشرتی، سیاسی اور اقتصادی حالات پر گھرے اثرات مرتب کیے۔

مدراس اور بمبئی کی ابتدائی صحفت کا مختصر جائزہ لینے کے بعد دوبارہ گلکتہ کی صحفت کو دیکھیں تو ہمارا ۱۸۸۵ء میں ایک اور ہفت روزہ اخبار "بیگال جرنل" کا آغاز ہوا۔ اس اخبار کے ایڈیٹر اور مالک تماں جو زندگی تھے۔ ۱۸۹۱ء میں ولیم ڈو آن نے فراکٹ کی بنیاد پر پہ اخبار خرید لیا لیکن یہ فراکٹ چند ماہ سے زیادہ نہ چل سکی۔ بیگال جرنل سے الگ ہونے کے بعد ولیم ڈو آن نے انڈین ولڈ کے نام سے نیا اخبار ٹھالا۔ حکومت پر نکتہ چینی کی وجہ سے پہ اخبار عوام میں مقبول ہوا۔ حکومت نے اس کے مقابلے میں دو تین اخبارات جاری کرنے لیکن وہ انڈین ولڈ کی مقبولیت کا مقابلہ نہ کر سکے۔ حکومت اس سے خاصی تنگ تھی۔ جب انڈین ولڈ نے عدالتی نظام پر نکتہ چینی کرتے ہوئے لکھا کہ انصاف کا حصول بست مہکا ہڈے، تو حکومت نے ولیم ڈو آن کو ملک بدر کر دیا۔ ۱۸۹۹ء میں گلکتہ ہی سے ایک اور ہفت روزہ "ایشیا ہمک مر" کے نام سے فروع ہوا۔ اس کے ایڈیٹر ہارلس بروس تھے۔

اٹھارہویں صدی کی آٹھویں دہائی کے فروع میں، بر صغیر میں صحفت کا آغاز ہوا تھا۔ بیس سال کے مختصر عرصہ میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے مرکز گلکتہ، مدراس، بمبئی اور دوسرے شہروں سے بڑی تعداد میں اخبارات کا اجراء ہوا۔ اٹھارہویں صدی کی ہندوستانی اخبار نویسی کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ بر صغیر میں صحفت کا آغاز مکران طبقے کے اس گروہ نے کیا جو ایسٹ انڈیا کمپنی کی پالیسیوں کا مقابلہ تھا، اس لیے قدرتی طور پر اخبارات اور حکومت میں ہمیشہ چاقش کی کیفیت جاری رہی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت اخبارات کے جوابے سے کسی قسم کی نکتہ چینی برداشت نہیں کرتی تھی۔ اگر کوئی اخبار معمولی ساز ازاں رہے اپناتا تو ایسے اخبار کو سفر کے حوالے کر دیا جاتا اور حکم عدالی پر سخت سے سخت سزا دی جاتی اور اسی اوقات ملک بدر کر دیا جاتا۔ اٹھارہویں صدی میں کسی روزنامے کا اجراء ممکن نہ ہو سکا۔ تقریباً سارے ہی اخبارات و رسائل ہفتہوار شائع ہوتے تھے، اس کی بڑی وجہ ڈاک کا غیر معمولی سست اور ناقص انتظام تھا۔ جیسے جیسے ڈاک کے نظام میں ترقی ہوئی۔ صحفت بھی وسعت اختیار کرتی جلی گئی۔

انیسوں صدی کا آغاز، صحفت پر پابندیوں سے ہوا۔ ۱۸۰۱ء کو گورنر جنرل کی زیر صدارت کولیل کے اجلاس میں باضابطہ تجویز منظور کر کے اخبارات کے مدیران اور مالکان کو وارنگ دی گئی کہ اخبارات کی اشاعت سے پہلے ان کے پروف چیف سیکرٹری اور اس کی عدم موجودگی میں امور عامہ کے سیکرٹری کو پیش کیے جائیں۔ گورنر جنرل کی اس ہدایت پر اخبارات کے مدیران اور مالکان نے کان نہ دھرے تو ۱۵ افروری ۱۸۰۳ء کو دوبارہ اسی قسم کا حکم نامہ اخبارات کے مدیران کو بھیجا گیا۔ جب اخبارات کی جانب سے اس کا بھی خاطر خواہ حاصل نہ ہوا تو گورنر جنرل کی جانب سے حکم نامہ کی عدم تعییل پر اخبارات کے مدیران و مالکان کو سزا دی گئی۔ ۱۸۱۱ء میں حکومت نے سنسر کے نے صابطہ ہماری کیے جو اس لحاظ سے اہم تھے کہ اخبارات کے علاوہ ہر قسم کی مطبوعات کو بھی سنسر کے دائے میں شامل کر لیا گیا۔ صرف دو سال بعد جب ۱۸۱۳ء میں لارڈ منٹوکی جگہ فکر و عمل کے لحاظ سے معتمد شخص لارڈ بیسٹنگز نے گورنر جنرل کا عمدہ سنبھالا تو اس نے اخبارات کے ساتھ تعلقات کو خوشنگوار بنایا اور سنسر کا محکمہ تورڈیا گیا۔ اخبارات کے مدیران و مالکان نے سنسر کے خاتمے کو بسی بہت بڑی کامیابی سمجھا اور حکومت کے اس اقدام کو آزادی صحفت سے تعبیر کیا۔ سنسر کا محکمہ تورڈنے کے بعد حکومت نے کچھ نے صابطہ ہماری کیے جس نے قواعد و ضوابط میں توازن کی صورت پیدا کی۔

سنسر کی پابندیوں میں زمی کے بعد انیسوں صدی کا ایک اہم اخبار "گلکتہ جرنل" ۱۸۱۸ء میں ہماری ہوا۔ اس کا مالک اور ایڈٹر جیمز بینکرمیٹم تھا۔ اس نے گلکتہ جرنل نے پہلے ہی شمارہ میں اخبار کی پالیسی کا انہصار اس طرح کیا: "اخبار نویس کا فرض ہے کہ وہ حکمران گوان کے فرانچ برائیر یاد دلاتا رہے اور ان کی غلطیوں سے ان کو متذہب کرتا رہے۔ نیز حق گوئی جو تلح ہوتی ہے، اخبار نویس کا شعار ہونا چاہیے"۔ گلکتہ جرنل نے اپنی اشاعت کے پہلے ہی دن گلکتہ کی اخباری دنیا میں بیچل ہما دی۔ گلکتہ جرنل میں پولیس کے رویے پر کشمی نکتہ جیسی کی جاتی تھی۔ سرکاری افسران کی بھی خبری جاتی تھی۔ قارئین کے تنقیدی خطوط کو شائع کیا جاتا تھا جس سے اخبار کو ٹیکری معمولی مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس کا اندازہ اس سے لکایا جاسکتا ہے کہ تین سال کی مختصر مدت میں یہ گلکتہ کا مقبول ترین اخبار بن گیا۔ ۱۸۲۲ء میں گلکتہ جرنل کے خریداروں کی تعداد ایک ہزار ہو گئی اور سالانہ منافع آٹھ ہزار روپے سے تجاوز کر گیا۔ اب



# سلطان الأنباء

لبر جناب، بیج ۱۳ شهر دیج المیان و در بک شہر سنه ۱۴۲۰ھ صری معاوین ۱۶۱ اگست سنه ۱۸۵۰ع

\* نہ بحال پیا و دہشاد دیں  
در امداد بانگل ہے کاروں من کا چڑا افکار بخشن  
اگست است کا سہر، ای ایلر سنہ تک لے کر سلطان امداد  
بادی ازورہ نہیں گزاں ان پر شفیران اس عادہ دیکھ نہیں داشت  
وہ بلال امداد خود را کر کے زیر ایک ذرا  
از روپیانہ، ایک دلدار اتفاق العیاد بخشن  
وہ سہ اسرت آئیں وہ تی کلک دی دل ایک  
غیرکوڑا، کر پہلکا مظاہر بارہ سنت  
وہ بھیت منکد بسر کر مدد ادا کی دلکشا ایسے کر  
وہ خرواد ایک منگدو پکڑو دادان ایک دلکشا ایسے  
حلقات دیار بھاد ره کا شہر بروایتی کی دلکشا ایک دلکشا  
امداد و سلطان کو خالی ہائی دل روزان و دل کو شرم دل ازورہ داشت

نک ک ایسی کامیابی ہندوستان کے کمی اور اخبار کے حصے میں نہیں آئی تھی۔ اس کامیابی کے ساتھ ساتھ حکومت اور گلکٹہ جرنل کے تعلقات بذریع خراب ہوتے چلے گئے۔ حکومت نے گلکٹہ جرنل کی صاف گوئی سے تنگ آ کر بار بار تنیسہ کی، لیکن گلکٹہ جرنل بھی ڈینا رہا۔ اس اخبار کی مقبولیت نے مختلف اخبارات کو اپنا وجہ برقرار رکھنا ناممکن بنادیا۔ ایسے میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے گلکٹہ جرنل کا مقابلہ کرنے کے لیے ۱۳ جون ۱۸۲۱ء کو نئے اخبار John Bullin the East کے اجراء کا اعلان کیا گیا۔ یہ اخبار ۱۸۲۲ء نکل چاری رہا۔

## مقامی زبانوں میں اخبار نویسی کا آغاز

یورپ کی جدید اخبار نویسی کے مقابلے میں ہندوستان کی انگریزی اخبار نویسی عمر میں تحریب سوال کم ہے جبکہ ہندوستان کی انگریزی اور مقامی زبانوں کی اخبار نویسی میں نصف صدی سے بھی کم فاصلہ ہے۔ ہندوستان کا پہلا انگریزی اخبار ۷۸۰ء میں شائع ہوا جبکہ اس کے ۲۶ سال بعد پہلا بھالی اخبار ۱۸۱۲ء میں چھاپا گیا۔ انگریزوں نے سب سے پہلے بھال میں قدم جھائے تھے، اس لیے قدرتی طور پر مقامی زبان کا پہلا اخبار گلگادھ بھالا چاریہ نے ۱۸۱۲ء میں گلکٹہ سے "بھال گڑھ" کے نام سے چاری کیا۔ یہ تحریب ایک سال کم چھپتا رہا۔ اس کا ماہان چندہ ایک روپیہ تھا۔ ۱۸۱۸ء میں "ڈگ درش" کے نام بھال زبان کا رسالہ سی رامپور کی مشنری نو آبادی نے چاری کیا۔ یہ مقامی زبان کا پہلا ماہان رسالہ تھا جو نظریہ تنیث کے مشور پر چارک ڈاکٹر جو شمارش کی زیر نگرانی چاری ہوا۔ ڈگ درش کتابی سائز کا رسالہ تھا۔ اپریل ۱۸۱۸ء کو اس کا پہلا شارہ منظر عام پر آیا۔ اس کی اہم خوبی یہ تھی کہ اس میں انگریزی اور بھگل دو نوں زبانوں کا مowaہ ہوتا تھا۔ ایک صفحہ پر انگریزی مضمون اور ساتھ والے صفحہ پر بھگل زبان میں اس کا ترجمہ دیا جاتا تھا۔ جو شمارش میں اور اس کے رفقاء کارنے ایں کامیاب تجربہ کے بعد ۲۳ اسی ۱۸۱۸ء میں "سماحار درپن" کے نام سے ہفتہ وار اخبار نکالا۔

"خبروں کا باہناب" کے معنوی نام سے دسمبر ۱۸۲۱ء میں ہندوستانی فلسفے کے عالم، سنکریت، فارسی و عربی کے اسکار اور ہندوؤں و مسلمانوں کے مشترکہ کلپنگ کی نمائندگی کرنے والے اور ہندوستانی اخبار نویسی کے قائلے کے سالار، رام سوہن رائے نے بھالی ہفتہ وار اخبار

LUCKNOW

# اوڈا اکبر

4th July 1875.

جلدہ ۱۵	جادوی امداد عکس کارڈ فریشنس	طبودم جولائی ایکسوی سال															
<table border="1" style="width: 100%; border-collapse: collapse;"> <tr> <td style="width: 25%;">مختصر اخبار</td> <td style="width: 25%;">مختصر اخبار</td> <td style="width: 25%;">مختصر اخبار</td> <td style="width: 25%;">مختصر اخبار</td> </tr> <tr> <td>—</td> <td>—</td> <td>—</td> <td>—</td> </tr> </table>	مختصر اخبار	مختصر اخبار	مختصر اخبار	مختصر اخبار	—	—	—	—	<table border="1" style="width: 100%; border-collapse: collapse;"> <tr> <td style="width: 25%;">مختصر اخبار</td> <td style="width: 25%;">مختصر اخبار</td> <td style="width: 25%;">مختصر اخبار</td> <td style="width: 25%;">مختصر اخبار</td> </tr> <tr> <td>—</td> <td>—</td> <td>—</td> <td>—</td> </tr> </table>	مختصر اخبار	مختصر اخبار	مختصر اخبار	مختصر اخبار	—	—	—	—
مختصر اخبار	مختصر اخبار	مختصر اخبار	مختصر اخبار														
—	—	—	—														
مختصر اخبار	مختصر اخبار	مختصر اخبار	مختصر اخبار														
—	—	—	—														

# اکل لا جہار د

**بیان ۱۳۴** مطبوعہ درستہ ایجادی مطابق ایجادی کا اولیٰ انتظام جس سلسلہ

لندن میں ایجاد کیا تھا اور پھر اسی میں مصائب میں بھی بھروسہ  
شناخت کر کر پھر کو اسی نسبت میں کوئی خداب یا اس کا  
کے پیشہ درسال فرادرگی تو راتیم مون مت ہوا کا اور خدا  
بھی یعنی قیامت اذکی نعمت میں درستگان کیا جائے گا  
اوہ بزرگ تبر کے درسال میں دو مقصوں اخراجی کی  
روشنی کا میں جارت مفسد مامنی بیفت و دشمنی اس  
غایلی از نعمت کے کے نے لی نعمت کیا ذمہ دار تھے

جلد ۱ ص ۱۰۸	جی وور
ایجاد کی تلاوت اور اسی عین ایجاد شام کی میں میلاد میں بھروسہ والی چیز پر تحریر ہوتی خوبی دوست خوب ایجاد کریں خوب اور خلیل ہیا در جلوں مقصود فرماد فرماد افسوس ایجاد ایجاد میں ایجاد ایجاد ایجاد ایجاد ایجاد ایجاد ایجاد تبر کا کل ایجاد ہے ایجاد کی تلاوت کیا کوئی ایجاد	

"مسجد مکبودی" جاری کیا۔ یہ اخبار ۳۳ برس تک جاری رہا۔ اس کے نمایاں کارناموں میں ستیٰ کی رسم (شوہر کے مرنے کے بعد بیوی کا بھی ساتھ زندہ جل مرنے کی ہندوانہ رسم) کا خاتمه ہے۔ ۱۸۲۹ء کو جب لارڈ ولیم بنٹلیک نے قانونی طور پر ستیٰ کی رسم منسوج قرار دی تو اس وقت ستیٰ کی رسم کی حمایت میں سات اخبار ٹھل رہے تھے۔ ان میں سب سے نمایاں اخبار "سما چار چند ری" تھا جس کا اجراء ۱۸۲۲ء میں ہوا۔ اس کے ایڈٹر بھوافی چون بزی، اخبار سبد مکبودی کے ایڈٹر رہ چکے تھے۔ سما چار چند ری نے ستیٰ کی رسم پر پابندی کے باوجود واس کے حق میں حکم جاری رکھی۔

رام موہن رائے نے "مراہ الاخبار" کے نام سے فارسی کا اخبار، ۲۰ اپریل ۱۸۲۲ء کو جاری کیا۔ مراہ الاخبار ہندوستان میں فارسی کا پہلا مطبوعہ اخبار تھا۔ مراہ الاخبار کے بعد "جام جہاں نما" فارسی کا دوسرا اور اردو کا پہلا اخبار ۱۸۲۳ء میں جاری ہوا۔ اس کے ایڈٹر منشی سدا سکھ تھے۔ جام جہاں نما کے سرورق پر ایسٹ انڈیا کمپنی کا نشان چاپنے کا مقصد یہ تھا کہ اس اخبار کو حکومتی سرپرستی حاصل ہے۔ پہلا گجراتی اخبار "بمبئی سما چار" ۱۸۲۲ء کو بمبئی سے ٹھل۔ اس ہفتہوار اخبار کے ایڈٹر کا نام مرزا بن جی تھا۔ "ہندوستانی اخبار نویسی" کے صاحف محمد عقین صدقی کے مطابق یہ اخبار آج بھی جاری ہے۔ یہی نہیں کہ مقامی زبان کا قدیم ترین اخبار ہے بلکہ آج بھی ترقی کی منازل طے کر رہا ہے۔

ہندی زبان کا پہلا اخبار "اوڈنستار تند" ۱۸۲۶ء کو دیوناگری رسم الخط میں شروع ہوا، اس کے ایڈٹر منو شاک تھے۔ اخبار کی صفات آٹھ صفحے اور چندہ دو روپے ماہوار تھا۔ اس اخبار کے پر تیر پبلیشور جگل کھور شکلات تھے۔ فارسی زبان میں مراہ الاخبار اور جام جہاں نما کے بعد تیسرا ہفتہوار اخبار گلستان ہی سے ۱۸۲۳ء کو شروع ہوا، اس کے ایڈٹر کا نام ماصر موہن تھا۔ چار سال تک جاری رہنے والا یہ اخبار ۱۸۲۷ء کو ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔ فارسی زبان میں ایک اور اخبار، رام پور سے ڈگل درشن اور سما چار درین نکالتے والے پادریوں کے نمائندے مارش میں نے ۱۸۲۶ء میں "سی راسپور" کے نام سے جاری کیا۔ سی راسپور حکومتی تعاون نے ۱۸۲۸ء تک جاری رہا۔ جب حکومت نے مالی دشواریوں کی وجہ سے راسپور کے بیگناں اور فارسی اخبارات کی مالی امداد بند کی تو سی رام پور کے لیے اپنا وجود برقرار رکھنا ممکن نہ رہا۔

۱۸۲۸ء کے وسط میں لارڈ ولیم نیک کے گورنر جنرل کا عہدہ سنپھالا تو ہندوستان کے اہل صافت نے اسے اخبارات و رسائل کے لیے ہوا کا خوشنگوار جھونکا محسوس کیا۔ لارڈ نیک اپنے پیشروں کے مقابلہ میں اخبارات کو آزادی کے ساتھ کام کرنے کا حامی تھا۔ رام موہن رائے جھوٹ نے "مراد الاخبار" بند کرنے کے بعد صافی زندگی سے کارہ کئی کری تھی، لارڈ نیک کے دور میں انھوں نے بھی دوبارہ میدان صافت میں قدم رکھا۔ نیک کے دور میں ۱۸۲۹ء میں ۱۱۹ کو "بھکال ہیرلڈ" شروع ہوا۔ یہ ایک انگریز رابرٹ منگھری اور ایک ہندوستانی فیل رتن بلدر کی مشترکہ ادارت میں تھلا۔ بھکال ہیرلڈ کے علاوہ نیل رتن بلدر، بھگلہ فارسی زبانوں پر مشتمل اخبار "بھکادت" کے بھی ایڈٹر تھے۔ اس اخبار کے اجراء کے لیے ۱۰ اپریل ۱۸۳۰ء کو درخواست دی گئی تھی۔ ۱۸۳۰ء ہی میں گلکتہ سے ایک اور بھگلہ فارسی اخبار سماچار سواراج تھلا تھا۔ اس اخبار کے ایڈٹر درلب چندر چٹو پا دھیا تھے۔ ۱۸۳۱ء کو بھگلہ زبان میں اخبار "پرد جاک" جاری ہوا اس کے ایڈٹر کا نام ایشور چندر تھا، اپنے ادبی مصنایں کی وجہ سے اپنے زانے کے مقبول ترین اخبارات میں شمار کیا جاتا تھا۔ یہ اخبار خواتین کی تعلیم کا مقابلہ تھا اس لیے سی رام پور کے اخبار "سماچار درپن" سے نوک جھوک رہتی تھی۔ ۱۸۳۱ء ہی کو گلکتہ سے بھگلہ زبان میں روزنامہ "گیانے شن" شروع ہوا، اس کی مجلس ادارت میں دھکنار بنی مکر جی اور اسک ملک شامل تھے۔ یہ اخبار ہندوستان کی اصلاح کا علمبردار اور تعصب و توهیم پرستی کا مقابلہ تھا۔

لارڈ ولیم نیک گورنر جنرل ہندوستان کے دور میں بمبئی میں بھی صافت نے خوب فروغ حاصل کیا۔ ۱۸۳۱ء نیک بمبئی میں صرف انگریزی کے دس اخبارات شائع ہو رہے تھے۔ بمبئی کے پہلے گجراتی اخبار "بمبئی سماچار" کے نو سال بعد بمبئی سے دوسرے گجراتی اخبار "بمبئی ور تھان" کا اجراء ۱۸۳۱ء میں ہوا۔ اس ہفتہ وار اخبار کے ایڈٹر کا نام نوروز بھی داراب بھی تھا۔ ایک سال اور ایک ماہ کے بعد اس کا نام "مبیانا بلکارو آنے ور تھان" کر دیا گیا اور ہفتہ وار کی بجائے سرروزہ ہو گیا۔ ۱۸۳۱ء ہی میں ایک اور ہفتہ وار گجراتی اخبار "جام جشید" کا آغاز ہوا۔ اس کے مالک و مدیر پستون بھی مانک بھی سوتی والا تھے۔ ڈیڑھ سو سال گزرنے کے بعد آج بھی پارسیوں کا مقبول عام روزنامہ ہے۔

مرہٹی زبان میں پہلا اخبار ۱۸۳۲ء "بمبئی درپن" کے نام سے پونا سے شروع ہوا،



پندرہ نون بیان خاں کا ملکی تھا جس کا چاندی گل پہلو سے تھا۔ وکیل کو پورے پڑھنے اور شعبہ  
بیہمی مفتر تباہ سامنے کر دیا گیا۔ وکیل کو نہیں پیدا ہوا بلکہ وہ قبور سے نہیں  
ذمہ دار کو خلیل نہ کیا ہے۔ وہ ملکی کے ساتھ کوئی ہمارے درجہ کی کامیابی نہیں۔

## أفضل الأذكار

پندرہ بیان خاں کے ساتھ ملکی تھا جس کا چاندی گل پہلو سے تھا۔ وکیل کو پورے پڑھنے اور شعبہ  
بیہمی مفتر تباہ سامنے کر دیا گیا۔ وہ ملکی کے ساتھ کوئی ہمارے درجہ کی کامیابی  
نہیں۔ وکیل ملکی کی بنا میں ہے۔ وکیل کو اس سے ملکی مفت ہے۔ اور وہ اپنے ملکی  
کے ساتھ ملتا کہ وکیل نہیں۔ وکیل کو اپنے ملکی مفت ہے۔ اور اپنے ملکی مفت  
کے ساتھ ملتا کہ وکیل نہیں۔ اسکے لئے پہلے اپنے ملکی مفت ہے۔ اور اسی وجہ سے  
مرغی خدا کو ملکی مفت کے ساتھ ملتا کہ وکیل نہیں۔ اسکے لئے پہلے اپنے ملکی مفت ہے۔  
میں بس بیکار کو کبھی بیان خاں کے لئے لیسی اسی اکیل ہو۔ اسکے لئے اسی اکیل ہے۔ پہلے اپنے  
کام کے ساتھ ملتا کہ وکیل نہیں۔ اسکے لئے اسی اکیل ہے۔ کام کی وجہ سے اسی اکیل ہے۔  
اکیل کام کے ساتھ ملتا کہ وکیل نہیں۔ اسکے لئے اسی اکیل ہے۔ کام کی وجہ سے اسی اکیل ہے۔  
کام کی وجہ سے اسی اکیل ہے۔ اسکے لئے اسی اکیل ہے۔

**دھرم امتحان**

گاہر رہ پہنچا کیلے، واتاں ملک کیلے  
ایک جو زندگی نہ شاد زندگی، وہ صوف ملک پہنچا کیلے، واتاں ملک کیلے  
بیرون اس مذاہد کیلے، دل کیلے، دل کیلے  
کھلب کیلے، کھلب کیلے، کھلب کیلے، کھلب کیلے

وکیل کیلے، کیلے، کیلے، کیلے، کیلے، کیلے  
کیلے، سے پہلے ملک کیلے، ملک کیلے، ملک کیلے  
کیلے، ملک کیلے، کیلے، کیلے، کیلے، کیلے  
کیلے، کیلے، کیلے، کیلے، کیلے، کیلے، کیلے  
کیلے، کیلے، کیلے، کیلے، کیلے، کیلے، کیلے

دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان  
دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان  
دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان

دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان  
دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان  
دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان

دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان  
دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان  
دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان

دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان  
دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان  
دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان

دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان  
دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان  
دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان، دھرم امتحان



ہس کے ایڈٹر شاستری جم بیل تھے۔ آٹھ سال چاری رہنے کے بعد بمبئی درپن نے "یونائٹیڈ" سروس گرٹ اینڈ لٹریری کانسل" کی شکل اختیار کر لی۔ شاستری جم بیل نے ایک اور اخبار "وگل درشن" کے نام سے چاری کیا۔ یہ مردمی زبان کا پہلا مہانہ رسالہ تاجس میں علی، سانتی اور با تصویر تاریخی صنایں اور مہینے بھر کی اہم خبروں کا خلاصہ بھی دیا جاتا تھا۔

شمالی ہندوستان کا پہلا فارسی اخبار ۱۸۳۳ء میں "زندہ الاخبار" کے نام سے چاری ہوا، اس کے ایڈٹر کا نام منشی واحد تھا۔ فوری ۱۸۳۱ء میں گلکتہ اور آگرہ سے "آئینہ سکندر" شروع ہوا۔ اس کے ایڈٹر سراج الدین لکھنؤی تھے۔ ۱۸۳۳ء میں گلکتہ سے مولوی وہابی الدین کی زیر ادارت "ماہ عالم افروز" چاری ہوا۔ ہفت روزہ "سلطان الاخبار" ۱۸۳۵ء اگست ۱۸۳۵ء کو "لدھیانہ اخبار" شروع کیا۔ "مرہ منیر" گلکتہ کا اولین فارسی اخبار تھا جو ہفتہ میں تین بار شائع ہوتا تھا۔ یہ جنوری ۱۸۴۱ء کو چاری ہوا۔ ہفت روزہ "احسن الاخبار" نومبر ۱۸۴۳ء میں پارشاوی ہوتا تھا۔ یہ جنوری ۱۸۴۱ء کے چاری ہوا۔ ہفتہ ایڈٹر "سراج الاخبار" کے نام سے ہفتہ وار اخبار کو بمبئی سے لکھنا شروع ہوا۔ ۱۸۴۱ء میں دہلی سے "سراج الاخبار" کے نام سے ہفتہ وار اخبار چاری ہوا۔ اس کے ایڈٹر کا نام سید اولاعلیٰ تھا۔ جبکہ گکران مصلح الدولہ سید ابوالقاسم تھا۔ یہ اخبار مغلیہ خاندان کے آخری حکمران بہادر شاہ ظفر کے دربار کا روزنامہ تھا۔ "سفرج القلوب" ۱۸۵۵ء میں کراچی سے شروع ہوا۔ اس ہفت روزہ اخبار کے پہلے مدیر مرزا خلص علی تھا۔ یہ ۱۹۰۶ء تک چاری رہا۔ پشاور کا ہفت روزہ "مرتضائی" ۱۸۵۵ء میں فارسی زبان کا ذوق رکھنے والوں کی تکمیل کے لیے شروع کیا گیا۔ سفرج القلوب کراچی کے علاوہ مرزا خلص علی نے سکر سے "سلطان خورشید" چاری کیا جسے وہ بعد ازاں کراچی لے آئے۔

انیسویں صدی کے آغاز ہی میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنی تمام تر ہمالیا یوں کے ساتھ گلکتہ و پریخت سے دو چار مغلیہ سلطنت پر دسترس حاصل کر لی تھی۔ اس نے اپنے اثرات کو موڑو سمجھم بنانے کے لیے فارسی زبان کی سرکاری حیثیت ختم کر کے ۱۸۳۰ء میں اردو کو سرکاری زبان قرار دے دیا جس کے نتیجہ میں اردو زبان و دادب اور صحافت پر دور رس اثرات مرتب ہوئے۔ اردو زبان کو غیر معمولی فروغ حاصل ہوا۔ ۱۸۵۳ء میں سرچارلس شکاف کی جانب سے صحافت پر عائد پابندیوں میں نزدی سے علاقائی زبانوں با تصویص اردو صحافت کو بہت فائدہ پہنچا۔ لیکن طرز طباعت نے اخبارات کی طباعت و اشاعت کو مٹا سپ

# باجمیان نما

لکھاں ۱۸۶۷ء، بخ ۱۲ ماہ اکتوبر نئے ۱۸۶۸ء مصوبی اور چھار سو

*\* European Gentlemen, who may wish to be supplied with this Paper, either for their own personal, or from a benevolent desire to diffuse knowledge among the native members of their sets, Mischment, may be supplied with it, on application to, THE AGRICULTURAL DEPTT of Calcutta, at three Rupees per Month, including the Oordoo Supplement.*

خیر تشریف اور یہ متن

صاحب ارالکستان

شہر اپنا جناب سر جان فرالکس

پکی از حاکمان حدال الدسویں کو رکت گلت

و نئی افرادی این دارا و ارادہ شد تو شلک

— اسی از اللہ بتلہ بیس سر

خیر مردم

مہدوں چہرہ ات ہر نبیل سر ایں کل صائب

ہر قو س پتھر و ہبہ ادیم دنواز ہر ۱۰

سنہر کہ ہنسو، نواب کو نہ بنتل

بہادر دا ام اقبال رسید شاہد این مال

اس کہ ششم نام مذکور مردم دا ۱۰

بہر دلمنس برسنہت منکی بیر قی کر

حامت ملح ازان ہوان ہو دلصب کردا

شہزادہ رہمہہ بسامبان

سنہ بر آؤ دلی ماجب سکر ز لکش

شامہنہاں باد

مسٹراہ اودیں ملکب استنت ایدا

لہرو د دناب اکو کہر بیر صاحب

بہادر کمنڈون چبل

دہارم اتنا اغڑو ز سلیمان سواری سو

ساو، معظم الہ برجہات ہارہاں لکڑ

او اغٹ سو ازان دیکھا داد دادو:

الساعل ؟ اللہ مل مسٹا استادہ

ہو دو ہتھاں مددوح از بیان ہر دو ص.

گھوٹکہ بلالہ تشریف بردو گوہ ابرا ایان

لکھ سب د سورا را سلیمانی ایان

تو پہ بندھاہر سالمبرو

# جامع مسان نما



اودوزہ ان بین نمبر ۱۱۲ کا، بع ۱۱۲ اکتوبر سندھ ۱۹۷۰ء میں

دائل جوئے حاصل عالم بہادر سے لر ۱۱  
کی بیان حاضر ہو ملودہ ولد ہار غورتے کی  
کاڑی میں سوار ہو صن امیر کو کو  
دہلان حاصل عالم بہادر کے رہنے کے  
داسیے اداست ہوا تھا مطہر  
ایک شیخ اپنی اور ایک بٹی کو  
دوسرے کی سلیمانی مل سرا میں آئے  
اور اس الح کی اڑا بھی سے بہت  
سے در ہوئے اتنے حریتے میں نواب  
معتمد الدولہ ہو ملود کے حکم سے  
از یادگار صاحب کی فہرست میں رہنے  
حضور میں آئے جاؤت گراہی کرنے  
حاصل عالم بہادر کے ساتھ رہنے  
اور مظہر امیر ہے پر سو ۱۹۷۰ء میں  
ملک گو نصر بیف سے گئے اور ایک  
خوان انسانیں کا سفر از مسلمان جد  
کو بھوا ۱۹۷۱ء امرت ول جرفی بیکی سے  
ہیں نلوادیں خاص کوئی سے منکو اک

لہو تو کی ضیر  
اخبار کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ایک دن  
حضرت بادشاہ نے دوست مادر دہلی  
ستر بیس وکھہ صاحب کی نیا لالی کو  
بھرا کی سے صباہ کر بھجہا ہو وہ اور نے  
ایک اشرفی انعام ہائی مشہر اسال  
لہیح صاحب ہوئے صاحب کی طرف سے  
استقبال کو نشر ہد ایے بادشاہ کی  
سوا ایک روزہ نشی کوئی کو متوجہ ہوئی  
کوئی کے مقابل اپنی سچا ہون کی  
صف بازی سے کوہ دی نہیں ان سچوں نے  
موافق دستور کے ۸۰ میں کنی را یہ نت صاحب  
کوئی سے نزل حضرت کو اور سے لئے  
حاضری کے ۸۰ ی خلوات میں کبہ باقیں ہوئیں  
عنه العروضی عارف نے حضرت مطرے  
بلدی مالی کو جسی نعلی مبوبے کی ڈالی  
گذر اپنی نہیں پالنے کا امرت دے اور نام دے  
ولیان سے سوار ہوئے مسلمان امین

کے مقابلے میں سنا اور آسان کر دیا۔ اس کے علاوہ حکومتی سرپرستی نے بھی اردو صحفت کو پروان چڑھایا۔

اردو صحفت کے آغاز کے متعلق بہت سلسلے دو آراء موجود تھیں کہ اردو کا پہلا خبر دہلي اخبار تھا یا جام جہاں نما۔ موجودہ دور کی تحقیق کے نتیجے میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ گلگتہ کا "جام جہاں نما" اردو کا پہلا خبر تھا لیکن اسے ابتداء میں عوامی پذیر ائمہ حاصل نہ ہوئی تو اس کی انتظامیہ نے اسے فارسی زبان میں شائع کرنا شروع کر دیا۔ اردو زبان میں "جام جہاں نما" کا آغاز ۲۲ اکتوبر ۱۸۲۲ء کو ہوا۔ یہ چار صفحات پر مشتمل ہوتا تھا۔ اخبار میں خبروں کے علاوہ شعر و ادب سے متعلق تحریریں بھی شائع ہوتی تھیں۔ اس کے علاوہ تاریخ انگلستان اور تاریخ عالمگیری کے تراجم قسط وار شائع ہوتے تھے۔ اس اخبار کا انداز تحریر سلسلہ ہوا تھا اور مصنایف اس دور کے حالات و واقعات کی عکاسی کرتے تھے۔ قیمت کی زیادتی اور فارسیں کی کمی کی وجہ سے یہ اخبار زیادہ دیر تک جاری نہ رہا اور بالآخر ۱۸۲۸ء کو بند ہو گیا۔

شمالي ہند کا پہلا اور بر صنیف کا دوسرا اردو اخبار "دہلي اخبار" ۱۸۳۱ء میں مولانا محمد حسین آزاد کے والد مولوی محمد باقر نے شروع کیا۔ ۱۸۳۰ء کو اخبار کا نام دہلي اخبار کی جائے "دہلي اردو اخبار" کر دیا گیا۔ اس اخبار میں ادبی تحریروں کے علاوہ مرزا غالب، موسن خاں، موسمن اور بہادر شاہ ظفر کا کلام بھی شائع ہوتا تھا۔ تحریریں اکیس سال تک جاری رہنے کے بعد ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مولوی محمد باقر کی شہادت کی وجہ سے بند ہو گیا۔ مولوی باقر نے اہل تشیع کے خیالات و نظریات کو عام کرنے کے لئے اکتوبر ۱۸۳۳ء میں "مظہر حق" کے نام سے اخبار جاری کیا، جو پانچ سال تک جاری رہنے کے بعد ۱۸۳۸ء میں بند ہو گیا۔ ۱۸۳۳ء میں مصلح قوم سر سید احمد خاں کے بھائی سید محمد خاں نے دہلي سے "سید الاخبار" کے نام سے ہفتہ وار اخبار نکالا، اس کے ایڈٹر مولوی عبد الغفور تھے۔ محققین اردو صحفت کے مطابق "صادق الاخبار" کے نام سے ۱۸۳۳ء سے ۱۸۵۶ء تک پانچ مختلف اخبار جاری ہوئے۔ دہلي کلچ کے پروفیسر اور ممتاز عالم و فاضل مولوی کریم الدین نے ۱۸۳۵ء میں "کریم الاخبار" کے نام سے پرچہ جاری کیا جو تین سال کے بعد ۱۸۳۸ء میں بند ہو گیا۔

دہلي کے بعد اردو صحفت کا دوسرا بڑا مرکز لاہور تھا۔ پنجاب کا سب سے پہلا اخبار "شمس الاخبار" کے نام سے ہفتہ وار اخبار شیخ عبد اللہ کی زیر ادارت شروع ہوا، اس کی زبان اردو

اور سُم النظُر دیونا گئی تھا۔ شملہ اور اس کے گرونوں کے روسا اور راجاوں کی سرپرستی کے باوجود زیادہ دیر تک اپنا وجد برقرار نہ رکھ سکا۔ اس کے بعد منتہی ہر سکھ رائے نے "کوہ نور" کے نام سے لاہور شہر کا پہلا خبر ۱۸۵۰ء جنوری ۱۲ جنوری کیا۔ یہ ہفتہ میں دو پار شائع ہوتا تھا۔ "کوہ نور" نے نصف صدی سے زیادہ ۵۵ سال کی طولِ عمر پانی۔ "کوہ نور" کے اجراء کے چند ماہ بعد لاہور ہی سے ہفت روزہ "نور" فروع ہوا۔ اس اخبار کے ایڈٹر شرسوار الدین اور مالک فقیر سراج الدین تھے۔

۱۸۵۰ء میں گوجرانوالہ سے "گلزار پنجاب" منتہی کنڈاں نے چاری کیا۔ اسی سال سیالکوٹ سے "خورشید عالم" فروع ہوا۔ اس کے ایڈٹر منتہی دیوان چند نے تھے۔ ۱۸۵۳ء میں دیوان چند ہی نے سیالکوٹ سے "وکٹوریہ بیسیر" کے نام سے ہفتہ وار اخبار چاری کیا۔ یہ اخبار ۱۹۲۵ء تک شائع ہوتا رہا۔ دیوان چند نے ۱۸۵۳ء میں لاہور سے "ہماں بے بہا" اور "چھرہ فیض" کے نام سے بالترتیب پندرہ روزہ اور ہفتہ وار اخبار فروع کیے۔

پنجاب کے علاوہ مدراس آگرہ اور لکھنؤ سے بھی کئی اخبارات کا اجراء ہوا۔ مدراس کا سب سے پہلا اخبار، "اعظم الاخبار" ۱۸۳۸ء میں چاری ہوا۔ کرناٹک کے نواب محمد غوث خان اعظم کے تخلص کی مناسبت سے اس کا نام اعظم الاخبار رکھا گیا۔ ۱۸۳۹ء میں مدراس سے ایک اور اخبار "تیسیر الاخبار" فروع ہوا۔ اس ہفتہ وار اخبار کے ایڈٹر کا نام حسیم عبد الباطن عشق تھا۔ تیسیر الاخبار میں ملکی اور غیر ملکی خبروں کے علاوہ مقامی راجاوں کی خبریں اہتمام کے ساتھ شائع کی جاتی تھیں۔ ۱۸۴۹ء ہی میں مدراس سے "آختاب عالم تاب" فروع ہوا۔ سید رحمت اللہ کے زیر اہتمام ۱۸۵۲ء میں "جاح الاخبار" کے نام سے ہفتہ وار اخبار مدراس سے نکلا۔ اس اخبار میں مدراس کو نسل کی کارروائیاں اور فورٹ جارج کے احکامات بھی شائع کیے جاتے تھے۔

آگرہ سے ۱۸۴۶ء میں "صدر الاخبار" کے نام سے پہلا ردو اخبار چاری ہوا۔ اس کا پہلا ایڈٹر فنک تھا۔ اس کے بعد قالن نای شخص ایڈٹر بننا۔ اس اخبار میں زیادہ تر علی اور سائنسی مصنایں شائع ہوا کرتے تھے۔ سڑ قالن نے کچھ عرصہ بعد اس اخبار کا نام تبدیل کر کے "اخبار المسائیق" رکھ دیا۔ آگرہ ہی سے ۱۸۴۹ء میں دو اخبار "قلوب الاخبار" اور "اخبار النواح" فروع ہوئے۔ قطب الاخبار مسلمانوں کی نمائندگی کرتا تھا جبکہ اخبار النواح، ہندوؤں

# کوہ نور کلاد

نشر کشمیر مطب جو عہدی کیم جولائی میلاد عرب و پختہ

بمحض بیان پختہ دیا پختہ اور پختہ کو پھا بایا پختہ سکن پختہ جو عہدی میں پختہ پیشی مالا جام  
اور پیشہ پختہ لام مصہ

گلزاری حسکہ کوئی نہ تھا، حضرت پھاروں کے ذوق سطح دراز و فضل کرنا کہ پیشہ پیشہ طور پر

آنکھات کو پختہ کرتے الیہ

خواست و خیم

ایمن سندھ

پیر کر خواب زیب کو زیر پر خدا صادر کی  
وہ بندہ دی کو جو حد سوکی شامل شل پختہ

خدا ب آنہیں پر پختہ بعد اس کو زندہ  
کے نیکا دے، وہ جوں پختہ کو کو ایکت

شہیدیں افراہ

پھر شکم ہوا کی ایکتی، نکر زخمیں خام کے

لعلے سکنے پختہ کر بایا کیا

لما ایکت پیشہ سمسار اصبع اع

ایکت محسوس تھیں ہم رکن شکنے پیجے

# الدستور

## مختصر

اہمار بار کاہ فلک ششیا  
 دلخواہ خانہ ان حالی خان  
 الکمالی چراغ دودمان نجف  
 ان جیقرانی عصر طلب سخان  
 پنجم الرحمان خلد الدعائی ملک  
 لامبی اوز بان کنگر کرنجی شانی رع  
 و طسم خان نهنا پیر غوری صاحب قوانی راج  
 لادھوئی از بندشہ ایوب کشمکش و اقراں  
 پار اسرا مرثیت از دبیر بابک سرف احمدیہ  
 افغان شعسل ادرک محل پیرت شہل بیرونی  
 و دودھ ایجات سماکی شهر خواستہ دیشی  
 پولکن حضور ایام لزراد خاصی بجهوی راز  
 ایهار اسیانی ام عدوہ فرنشہ از دیزین  
 ہمراهہ مشہد ایکنیون غنی دیزین  
 پیکن اتحال ایاس سہم نورده بجهوی دلا  
 پلکشند بر قیار ذخیرہ بسوار پر  
 پنده بدبب نمکنیں سے صید دنکا  
 و دودھ رام بند خور وہ سماں میہ دھکل  
 پیکن سعیں ایلام باد اور زور پر

# THE AKHBAR-I-AM.

لکھنؤ  
لیکھنؤ پرہام  
لیکھنؤ بڑھانے  
لیکھنؤ پرہام  
لیکھنؤ پرہام  
لیکھنؤ پرہام  
لیکھنؤ پرہام  
لیکھنؤ پرہام  
لیکھنؤ پرہام



لکھنؤ  
لکھنؤ پرہام  
لکھنؤ پرہام  
لکھنؤ پرہام  
لکھنؤ پرہام

جلد ۲۳

لاہور۔ شبہ۔ ۱۵ فروری ۱۸۹۹ء

No. ۱۱۱

LAHORE - SATURDAY, FEBRUARY 15, 1899.

نمر ۲۹

No. 29.

لکھنؤ کی تحریک

## اخبار کی تحریک

لکھنؤ کی تحریک



ہستوار دوڑ شیخ نمبر (۸۱) مطبوعہ (۲) اپریل ۱۹۹۵ء ع مطابق (۵) شوال ۱۴۲۳ھ جلد

محلہ چکور سرخ مسجد خداوند مدنظر ملکی ایک  
شین پارکتھے ملکی بنا و قات ملت نامہ پڑھنے موقت  
وقوف رکھنے تھے جن -  
سامان کا ڈاک صورتی ہے کاشتہ اور گلہ و فون ایک  
وقت ایک طبق ایک یہ مصیب ہے جسے بننے میں اور کریم  
ایک درست سے بھی صحت ایضاً ملکی شین پارک  
خداوند شریف اور ایک غصیں کی تو ترک لادھانی و  
ہر لیزی کے اصل کرپشن نظر کے ہم و خضری وہ  
مدھانی کا فیرمہ سید کریم میلت نہیں کرنے والے  
کوئی باوب شرکت نام کے لئے ملکی کرنے کے کیم  
سو ناخاری کے وقت کہہ ہے بعد ملکی کو کاہر تبلیغ  
گردی کی رہتے نامہ بدر کے پر لفظ اور احمد نامہ ملکی  
مند ب محالہ ہے کے اسلام کاڑھ جلاں میں میں  
گرپھے کی پریزی ملی تھی اسے ہوئی کرم ایساں  
جی نبی خپل ارسی متاب نواب سلطان الحکمہ بادر کے  
ذمہ دار اکنے قریب میں کے اور مدد نان کریم  
سرول است الی من اسی پر بچی ہوئے تھے کہ اور ملکی  
تھی کہتی تھی زیر احقر کے دید پر اور سے شریف ہر گھنے  
گریز ایک دن شریف نامہ تھے اور ایک  
غیرہ براپ بکل رات خود پر فوجہ فراہشے ذمہ دار

سید زباد  
دکن کنٹ

۵۰۶  
ادھان کوئی دقت خلافتی کی کوئی کوئی کوئی کوئی  
مشتہ میں مجنیان ہے میں  
ہمان شریف اور ایک غصیں کی تو ترک لادھانی و  
ہر لیزی کے اصل کرپشن نظر کے ہم و خضری وہ  
سو ناخاری کے وقت کہہ ہے بعد ملکی کو کاہر تبلیغ  
گردی کی رہتے نامہ بدر کے پر لفظ اور احمد نامہ ملکی  
مند ب محالہ ہے کے اسلام کاڑھ جلاں میں میں  
گرپھے کی پریزی ملی تھی اسے ہوئی کرم ایساں  
جی نبی خپل ارسی متاب نواب سلطان الحکمہ بادر کے  
ذمہ دار اکنے قریب میں کے اور مدد نان کریم  
سرول است الی من اسی پر بچی ہوئے تھے کہ اور ملکی  
تھی کہتی تھی زیر احقر کے دید پر اور سے شریف ہر گھنے  
گریز ایک دن شریف نامہ تھے اور ایک  
غیرہ براپ بکل رات خود پر فوجہ فراہشے ذمہ دار

کی دلپی کی تحریریں شائع کیا کرتا تھا۔ ۱۸۵۲ء کو "نور الابصار" کے نام سے ہفت روزہ اخبار جاری ہوا۔ ۱۸۵۲ء میں منتی نول کشور کی زیر اواتر شروع ہوا۔ یہ اخبار آگرہ کے دوسرے تمام اخبارات کے مقابلے میں نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔

لکھنؤ سے اردو کا پہلا اخبار "طلسم لکھنؤ" کے نام سے جولائی ۱۸۵۲ء کو نکلا۔ اس کے ایڈٹر شرکا نام مولوی محمد یعقوب فریگی محلی تھا۔ یہ ہفتہ وار اخبار ہر جمعہ کو باقاعدگی سے شائع ہوا کرتا تھا۔ نومبر ۱۸۵۲ء کو گھیر زائی عیاش اور پندت بیچ ناٹھنے مل کر "سر ساری" کے مختلف نام سے ہفتہ وار اخبار جاری کیا۔ مواد اور انداز تحریر کے لحاظ سے یہ اخبار طلسم لکھنؤ سے ۱۸۵۲ء کے آخری دنوں میں لکھنؤ ہی سے "مژن الاخبار" کے نام سے اخبار شروع ہوا۔ ۱۸۵۲ء کی جنگ آزادی سے چند ماہ قبل محمد عبد اللہ خاں نے "تاج الاخبار" جاری کیا۔

۱/۲۹ جنوری ۱۸۵۰ء کو شائع ہونے والے ہندوستان کے سب سے پہلے اخبار "ہکی گڑھ" سے لے کر مارچ ۱۸۵۷ء کو جاری ہونے والے "تاج الاخبار" تک ایسٹ انڈیا کمپنی کے ۷ سالہ دور حکومت میں نہ جانے کتنے اپیے اخبارات و رسائل جاری ہوئے، جو اسند اور نام کی نذر ہو گئے۔ جن رسائل و جرائد تک اپنی تحقیقی رسانی حاصل کر کے ہیں ان کی ایک جملہ یہاں پیش کی جا رہی ہے۔

## مطبوعہ صحافت ۱۸۰۷ء تا ۱۸۵۰ء (انگریزی)

- |       |               |   |
|-------|---------------|---|
| ۱۷۸۰ء | جیز آ گٹش     | ۱۔ ہفت روزہ ہکی بیگال گڑھ گلکتہ (انگریزی) |
| ۱۷۸۰ء | لی فیرنگ      | ۲۔ ہفت روزہ انڈیا گڑھ گلکتہ (انگریزی)     |
| ۱۷۸۳ء | فرانس گلکیدون | ۳۔ ہفت روزہ گلکتہ گڑھ گلکتہ (انگریزی)     |
| ۱۷۸۵ء | رجڈ جانس      | ۴۔ ہفت روزہ کور سیر مدرس (انگریزی)        |
| ۱۷۸۵ء | تاسس جونس     | ۵۔ ہفت روزہ بیگال جنرل، گلکتہ (انگریزی)   |
| ۱۷۸۹ء | ڈیگن ٹکس      | ۶۔ ہفت روزہ بمبی بیر الدہ، بمبی (انگریزی) |
| ۱۸۹۱ء | ہیوچ بو آئیڈ  | ۷۔ ہفت روزہ ہر کار و مدرس (انگریزی)       |

۱۸۹۵ء	لیم سن	۷۹۵	۸۔ ہفت روزہ مدرس گزٹ، مدرس (انگریزی)
۱۸۹۹ء	چارلس بروس	۷۹۹	۹۔ ہفت روزہ ایشیا نیک مرر، گلکتہ (انگریزی)
۱۸۱۸ء	ڈاکٹر مارش مین	۱۸۱۸	۱۰۔ ماہنامہ فرینڈ آف انڈیا، گلکتہ (انگریزی)
۱۸۲۱ء	راپرٹ نائس	۱۸۲۱	۱۱۔ ہفت روزہ ان دی ایسٹ، گلکتہ (انگریزی)
۱۸۲۱ء	کلپٹن پیٹریو کیٹ	۱۸۲۱	۱۲۔ ہفت روزہ سیرٹھ آبزور سیرٹھ (انگریزی)
۱۸۲۳ء	کرنل میپرو	۱۸۲۳	۱۳۔ ہفت روزہ دہلی گزٹ، دہلی (انگریزی)
۱۸۲۵ء	.....	۱۸۲۵	۱۴۔ ہفت روزہ یونیورسٹی میگزین، سیرٹھ (انگریزی)
۱۸۲۸ء	کوپنگ	۱۸۲۸	۱۵۔ ہفت روزہ دہلی ایڈورٹھائز، سیرٹھ (انگریزی)
۱۸۲۸ء	عیسائی مشتری ادارہ	۱۸۲۸	۱۶۔ ہفت روزہ بنارس میگزین، بنارس (انگریزی)
۱۸۵۷ء	.....	۱۸۵۷	۱۷۔ ہفت روزہ وی فری پرنس جرنل (انگریزی)

## مقامی زبانوں میں شائع ہونے والے اخبارات و رسائل:

۱۸۱۸ء	ڈاکٹر مارش مین	(بنگال)	۱۔ ماہنامہ ڈگ درشن گلکتہ
۱۸۱۸ء	جے گوپال نارا	.....	۲۔ ہفت روزہ سماچار درپن گلکتہ
۱۸۲۱ء	موہن رائے	.....	۳۔ ماہنامہ سہر کھبودی، گلکتہ
۱۸۲۱ء	.....	(بنگالی انگریزی)	۴۔ ماہنامہ برہمنشل میگزین، گلکتہ
۱۸۲۲ء	موہن رائے	(فارسی)	۵۔ ہفت روزہ مرہبالا خبار، گلکتہ
۱۸۲۲ء	مشی سدا سکھ	.....	۶۔ ہفت روزہ جامہل نما
۱۸۲۲ء	مشی سدا سکھ	(اردو)	۷۔ ہفت روزہ جامہل نما
۱۸۲۲ء	مرزان جی	(گجراتی)	۸۔ ہفت روزہ بمبئی سماچار
۱۸۲۲ء	بابو بھوائی چرن	(بنگالی)	۹۔ ہفت روزہ سماچار، چندری
۱۸۲۲ء	چلک تھور شکلا	(ہندی)	۱۰۔ ہفت روزہ اودنست مارتند
۱۸۳۰ء	نیل رتن یلدر	(بنگالی افارسی)	۱۱۔ ہفت روزہ بیگاوت
۱۸۳۰ء	چندر چٹو پاؤ حیا	(بنگالی افارسی)	۱۲۔ ہفت روزہ سوراج اندر و

۱۸۳۱ء	دکھنار بجن کمر جی	(بیگان)	۱۳۔ ہفت روزہ گنانے شن
۱۸۳۱ء	نوروز جی دراب جی	(گجراتی)	۱۴۔ ہفت روزہ بمبئی در تسان
۱۸۳۱ء	پستون جی مانک جی	(گجراتی)	۱۵۔ ہفت روزہ جام جمشید بمبئی
۱۸۳۱ء	مولوی سراج الدین	(فارسی)	۱۶۔ ہفت روزہ آئینہ سکندر، گلکتہ
۱۸۳۲ء	شاستری بیل کر	(مرہٹی)	۱۷۔ ہفت روزہ بمبئی در پن، بمبئی
۱۸۳۲ء	ڈاکٹر ہندرسن	(فارسی)	۱۸۔ ہفت روزہ آگرہ اخبار، آگرہ
۱۸۳۳ء	مشی واجد علی	(فارسی)	۱۹۔ ہفت روزہ زید بالا اخبار، آگرہ
۱۸۳۳ء	مولوی وہاچ الدین	(فارسی)	۲۰۔ ہفت روزہ ماہ عالم افروز گلکتہ
۱۸۳۵ء	رجب علی حسینی	.....	۲۱۔ ہفت روزہ سلطان الاخبار، گلکتہ
۱۸۳۷ء	مولوی محمد باقر	(اردو)	۲۲۔ ہفت روزہ دہلی اردو اخبار، دہلی
۱۸۳۷ء	آرسی مار تھر	(اردو)	۲۳۔ ہفت روزہ خیر خواہ ہند، مراد پور
۱۸۳۷ء	سید محمد خاں	.....	۲۴۔ ہفت روزہ سید الاخبار، دہلی
۱۸۳۱ء	محمد علی	(فارسی)	۲۵۔ ہفت روزہ عمد منیر، گلکتہ
۱۸۳۱ء	مصلح الدولہ	(فارسی)	۲۶۔ ہفت روزہ سراج الاخبار، دہلی
۱۸۳۳ء	شیخ لادا حسین	(اردو)	۲۷۔ ماہنامہ مظہر المعنی، دہلی
۱۸۳۳ء	.....	(فارسی)	۲۸۔ ہفت روزہ احسن الاخبار، بمبئی
۱۸۳۵ء	مولوی کریم الدین	(اردو)	۲۹۔ ہفت روزہ کریم الاخبار، دہلی
۱۸۳۵ء	شیر امکر	.....	۳۰۔ ہفت روزہ قران الحدیث، دہلی
۱۸۳۵ء	ماستر رام چندر	.....	۳۱۔ پندرہ روزہ فوائد الناظرین، دہلی
۱۸۳۶ء	.....	.....	۳۲۔ ہفت روزہ فوائد الشافعین، دہلی
۱۸۳۶ء	فنک اقالیں	"	۳۳۔ ہفت روزہ صدر الاخبار، آگرہ
۱۸۳۷ء	شیخ عبدالله	"	۳۴۔ ہفت روزہ شملہ اخبار، شملہ
۱۸۳۷ء	ماستر رام چندر	"	۳۵۔ ماہنامہ محب ہند، دہلی
۱۸۳۷ء	لال جی	.....	۳۶۔ ہفت روزہ عظیم الاخبار، مدرس
۱۸۳۸ء	.....	.....	۳۷۔ ہفت روزہ عظیم الاخبار، مدرس

۱۸۴۹ء	دھرم زائی	(اردو اہنگی)	۳۸۔ ہفت روزہ الوداع اخبار مدراس
۱۸۴۹ء	لکیم عبد الباط	(اردو)	۳۹۔ ہفت روزہ تفسیر الاخبار مدراس
۱۸۴۹ء	.....	(اردو)	۴۰۔ ہفت روزہ قطب الاخبار، آگرہ
۱۸۴۹ء	.....	.....	۴۱۔ ہفت روزہ اخبار النواح آگرہ
۱۸۴۹ء	مریشور کو بر	(گجراتی)	۴۲۔ ماہنامہ در تماں، احمد آباد
۱۸۴۹ء	"	(اردو)	۴۳۔ ہفت روزہ گزارہ سید شہ بخار، بنارس
۱۸۵۰ء	نوروز جی در اب جی	(گجراتی)	۴۴۔ ہفت روزہ چاک، بنارس
۱۸۵۰ء	و دیوار سنڈل	(گجراتی)	۴۵۔ ماہنامہ بدھی پر کاش
۱۸۵۰ء	"	(گجراتی)	۴۶۔ ہفت روزہ پریمیک گار
۱۸۵۰ء	علام فتح الدین	(اردو)	۴۷۔ دس روزہ ٹلسٹم حیرت مدراس
۱۸۵۰ء	مشی دیوان چند	.....	۴۸۔ ہفت روزہ چشمہ فیض سیالکوٹ
۱۸۵۰ء	مشی کندھال	.....	۴۹۔ ہفت روزہ گلزار پنجاب، گوجرانوالہ
-۱۸۵۰ء	.....	.....	۵۰۔ ہفت روزہ ریاض الخبراء، سیالکوٹ
۱۸۵۰ء	مشی ہر سکھ رائے	"	۵۱۔ ہفت روزہ کوہ نور، لاہور
۱۸۵۰ء	فقیر سراج الدین	نور	۵۲۔ ہفت روزہ دریائے نور، لاہور
۱۸۵۱ء	مشی مددی خاں	.....	۵۳۔ ہفت روزہ ریاض نور، ملتان
۱۸۵۱ء	محمد حسین خاں	.....	۵۴۔ ہفت روزہ نور علی نور لدھیانہ
۱۸۵۲ء	سید رحمت اللہ	.....	۵۵۔ ہفت روزہ جامع الابصار، مدراس
۱۸۵۲ء	.....	.....	۵۶۔ ہفت روزہ چشمہ خورشید، لاہور
۱۸۵۲ء	.....	.....	۵۷۔ ہفت روزہ نور الابصار، آگرہ
۱۸۵۲ء	کرشی داس سول جی	(گجراتی)	۵۸۔ ہفت روزہ ستیر پر کاش
۱۸۵۳ء	مشی پھمن پرشاد	(اردو اہنگی)	۵۹۔ ہفت روزہ گوالیار اخبار
۱۸۵۳ء	محمد ہاشم	(اردو)	۶۰۔ ہفت روزہ نور الاخبار آگرہ (بھار)
۱۸۵۳ء	مصطفیٰ خاں	(اردو)	۶۱۔ ہفت روزہ صادق الاخبار، دہلی

۱۸۵۳ء	علام نصیر الدین	(اردو)	۶۲۔ ہفت روزہ شماۓ شمس، لکھنؤ
۱۸۵۳ء	مشی دیوان چند	"	۶۳۔ ہمائے بے بہا، لاہور
۱۸۵۳ء	مشی دیوان چند	"	۶۴۔ ہفت روزہ دکٹور یہ پیپر، سیالکوٹ
۱۸۵۳ء	"	"	۶۵۔ مطلع الانوار، گجرات
۱۸۵۳ء	محمد احسن کلانوی	"	۶۶۔ ماہنامہ مسلم ہند، لاہور
۱۸۵۳ء	عبد القادر	(فارسی)	۶۷۔ ہفت روزہ گلشن نوبہار، گلستان
۱۸۵۳ء	مشی محمد بخش	(اردو)	۶۸۔ ہفت روزہ نیرا عظیم، انبارہ
۱۸۵۳ء	سید جمیل الدین	"	۶۹۔ صادق الاخبار، ولی
۱۸۵۵ء	خلاص علی مشهدی	(فارسی)	۷۰۔ ہفت روزہ مفرج التلوب، کراچی
۱۸۵۵ء	"	"	۷۱۔ ہفت روزہ مرتضیٰ، پشاور
۱۸۵۵ء	عیسائی مشنری اوارہ	(تامل)	۷۲۔ ہفت روزہ راج در آئی بود-سمی، پشاور
۱۸۵۵ء	"	(اردو)	۷۳۔ ہفت روزہ لاہور گزٹ، پشاور
۱۸۵۶ء	خواجہ بادشاہ عبرت	(اردو)	۷۴۔ ہفت روزہ مظہر الاخبار، مدراس
۱۸۵۶ء	مولوی محمد یعقوب	"	۷۵۔ ہفت روزہ طلسہ لکھنؤ
۱۸۵۶ء	زارِ عیاش	"	۷۶۔ ہفت روزہ سرسری
۱۸۵۶ء	مشی نول کشور	"	۷۷۔ ہفت روزہ سفیر آگڑہ
۱۸۵۷ء	محمد عبداللہ خاں	"	۷۸۔ ہفت روزہ تاج الاخبار، لکھنؤ

جنگ آزادی (۱۸۵۷ء) کے بعد ۱۹۰۰ء تک شائع ہونے والے اخبارات و رسائل:

۱۸۵۸ء	رُک نامہ دت	(اردو)	۱۔ ہفت روزہ اخبار دار السلطنت گلستان
۱۸۵۹ء	مشی نول کشور	"	۲۔ ہفت روزہ اودھ اخبار لکھنؤ
۱۸۶۲ء	مشی پیارے لال	"	۳۔ ہفت روزہ اخبار بھن ہند، لکھنؤ
۱۸۶۸ء	ریونڈ جے واٹش	"	۴۔ پندرہ روزہ نجزن سیکی اللہ آباد

۱۸۷۹ء	پاوری کی کریوں	"	۵۔ ہفت روزہ شمس الاخبار، لکھنؤ
۱۸۷۱ء	گوپی ناتھ	"	۶۔ ہفت روزہ اخبار عام، لاہور
۱۸۷۲ء	پندت شیو زاریں	"	۷۔ ماہنامہ مراسلہ گشیر، لکھنؤ
۱۸۷۲ء	مشی دیوالی چند	"	۸۔ ہفت روزہ رفاه عام سیالکوٹ
۱۸۷۳ء	بوماسنگھ	"	۹۔ ہفت روزہ آتحاب پنجاب، لاہور
۱۸۷۳ء	بایو بنسی ولی	"	۱۰۔ ہفت روزہ نور افشاں، لدھیانہ
-۱۸۷۸ء	مشی سوریں لال	"	۱۱۔ ہفت روزہ نسیم آگرہ، آگرہ
۱۸۷۸ء	مشی بخاری سنگھ (اردو اہنڈی)	"	۱۲۔ ماہنامہ آریہ درپن
۱۸۷۹ء	آنند لال (اردو)	"	۱۳۔ ماہنامہ آریہ سماچار، میرٹھ
۱۸۸۰ء	پندت شیو زاریں (اردو)	"	۱۴۔ ہفت روزہ برادر ہند، لاہور
۱۸۸۰ء	پادری رجب علی	"	۱۵۔ ہفت روزہ سخیر ہند، امرکسر
۱۸۸۱ء	پندت بنواری لال	"	۱۶۔ ہفت روزہ ستارہ ہند مراد آباد
۱۸۸۲ء	بایو گلریل	اردو	۱۷۔ ماہنامہ اروڑ، بنس پرکاش، لاہور
۱۸۸۳ء	مشی گلکھا پرشاد	"	۱۸۔ ہفت روزہ ہندوستانی، لکھنؤ
۱۸۸۳ء	پادری کریوں (اردو اہنڈی)	"	۱۹۔ پندرہ روزہ رفین نواں، لکھنؤ
۱۸۸۳ء	مشی رام سہائے (اردو)	"	۲۰۔ ہفت روزہ تاج الاخبار، راولپنڈی
۱۸۸۷ء	بنشی رام لجھائی (اردو)	"	۲۱۔ ہفت روزہ دوست ہند، بھیرہ
۱۸۸۸ء	پندت پرتاپ گن	"	۲۲۔ ہفت روزہ ربر، مراد آباد
۱۸۸۸ء	بایو سری رام	"	۲۳۔ دس روزہ کائنٹھ کائزیں گزٹ، لکھنؤ
۱۸۹۱ء	کش راؤ ماں لک	"	۲۴۔ ہفت روزہ مشیر دکن، حیدر آباد
۱۸۹۵ء	رجھیس سہائے بریالی	"	۲۵۔ ماہنامہ آریہ پتر، بریلی
۱۸۹۶ء	ابنا پرشاد	"	۲۶۔ ہفت روزہ جامع العلوم، مراد آباد
۱۸۹۸ء	سیکھری ابھیں	"	۲۷۔ ماہنامہ ابھیں نعمانیہ ہند، لاہور
۱۸۹۹ء	محمد بشیر	"	۲۸۔ ہفت روزہ البشیر، لٹاوہ

۲۹۔ ہفت روزہ الصباح، گلگت

ابوالکلام آزاد  
۱۹۰۰ء

یہ وہ اخبارات و رسائل ہیں جن کے مدیروں نے بر صنیر کے عوام کی رائے کو ہمار کرنے اور ان میں پیغمبری پیدا کرنے میں اپنا کردار ادا کیا۔ ان کے علاوہ کئی اور پرچوں کا سراغ بھی ملتا ہے لیکن نامکمل گوانٹ کی وجہ سے انہیں یہاں درج نہیں کیا جا رہا۔



باب سوم

## بر صغیر میں مسلم صحافت کا آغاز و ارتقاء

### مسلم صحافت، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے پہلے

بر صغیر میں صحافت کا آغاز ۲۶ جنوری ۱۸۴۰ء کو ہبھی گزٹ سے ہوا۔ اس کے تقریباً ۲۱ سال بعد مسلمان اہل قلم نے صحافت کی وادی پر خار میں قدم رکھئے۔ سب سے پہلا اخبار فروری ۱۸۳۱ء کو "آئینہ سکندر" کے نام سولوی سراج الدین نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے صدر ستام گلکتہ سے شروع کیا۔ ۱۸۳۱ء سے ۱۸۵۷ء تک ۲۷ سال مسلم صحافت کو تین عشروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا عشرہ ۱۸۳۱ء سے ۱۸۴۰ء تک، دوسرا عشرہ ۱۸۴۱ء سے ۱۸۵۰ء تک اور تیسرا عشرہ ۱۸۵۱ء سے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے قبل کا دور۔ ان تین عشروں کے دوران، اب تک کی تحقیق کے مطابق مسلمان اہل قلم نے ۵۳ اخبارات و رسائل جاری کیے۔ جو فارسی یا اردو زبان میں شائع ہوتے تھے۔ جبکہ انگریزی، ہندی، بھالی اور کسی دوسری علاقائی زبانوں میں کسی ایسے اخبار یا رسائل کا پتہ نہیں چلتا جو مسلم اہل قلم نے جاری کیا ہو۔ ۱۸۳۱ء سے ۱۸۵۰ء تک، تین عشروں میں مسلمان اہل قلم نے جو اخبارات و رسائل شروع کیے۔ ان کا مختصر جائزہ صحافت کی تاریخ سے دلپسی رکھنے والے عام افراد اور طبلہ کے لیے دلپسی کا باعث ہو گا۔

### پہلا عشرہ ۱۸۳۱ء تا ۱۸۴۰ء

۱۸۳۰ء سے ۱۸۳۱ء کے دوران چھ اخبارات کا اجراء عمل میں آیا۔ ان میں چار فارسی زبان میں جبکہ دو اردو زبان میں شروع ہوئے۔ ان کے متعلق دستیاب معلومات کا سرسری جائزہ لایا جا رہا ہے۔

\* آئینہ سکندر: مولوی سراج الدین نے فروری ۱۸۳۱ء کو فارسی زبان میں "آئینہ سکندر" جاری کیا۔ اس اخبار کو مرزا غالب کا تعاون اور اشیر پاد حاصل تھی۔ مرزا غالب کی فارسی غزلیں بھی آئینہ سکندر میں شائع ہوتی تھیں۔ اس اخبار کی اہم خصوصیت یہ

تحقیق کہ ہر خبر کی سرنخی کے نیچے ایک شر بھی لکھا جاتا تھا۔

زبدہ الاخبار: ۱۸۳۲ء میں مشی واجد علی نے آگرہ سے فارسی زبان میں زبدہ الاخبار کا لالہ۔ اس کے سر پر ستوں میں کئی راجحے اور نواب شامل تھے جس کی وجہ سے "زبدہ الاخبار" مالی طور پر خوشحال اخبار تھا۔ واجد علی خان محتاط قسم کے ایڈٹر تھے، ان کے اخبار میں حکومت مختلف چیزیں جگہ نہیں پاتی تھی۔ اس کی تحریروں کا اہم باخذ انگریزی اخبارات تھے۔

ماہ عالم افروز: گلگت سے فارسی کا ایک اور اخبار "ماہ عالم افروز" کے نام سے جون ۱۸۳۲ء کو مولوی ویاج الدین کی زیر ادارت شروع ہوا۔ اس اخبار میں معلوماتی تحریروں کے علاوہ انگریز افسروں کی جانب سے مقامی آبادی پر ناروا ظلم و جبر کے واقعات کو نمایاں انداز میں شائع کیا جاتا تھا۔

سلطان اخبار: یہ ہفتہوار اخبار، فارسی زبان میں اگست ۱۸۳۵ء کو رجب علی لکھنؤی نے گلگت سے جاری کیا۔ شغل و صورت سے یہ اخبار دوسرے ہم عصر فارسی اخبارات سے مختلف تھا لیکن مواد اور انداز تحریر کے اعتبار سے قدر سے مختلف تھا۔ اس دور میں جبکہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے خلاف معمولی خبر شائع کرنا بھی بڑے دل گردے کی بات تھی، سلطان الاخبار بڑی جرأت و بے باکی کے ساتھ انگریزوں کی چیزہ دستیوں کے خلاف کلمہ حق بلند کرتا تھا۔

دہلی اردو اخبار: مولانا محمد حسین آزاد کے والد مولوی محمد باقر نے ۱۸۳۷ء میں دہلی سے پہلا اردو اخبار کا لالہ۔ اسی ۱۸۳۰ء تک "دہلی اخبار" کے نام سے شائع ہوتا رہا۔ اس کے ایک ہفتہ بعد اس کا نام "دہلی اردو اخبار" رکھ دیا گیا۔ اس زمانے میں بھی آج کے دور کی طرح شراء دو واضح گروپوں میں تقسیم تھے۔ ایک گروپ استاد ذوق کا پرستار تھا تو دوسرا مرزا غالب کا گروپیدہ تھا۔ مولوی محمد باقر استاد ذوق کے پرستاروں میں شامل تھے، اس لیے وہ مرزا غالب کی مخالفت میں کوئی خبر ہاتھ سے نہیں جانتے دیتے تھے۔ قدر بازی کے لازم میں مرزا غالب کو سرزنا ہوئی تو دہلی اردو، نسبت میں ایسا ایمان امد" میں، شائع کیا۔ مولوی محمد باقر اردو حافظت کے پہلے شہید ہیں کہ انہوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے

دوران اپنی جان قربان کر دی۔

• سید الاخبار: مصلح قوم سر سید احمد خاں کے بھائی سید محمد خاں نے ۱۸۳۱ء میں دہلی کے دوسرے اردو اخبار "سید الاخبار" کا آغاز کیا۔ ۱۸۳۲ء میں سید محمد خاں کے انتقال کے بعد "سید الاخبار" کی ادارت سر سید احمد خاں نے سن بھالی۔ سر عبد القادر کے مطابق "سر سید احمد خاں کو صاحب طرز اخبار نویس بنانے میں "سید الاخبار" کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ "سر سید احمد خاں کی مرزا غالب سے گھری دوستی تھی، اس لیے "سید الاخبار" میں غالب کے کلام کو نمایاں انداز میں شائع کیا جاتا تھا۔

### • دوسرا عشرہ ۱۸۳۱ء تا ۱۸۵۰ء

اس عشرہ میں ۱۸۳۲ کے قریب اخبارات و رسائل منظر عام پر آئے۔ جیسے جیسے انگریزوں کی جانب سے مسلمانوں پر ناروا زیادتیوں کا سلسہ یڑھتا جا رہا تھا۔ اسی طرح مسلمانوں میں انگریزوں کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا ہونے لگے، اس کا ظہور دبے انداز میں مسلم اہل قلم کی جانب سے جاری اخبارات و رسائل میں دیکھا جاسکتا ہے۔

• مہر منیر: ایک ہفتہ میں تین بار شائع ہونے والا لفظتہ کافار سی اخبار "مہر منیر" ۱۸۳۱ء کو محمد علی نے شروع کیا۔ مہارہ قیمت دور روپے تھی جبکہ سہ ماہی چندہ پیشگی ادا کرنے سے اس کی قیمت ایک روپیہ مہارہ ہو جاتی تھی جو اس وقت کے اخبارات کے مقابلے میں خاصی کم تھی۔ مرزا غالب کی قدر بازی کے جرم میں گرفتاری کو اس اخبار نے افسوس ناک واقعہ قرار دیا۔

• سراج الاخبار: دہلی کے اس ہفتہ وار فارسی اخبار کا آغاز ۱۸۳۱ء میں ہوا۔ یہ بہادر شاہ ظفر، آخری مغلیہ حکمران کے دربار کا سرکاری گزٹ تھا۔ اس کے صفات کی تعداد عموماً آٹھ ہوتی تھی۔ اخبار کے ابتدائی حصے میں بادشاہ کے شب و روز کا ذکر ہوتا تھا جبکہ باقی حصے میں ملکی اور غیر ملکی خبریں جگہ پاتی تھیں۔

• ۱۰ نومبر ۱۸۳۲ء کو بمبئی سے ہفتہ وار فارسی اخبار

جاری ہوا۔ اس اخبار میں دہلی اور قلمبہ محلی کی خبریں اہتمام سے شائع کی جاتی تھیں۔ اخبار میں اس دور کے معروف شاعر مرزا غائب کی قمار بازی کے جرم میں گرفتاری اور سزا کا ذکر بھی ملتا ہے۔

**صادق الاخبار:** اس نام سے پانچ سے زیادہ اخبارات کا ماضی کے ریکارڈ سے پڑھتا ہے۔ دہلی سے "صادق الاخبار" کے نام سے ۱۸۳۲ء میں شیخ احمد حسین کی زیر ادارت جاری ہوا جبکہ جنوری ۱۸۵۶ء میں دوسرा "صادق الاخبار" شیخ خدا بخش نے شروع کیا۔ محمد عقیق صدیقی کے طبقہ یہ دونوں اردو اخبارات تھے۔

**کریم الاخبار:** مولوی کریم الدین نے اپنے نام کی مناسبت سے ۱۸۳۵ء میں دہلی سے اردو میں کریم الاخبار کا اجراء کیا۔ اس کے علاوہ ان کی زیر ادارت ادبی رسائل "گل رعناء" کے شائع ہونے کا ذکر بھی ملتا ہے۔

**اسعد الاخبار:** مئی ۱۸۳۷ء کو آگرہ سے قرالدین نے اردو ہفت روزہ "اسعد الاخبار" جاری کیا۔ ۲۔ مارچ ۱۸۳۹ء کے اخبار میں مرزا غائب کی "ہنچ آہنگ" کا اشتمار ایک طویل نظم میں درج ہے۔ یہ کتاب شاہی طبیب حکیم احسن اللہ کی وساطت نے قلعہ دہلی کے مطیع سلطانی سے چھپی تھی۔

**اعظیم الاخبار:** مدراس کا پہلا اردو اخبار جو نواب محمد غوث خاں اعظم کے تخلص کی مناسبت سے "اعظیم الاخبار" ۱۸۴۹ء میں شروع ہوا۔ اخبار میں نام نہاد علماء و فقراء کی بد اعمالیوں کی جانب متوجہ کیا جاتا تھا۔ اس کی خفامت آٹھ صفحات ہوا کرتی تھی۔

**تیسیر الاخبار:** ۱۸۴۹ء میں حکیم عبد الباطش عشق نے مدرس سے اردو ہفت روزہ تیسیر الاخبار کا اجراء کیا۔ اس اخبار میں ملکی اور غیر ملکی خبروں کے علاوہ مقامی راجاؤں کی خبریں بھی نمایاں انداز میں شائع کی جاتی تھیں۔ یہ اپنے معاصرین جام جمشید، راست گفتار، سلطان الاخبار اور مظہر الاخبار کی اہم خبریں بھی قارئین کی دلپسی کے لیے چھاپتا تھا۔

**شملہ اخبار:** مولوی عبد اللہ نے شملہ سے اردو زبان میں ہفت روزہ "۔

شامل اخبار" جاری کیا۔ یہ دیونا گری رسم الخط میں چھپتا تھا۔ یہ پنجاب کا پہلا اردو اخبار تھا۔ اس کی تاریخ اشاعت کے متعلق دو آراء پائی جاتی ہیں۔ ایک کے مطابق یہ ۱۸۳۷ء میں جاری ہوا جبکہ دوسری تحقیق کے مطابق یہ ۱۸۵۰ء میں شروع ہوا۔

• دریائے نور: ۱۸۵۰ء میں شمسوار الدین اور فقیر سراج الدین کے زیر اہتمام لاہور سے "دریائے نور" شروع ہوا۔ یہ اخبار پولیس کی غلط کاریوں کے خلاف لکھتا تھا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے نظم و نست پر تنقید کرنے سے گریز نہیں کرتا تھا۔ اس لیے عوام میں مقبول تھا۔

• متفرقات: ۱۸۳۱ء سے ۱۸۵۰ء کے دوران مدرجہ پالا اخبارات و رسائل کے علاوہ کئی اخبارات بھی جاری ہوتے، ان میں ۱۸۳۲ء کو حاجی محمد شیرازی کی زیر ادارت لکھنؤ سے "مخزن الدویہ" جاری ہوا۔ اسی نام سے ۱۸۳۵ء میں عنایت حسین نے دہلی سے اخبار شروع کیا۔ دہلی اردو اخبار کے مولوی محمد باقر نے شیعہ عتناء کی ترویج و اشاعت کے لیے ۱۸۳۳ء میں دہلی سے اخبار نکالا۔ "صدر الاخبار" کے نام سے ۱۸۳۶ء میں فیض اللہ خاں نے گلگت سے اخبار جاری کیا۔ ۱۸۳۷ء میں "اسعد الاخبار" کے نام سے دو اخبار بمبئی اور گلگت سے شروع ہوئے۔ اول الذکر محمد علی ناخدا کی زیر ادارت شائع ہوا جبکہ سو خراذکر کے ایڈٹر ناصر الدین تھے۔ ۱۸۳۹ء میں شیخ خادم علی نے آگہ سے مطلع الاخبار نکالا۔ ۱۸۴۰ء میں میرٹھ، بنارس، بمبئی، گلگت اور دہلی سے مسلمان اہل قلم نے اخبارات جاری کیے۔ ان میں "مفتاح الاخبار" میرٹھ محبوب علی نے نکالا۔ "باغ و بہار" بنارس سے سید اشرف علی نے شروع کیا۔ بمبئی سے "مجموع الاخبار" فضل دین نے جاری کیا۔ سید محمد مددی کی زیر ادارت "مرآۃ العلوم" کا لکھنؤ سے اجراء ہوا۔ دہلی سے محمد ضیاء الحق کے زیر اہتمام "ضیاء الاخبار" منتظر عام پر آیا۔

### تیسرا عشرہ ۱۸۵۱ء تا ۱۸۵۷ء

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے قبل ۱۸۵۱ء سے اپریل ۱۸۵۷ء تک سات سال کے عرصہ میں اردو اور فارسی زبان میں مسلم اہل قلم نے ۲۵ سے زیادہ اخبارات و رسائل جاری

کیے۔ تفصیل سے بچنے کے لیے اختصار کے ساتھ اخبارات کے مدیران اور سال اشاعت کا  
یہاں تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

۱۸۵۱ء میں دو اخبار "نور علی نور" لدھیانہ اور "اخبار بمبئی" بمبئی سے شروع ہوئے۔  
اول الذکر کے مدیر محمد حسین تھے جبکہ اخبار بمبئی کے ایڈیٹر حیم الدین تھے۔ ۱۸۵۲ء میں  
چھ اخبارات جاری ہوئے۔ ان میں "قیصر الاخبار" حکیم باسط حسین نے مدراس سے شروع  
کیا۔ اللہ آباد کے "نور الابصار" کے ایڈیٹر تفضل حسین تھے۔ "ریاض نور" منتشر مددی حسن  
خان نے مultanی سے شکالا۔ سید رحمت اللہ نے مدراس سے "جامع الاخبار" جاری کیا۔ سیالکوٹ  
سے "شعاع الشمس" غلام فضیر الدین نے شروع کیا۔ ۱۸۵۳ء میں چار اخبارات شکالا۔ لکھنؤ  
سے جعفر علی کربلاجی نے "چشم فیض" جاری کیا۔ آگرہ سے "زبدہ الانوار" کے نام سے سید  
ہاشم بلگراہی نے اخبار شکالا۔ آگرہ ہی سے امجد علی نے "زبدہ الاخبار" شروع کیا۔ "صادق  
الاخبار" کے نام سے جو پانچ اخبار مختلف مقامات سے جاری ہوئے ان میں ایک ۱۸۵۳ء میں  
محصلہ خان نے دہلی سے جاری کیا۔ ۱۸۵۴ء میں تین اخبارات کے اجراء کا پتہ چلتا ہے۔ گلکتہ  
سے عبد القادر نے "لکھنؤ نوبھار" کے نام سے، منتشر خدا بخش نے سیالکوٹ سے "نیرا عظیم"  
اور "کشف اخبار" کے نام سے منتشر غلام حسین نے بمبئی سے اخبار شروع کیا۔ ۱۸۵۶ء میں  
بھی تین سلم اپل قلم نے اخبارات جاری کیے۔ "اخبار بھار" محمد حافظ المعنی نے دہلی سے، دہلی  
ہی سے محمد صادق نے "صادق الاخبار" اور عبدالجلیل نعمانی نے رام پور سے "مذاق" شروع  
کیا۔ ۱۸۵۷ء میں چھ اخبارات مترقب غام پر آئے۔ ان میں کراجی سے جعفر شاہ نے "مفرج  
القلوب" کراجی ہی سے مرزا محمد شفیع کا "سلطان خورشید" مرزا علی حسین نے آگرہ سے "تقریع  
الناظرین"، "صادق الاخبار" کے نام سے دہلی سے شیخ خدا بخش نے گلکتہ سے "ظہر الاخبار"  
زیر ادارت مسعود عالم اور لکھنؤ سے مولوی محمد یعقوب فرنگی محلی کا "تلسم لکھنؤ" شامل ہیں۔

## مسلم صحافت، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے پہلے بے شمار مسلمان صحافی میدان صحافت میں اپنے جوہر  
دکھار ہے تھے لیکن جنگ آزادی کی ناکامی نے جماں مسلمانوں کو زندگی کے دوسرا ہے  
میدانوں میں پست ہست بنا دیا وہیں مسلمانوں کو صحافت کے میدان سے بھی بے دخل

کرنے کی کوشش کی گئی لیکن سخت جان مسلمان صحافیوں نے تمام تر مشکلات، رکاوٹوں اور پابندیوں کے باوجود کسی نہ کسی طرح پرچم صحافت کو سر بلند رکھا۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں مسلمانان ہند کی ناکامی اور اس کے بعد انگریزوں کی جانب سے بے پناہ مظالم کی وجہ سے دو تین سال تک مسلمانوں کو اپنا کچھ بھی ہوش نہ رہا۔ لیکن اس پر تشدد دور میں مسلمان صحافیوں نے اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بڑی حکمت کے ساتھ مختلف انداز میں مسلمانان ہند کی آواز کو ایک بار پھر ابخار نے کی جدوجہد کا آغاز کیا۔ اس سلسلہ میں بیسویں صدی کے اختتام تک یہ آواز اتنی جزی اور قوی ہو چکی تھی کہ مسلمانان ہند نے کھل کر ہر محاذ اور ہر میدان میں آزادی کے لیے جدوجہد شروع کر دی۔ ۱۸۵۹ء سے ۱۹۰۰ء تک تقریباً اکتالیس برسوں کے دوران جن مسلمان صحافیوں اور اخبارات و رسائل نے اپنا کروار ادا کیا، اس کا مقتصر تذکرہ یہاں کیا جا رہا ہے۔

## • ہفت روزہ شمس الاخبار مدرس

۱۸۵۹ء کے اوائل میں مدرس کے علاقہ ٹرپکن سے عبدistar نامی مسلمان صحافی نے ہندوستان میں مسلمانوں کی دینی اقدار و روایات کو زندہ رکھنے اور انہیں ملک کے سماجی اور سیاسی حالات سے آگاہ کرنے اور مسلمانان عالم کے حالات سے پا خبر رکھنے کے لیے ہفت روزہ "شمس الاخبار" جاری کیا۔ بڑے سائز کے چار صفحات پر مشتمل اس ہفت روزہ میں ملکی حالات و واقعات کے علاوہ عربی، فارسی اور ترکی زبان میں شائع ہونے والے اخبارات کی خبریں ترجمہ کر کے شائع کی جاتی تھیں۔

## • دس روزہ طلس میرت، مدرس

غلام الدین حیف کی زیر ادارت ۱۸۵۹ء میں دس روزہ "طلسم حیرت" کا آغاز ہوا۔ چار صفحات پر مشتمل اس اخبار کے مالک شاہ محمد صادق تھے۔ مدرس سے لکھنے والے تمام اخبارات کے مقابلے میں یہ ایک معیاری پر چہ تھا۔ جس میں ملکی حالات و مسائل کو شفعت انداز میں پیش کیا جاتا۔ مختلف مشکلات کے باوجود سانحہ (۲۰) سال سے زائد عرصہ تک شائع ہوتا رہا۔

## سہ روزہ قاسم الاخبار بیگلور

۱۸۶۱ء میں مشی محمد قاسم غم نے بیگلور سے برم غم کے تحت بڑے سائز کے آٹھ صفحات پر مشتمل سہ روزہ "قاسم الاخبار" جاری کیا۔ یہ میسور کا پہلا اردو اخبار تھا۔ اس میں قوی مسائل پر بڑے درودوں کے ساتھ مصائب لکھتے جاتے تھے۔ اس کے ادارے بڑے باعثی اور پر مفرز ہوتے تھے۔ استاذہ عام کے لیے قاسم الاخبار میں دوسرے معاصر اخبارات و رسائل سے منتخب تحریریں بھی منتقل کی جاتی تھیں۔

## ہفت روزہ علی گڑھ انٹی ٹیوٹ گزٹ، علی گڑھ

محمد ڈن ایمپلکو اور سنتھل کلنج علی گڑھ کے آر گن کے طور پر علی گڑھ انٹی ٹیوٹ گزٹ یا اخبار سانٹھک سوسائٹی ۳۰ مارچ ۱۸۶۶ء کو باہتمام مشی محمد یاد خان، اردو اور انگریزی زبان میں شروع ہوا۔ اس کے صفحے کا ایک کالم اردو اور ایک کالم انگریزی کا ہوتا تھا۔ جب مولانا الافاظ حسین حالی نے اس کی اوارت سنبھالی تو اسے ہفت روزہ کی وجہ سے روزہ کر دیا گیا۔ پرچے میں مسلمانان ہند کی اصلاح و تربیت کے لیے سماجی اور سیاسی موضوعات پر تحریریں چھپتی تھیں۔ غیر ملکی تحریروں کا ترجمہ بھی باہتمام سے شائع کیا جاتا تھا۔

## ہفت روزہ آگرہ اخبار

یکم جنوری ۱۸۶۹ء کو خواجہ یوسف علی نے آگرہ اخبار کے نام سے ہفت روزہ اخبار کا اجراء کیا۔ پرچے میں ملکی حالات و مسائل کے متعلق تحریریں دی جاتی تھیں۔ اس کے علاوہ علمی و ادبی مصائب کو بھی جگہ دی جاتی تھی۔ ملکی اور غیر ملکی اخبارات کی اہم خبروں کو بھی پیش کیا جاتا تھا۔ "آگرہ اخبار" نے بے شمار اخبارات و رسائل کے مقابلے میں لمبی عمر پائی۔ یہ ۸۲ سال تک باقاعدگی سے شائع ہوتا رہا۔

## دس روزہ مفید عام اخبار آگرہ

آگرہ ہی سے احمد خال صوفی نے ۱۸۶۹ء میں دس روزہ "مفید عام اخبار" نکالا۔ آغاز

میں یہ آٹھ صفات پر مشتمل ہوتا تھا۔ لیکن بعد ایع ترقی کرتے ہوئے اس کے عام شمارے کی خفامت بیس صفات تک پہنچ گئی۔ پرچے میں سماجی اور معاشرتی اصلاح پر تحریریں چھپتی تھیں۔ تاریخی اور علمی مصنایف کے علاوہ مسلمانوں کی تعلیم کے لیے بالعموم اور خواتین کی تعلیم کے حصول کے لیے بالخصوص زور دیا جاتا تھا۔

### ہفت روزہ خیر خواہ عالم دہلی

۱۸۷۲ء کو سید میر حسن رضوی نے دہلی سے ہفت روزہ "خیر خواہ عالم" جاری کیا۔ اس میں ملکی حالات کے متعلق خبریں اور مصنایف شائع ہوتے تھے۔ دہلی ریاستوں میں رونما ہونے والے اہم واقعات کو بھی نمایاں انداز میں پیش کیا جاتا تھا۔ "خیر خواہ عالم" کے ساتھ ایک ضمیر بھی چھپتا تھا۔ جو طنز و مزاح کی تحریروں پر مشتمل ہوتا تھا۔ ایک خاص بات یہ تھی کہ "خیر خواہ عالم" ہندوستان میں عدیائیت کی تروید کے لیے بھی معروف عمل رہتا تھا۔

### ہفت روزہ نصرت الاخبار دہلی

مولوی سید نصرت علی نے نصرت الاخبار کے نام سے ایک ہفت روزہ ۱۸۷۳ء میں دہلی سے شروع کیا۔ یہ بڑا بے باک اور حق گو پرچہ تھا۔ اس میں حالات حاضرہ کے حوالے سے تحریروں کا ناقدانہ جائزہ لے کر جرأت مندی سے تبصرہ کیا جاتا تھا۔ ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ نصرت الاخبار میں اس نوعیت کی تحریریں جا بجا چھپتی تھیں جن میں اہل ہندوستان کو ولائتی مصنوعات کے مقابلے میں دہلی مصنوعات کے استعمال اور فوج پر زور دیا جاتا تھا۔

### سر ریاض الاخبار گور کھ پور

یکم اکتوبر ۱۸۷۳ء کو منتشری سید ریاض احمد نے اپنے نام کی مناسبت سے سر روزہ "ریاض الاخبار" کا اجراء کیا۔ گور کھ پور سے شائع ہونے والے اس سر روزہ میں جمال ملکی اور غیر ملکی خبروں کو نمایاں انداز میں پیش کیا جاتا تھا، وہیں حکومتی اقدامات اور فیصلوں پر بڑی جرأت اور بے باکی سے نکتہ چینی کی جاتی تھی۔ حالات حاضرہ کے علاوہ ادبی و تقدیدی مصنایف

بھی اس پرچے میں جگہ پاتے تھے۔ ترجمہ شدہ چیزیں بھی شائع کی جاتی تھیں۔ مشی ریاض احمد نے اس پرچے کے ساتھ "قتنہ" کے نام سے ایک ضمیمہ بھی شروع کیا جس میں طنز و مزاح پر مشتمل تحریریں ہوتی تھیں۔

## • ہفت روزہ جریدہ روزگار مدرس

مدرس سے ۱۸۷۵ء میں سید میر لقی شاہ قادری نے ہفت روزہ "جریدہ روزگار" کا لالا۔ اخبار کے انتظامی امور کے ذمہ دار مرتضی شاہ قادری تھے۔ سول صفحات پر مشتمل یہ پرچہ اپنے دور کا مقبول اخبار تھا۔ اس کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ہم عصر اخبارات و رسائل اس کی تحریروں کے اقتباسات اپنے پرچوں میں شائع کیا کرتے تھے۔ ایک خاص بات یہ تھی کہ "جریدہ روزگار" میں مملکت آفیسری کی خبریں بڑے اہتمام سے شائع کی جاتی تھیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ اخبار زیادہ تر حیدر آباد کی کے علاقے میں پڑھا جاتا تھا۔

## • ہفت روزہ نیر اعظم مراد آباد

جنوری ۱۸۷۷ء کو مولوی امجد علی نے مراد آباد سے ہفت روزہ نیر اعظم جاری کیا۔ اس کے مدیر صاحب طرز شاعر قاسم علی ذکاء مقرر ہوئے۔ "نیر اعظم" ہندوستانی مسلمانوں کے حقوق کی حمایت میں اکثر آواز اٹھاتا اور اس سلسلہ میں اکثر ویشتر تحریریں شائع کی جاتیں۔ مسلمانوں کو قصرِ نسلت کی اتحاد گھرائیوں سے نکال کر ان کی فلاح و بہبود کا سعی تھا۔ اس کے ایک ہم عصر کے مطابق یہ اخبار جماں ایک طرف رعایا کا غم خوار تھا۔ وہیں دوسری طرف حکومت برلنیہ اور والیان ریاست کا خیر خواہ و فاشمار بھی تھا۔

## • ہفت روزہ اودھ بین لکھنؤ

مشی سجاد حسین نے ۱۶ جنوری ۱۸۷۷ء کو لکھنؤ سے "اوڈھ بین" کے نام سے ہفت روزہ لالا۔ آٹھ صفحات پر مشتمل اس پرچے میں جماں طنز و مزاح کے متعلق تحریریں ہوتی تھیں۔ وہیں ملک کے سیاسی و معاشرتی حالات کو بھی نمایاں انداز میں پیش کیا جاتا تھا۔ ہندو مسلم اتحاد کا زبردست داعی تھا لیکن مغربی تہذیب کا بڑی شدت کے ساتھ غالب تھا۔ اس کے

علیہ حکمران طبقے پر بڑی جرات و بے باکی کے ساتھ تلقید کرنا اس کا شعار تھا۔ یہ پر چھ سال تک باقاعدگی سے چھپتا رہا۔ اس نے بے پناہ مقبولیت حاصل کی، جمالت و پسندگی کے اس دور میں اس کی ہفتہ وار اشاعت ۱۲ ہزار سے متوازی تھی۔

### ہفت روزہ مهر نیم روز بجنور

۱۸۷۷ء ہی میں حافظ کریم اللہ نے ۱۲ صفحات پر مشتمل ہفت روزہ مهر نیم روز بجنور کا آغاز کیا۔ اس پرچے کا عمومی مزاج سنجیدہ تھا لیکن با اوقات سننی خیر خبریں بھی شائع کرتا تھا۔ حالات حاضرہ پر معلوماتی اور علیٰ نوعیت کے مصنایں بڑی تعداد میں شائع ہوتے تھے۔ سرکاری پالیسیوں کے خلاف کھلمن کھلا اور بڑی جرات کے ساتھ اظہار خیال کرتا۔ "مهر نیم روز" علی گڑھ تحریک کے بانی سر سید احمد خاں کے افکار و تظریفات کا زبردست حامی تھا۔ اس لیے اپنے پرچے میں سر سید احمد خاں کی تحریک کے متعلق تحریریں شائع کرتا تھا۔

### ماہنامہ حافظ صحت لاہور

یکم جنوری ۱۸۷۸ء کو زبدہ الحکماء حکیم غلام نبی نے مسلمانوں میں طبی علوم کے فروغ کے لیے لاہور سے ماہنامہ "حافظ صحت" کا اجراء کیا۔ ۱۲ صفحات پر مشتمل اس مختصر ماہنامے میں زیادہ تر اراضی اور ان کے علاج و تشخیص کے متعلق تحریریں ہوتی تھیں۔ اس کے علاوہ سوم کے مطابق بیماریوں سے بچنے کے لیے مختلف طریقے اور احتیاط و تدایر بتائی جاتی تھیں۔

### ہفت روزہ دہلی بیچ لاہور

حسین علی فرحت نے یکم جون ۱۸۸۰ء کو ہفت روزہ "دہلی بیچ لاہور" شروع کیا۔ مولوی فضل الدین کو اس کا مدیر مقرر کیا۔ ۱۲ صفحات پر مشتمل اس پرچے میں اپنے نام کی مناسبت سے طنز و مزاح سے متعلق تحریریں ہوتی تھیں۔ مزاحیہ تحریروں ہی کے حوالے سے راجہ صاحب آف فرید کوٹ نے مولوی فضل الدین پر متد مرد دائر کر دیا جس کی وجہ سے مدیر

دلیل پنج کو ایک ہزار روپے جمانہ کی سزا ہوتی۔ جمانہ کی عدم ادائیگی کی صورت میں تین ماہ قید کی سزا تجویز ہوتی تھی۔ مولوی فضل الدین نے جمانہ کی رقم ادا کرنے کے بعد پرچے میں اپنے سابقہ اسلوب و بیان کو جاری رکھا۔

### • ہفت روزہ آفتاب ہند جالندھر

جالندھر سے مشی برکت علی شوکت نے ۱۸۸۱ء کو "آفتاب ہند" کے نام سے ہفت روزہ جاری کیا۔ مشی سلطان علی صولت اس کے مدیر انتظامی تھے۔ آفتاب ہند میں عام ملکی و غیر ملکی خبروں کے علاوہ علمی و ادبی تحریریں بھی شائع کی جاتی تھیں۔

### • ہفت روزہ شوکت اسلام حیدر آباد کن

جولائی ۱۸۸۱ء کو حیدر آباد کن سے شروع ہوا۔ اس سے پہلے یہ دراس سے شائع ہوتا تھا۔ اس کا بنیادی مقصد ریاست حیدر آباد کن کی ترجمانی تھا۔ پرچے کے سرورق پر یہ عبارت مستقل طور پر شائع ہوتی تھی: اخبار ہفتہ وار متعلق امور زیادہ حیدر آباد۔ ہفت روزہ شوکت اسلام حکومت کی غلط پالیسیوں کا ہمیشہ سخت اور جری ناقد رہا۔

### • ہفت روزہ طوٹی ہند میرٹھ

سید کرار حسین کی زیر ادارت ۱۸۸۱ء میں میرٹھ سے ہفت روزہ "طوٹی ہند" کا اجراء ہوا۔ اخبار کے مالک سید محمد رضا تھے۔ پرچے کے مقاصد میں یہ شامل تھا کہ مسلمانوں کو شرک و بدعت پر مبنی رسوم و رواج سے بچایا جائے۔ اسلامی اقدار اور روایات کے فروغ کے لیے کام کیا جائے۔ اس کے علاوہ ملکی و میں الاقوامی حالات پر بر جست تحریریں بھی شائع ہوتی تھیں۔

### • ہفت روزہ فتنہ گور کھصپور

جولائی ۱۸۸۲ء کو جیسی سائز کے سول صفحات پر مشتمل ہفت روزہ "فتنه" کا آغاز ریاض

احمدریاض نے کیا۔ اس کے میر انتظامی حافظ نظام احمد تھے۔ یہ پرچہ اپنی ظاہری و معنوی ادبی اور فکاری خصوصیات کی وجہ سے معاصر اخبارات سے بالکل جدا تھا۔ ان خوبیوں کے باوجود آزادانہ حیثیت سے جاری نہ رہ سکا تو اس کے میر و مالک ریاض احمد ریاض نے اپنے سقبول پرچے "ریاض الاخبار" کا صمیمہ بنادیا۔

## • ہفت روزہ شخence ہند میر ٹھہر

مولوی احمد دین شوکت نے یکم جنوری ۱۸۸۳ء کو میر ٹھہر سے ہفت روزہ شختہ ہند کا آغاز کیا۔ شختہ ہند بنیادی طور پر اہل حدیث مسلم کا ترجمان تھا۔ مسلکی اختلاف کی وجہ سے طوٹی ہند کے شیعہ میر سید سجاد حسین زنجانی سے مسلسل قلمی جنگ جاری رہی۔ اس پرچے میں جمال وغیرہ ملکی خبریں کثرت سے شائع ہوتی تھیں، وہیں مسلمانی، اصلاحی اور تاریخی مصائب بھی بڑی تعداد میں چھپتے تھے۔ اہل حدیث مسلم کی نامور شخصیت نواب صدیق حسن خاں نے شختہ ہند کی جانب سے اہل حدیث مسلم کی ترجمانی کرنے پر سالانہ وظیفہ مقرر کر رکھا تھا لیکن جب کسی وجہ سے وظیفہ کا سلسلہ منقطع ہوا تو پرچے نے بھی اپنی پالیسی تبدیل کر لی۔

## • ہفت روزہ رفیق ہند لاہور

جنوری ۱۸۸۳ء کو مشی گرم علی چشتی نے "رفیق ہند" کے نام سے ہفت روزہ اخبار، لاہور سے جاری کیا۔ اہم مقاومی وغیرہ ملکی خبریں نقطہ وار مصائب اور ہندوستان بھر میں موجود نمائندوں کی اطلاعات پر بنی رپورٹیں، پرچے کے مستقل سلسلے تھے۔ ہفت روزہ "رفیق ہند" سر سید احمد خاں کی علی تحریک کا زبردست حامی و مودود تھا۔ اسی وجہ سے یہ تعلیم نوائی کا بہت بڑا پرچار کر تھا۔ مشی گرم علی چشتی نے بر صنیر کی صحافی دنیا میں پہلی مرتبہ اخبار کی سالگرد منانے کی طرح ڈالی۔ اخبار کی پہلی سالگردہ پر نہ صرف تقریبات کا اہتمام کیا بلکہ پرچے کا خصوصی نمبر بھی شائع کیا گیا۔

"رفیق ہند" بعض وجوہ کی بناء پر بند ہونے کے بعد جب ۱۲ اکتوبر ۱۸۹۸ء کو دوبارہ شروع ہوا تو ہندوستان بھر کی متاز علی و ادبی شخصیات اور ہم عصر پر چوں نے اس کا

زبردست خیر مقدم کیا۔ رفین ہند کو مسلمانان ہند کے حقوق کی مردانہ اور نمائندگی اور اس کی خاطر صوبتیں برداشت کرنے پر "قومی شید" اور "ہندوستان کا ہیرہ" جیسا لقب دیا گیا۔

## • ہفت روزہ نظام الملک مراد آباد

قاضی فیض الدین نے فروری ۱۸۸۳ء کو مراد آباد سے ہفت روزہ نظام الملک کا آغاز کیا۔ اس کے مدیر قاضی احتشام الدین تھے۔ بارہ صحفات پر مشتمل یہ پرچہ نظام الملک کی مسند نہیں کی یادگار کے طور پر شروع ہوا۔ پرچے میں عمومی خبروں کے علاوہ دیپٹ پلٹ اطلاعات کو بھی نمایاں انداز میں شائع کیا جاتا تھا۔ نظام الملک میں علمی مصنایف کی اشاعت کے علاوہ مختلف سائل و معاملات میں عموم کے احساسات و جذبات کی ترجیحی کی جاتی تھی اور ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے آواز اٹھائی جاتی تھی۔

## • ہفت روزہ سراج الاخبار جملہ

جنوری ۱۸۸۵ء کو پنجاب کے شہر جملہ سے مولوی فقیر محمد خاں نے ہفت روزہ "سراج الاخبار" کا اجراء کیا۔ پرچے کے اغراض و مقاصد میں یہ شامل تھا کہ رعایا کا عال حکومت ہند کے پہنچایا جائے ملک کی ترقی، رفاه عام کے طریقے سے ملک و قوم اور اپنے قارئین کو آگاہ کرنا، ہندوستان اور یورپ کے حالات و واقعات سے قارئین سراج الاخبار کو باخبر رکھنا۔ ان مقاصد کے حصول کے لئے مکنہ وسائل بروئے کار لائے گئے۔ ۱۹۱۶ء میں ایک قابل اعتراض مصنفوں کی اشاعت پر حکومت کی جانب سے جرمانہ عائد کیا گیا۔ جرمانہ کی عدم ادائیگی کی وجہ سے پرچہ بند کرنا پڑا۔ اس کے بعد دوبارہ ۵ جون ۱۹۱۶ء کو جاری ہوا۔

## • رسالہ ابجمن قصور

ابجم منید عام قصور کی جانب سے رسالہ ابجمن قصور، مرزا قع محمد بیگ کی نگرانی میں چارني ہوا۔ اس میں جہاں ابجمن کے مختلف ابلاؤں کی کارروائی درج ہوتی تھی، وہیں تعلیم کے موصنوں پر مصنایف ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ انگریزی مطبوعات کا ترجمہ بھی شامل اشاعت کیا جاتا تھا۔ انگریز حکومت کے جانبدارانہ رویہ پر تنقید کا کوئی پہلو ہاتھ سے جانے نہیں دیا

جاتا تھا۔ اس کی ایک واضح مثال، اپریل ۱۸۸۵ء کے شمارے میں اس طرح دی گئی ہے:  
 "ولدت میں زراعت کے ایک امتحان میں ہندوستان کی خوبی قست سے ایک دشی صاحب اور ایک انگریز صاحب پاس ہوئے۔ ویسی صاحب جو مسلمان تھے، درجہ اول میں اور انگریز صاحب درجہ دوم میں۔ اتنے میں بمبئی سرکل میں زراعت کی ڈائرکٹری کا عمدہ خالی ہوا۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ یہ جگہ درجہ اول میں پاس ہونے والے مسلمان کو دی جاتی لیکن نہیں، وہ انگریز ہبادر کے سپرد کی گئی۔ مسلمان اگر تعلیم نہ پائیں نوجاں کھملائیں اور تعلیم حاصل کریں تو یہ گست بنائی جائے۔"

مسٹر اوزین صرف چند صیغوں میں امتحان دے کر دوسرے درجہ کی سند پا کر اضافہ سو روپیہ ماہوار کی تنخواہ پر بمبئی کی ڈائرکٹری پر مقرر ہوں اور مولوی محمد حسین تیرہ صیغوں میں امتحان دے کر اول درجہ کی سند پا کر اڑھائی سورپے ماہوار کی تنخواہ پر ایک مشراست کھمکشتری کریں۔ شاید سبب یہ ہے کہ مسٹر اوزین گورنمنٹ کے ہم قوم یورپیں ہیں اور بیچارے مولوی صاحب ہندوستانی۔ دنیا میں لاکھوں ٹکیں (مشینیں) لیجاد ہوئیں لیکن کوئی کل (مشین) ایسی لیجاد نہ ہوئی جس سے کم بخت ہندوستانی اپنے واجبی حقوق پا سکیں۔  
 اس ایک اقتباس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ انگریز کس طرح اہل ہندوستان کے ساتھ بالعموم اور مسلمانوں کے ساتھ بالخصوص انتیازی سلوک روا رکھتے تھے۔

## • ہفت روزہ الینچ بائیکی پور

مولوی رحیم الدین نے فوری ۱۸۸۵ء کو بائیکی پور سے ہفت روزہ "الینچ" کا آغاز کیا۔ اخبار اودھ بہنچ کی طرز پر بے شمار اخبارات لٹکے لیکن اسی طرز پر بائیکی پور سے الینچ نے بڑا نام پیدا کیا۔ مراجعہ تحریروں کے علاوہ اس میں ملکی حالات پر تحریریں بھی شامل ہوتی تھیں۔ اس پر چہ میں نظم و نشر و نوں کا استراج ہوتا تھا۔

## • مہنامہ تکمیل الحکمت لاہور

میو ہسپتال لاہور کے سر جن ڈاکٹر سید امیر شاہ، ابو عبد اللہ غلام نبی اور حکیم احمد علی نے مشترک کہ طور پر لاہور سے مہنامہ تکمیل الحکمت کا اجراء کیا۔ اس پر چہ میں مسلمانوں کے

نقطہ نظر سے فن طب کے حوالے سے، قدیم و جدید علوم کی اشاعت و ترویج پر زور دیا جاتا تھا۔ مختلف امراض کی علل اور کی تشخیص اور طریقہ علاج بتایا جاتا تھا۔ حفاظان صحت کے اصولوں کو سادہ اور عام فہم انداز میں عوامِ الناس کے لیے شائع کیا جاتا تھا۔

### • ماہنامہ زیندار گوجرانوالہ

جنوری ۱۸۸۶ء کو منتشری محبوب عالم نے گوجرانوالہ سے ماہنامہ زیندار جاری کیا۔ اس کا پورا نام "زیندار و باغبان و بیطار" تھا۔ ۲۲ صفحات پر مشتمل یہ اپنی نویعت کا پہلا پرچہ تھا جس میں فنِ رزاعت، صفت و حرفت، موشیوں کا علاج معالجہ، باغبانی اور صیغہ یہجوں کی تیاری سے متعلق معلوماتی تحریریں شائع کی جاتی تھیں۔ زینداروں اور کاشتکاروں کے لیے یہ مفید رسائل تھا۔

### • ہفت روزہ پیسہ اخبار گوجرانوالہ

۱۸۸۶ء ہی میں منتشری محبوب عالم نے گوجرانوالہ سے ہفت روزہ "پیسہ اخبار" شروع کیا۔ اس کی پیدائشی پر یہ عبارت درج ہوتی تھی: "ہندوستان بھر کے تمام اردو اخبارات سے ستا پرچہ ہفتہوار شہر گوجرانوالہ کا"۔

"پیسہ اخبار" نے اپنے آغاز ہی میں قبولِ عام حاصل کر لیا، اس کا ثبوت پیسہ اخبار گوجرانوالہ کے شمارہ ۱۰ افروری ۱۸۸۸ء سے اس طرح ملتا ہے: حضرات معاصرین!

"براح عنایت جو جو خبریں اور نوث" پیسہ اخبار سے اقتباس کریں، وہاں اپنے اپنے اخباروں میں اس ناجیز پرچہ کا نام لکھ دیا کریں جو اس کے لیے باعث فر ہے۔ اکثر اصحاب نام نہیں لکھتے اور ایک ہم عصر بھائی کی محنت کی کھدائی سے حصہ لے لیتے ہیں۔ طرفی یہ ہے کہ اخبار "نصرت" دہلی نے اپنے صفحوں کے تیسرے کالم کے آخری نصف میں خبریں تو "پیسہ اخبار" سے نقل کی ہیں اور نام "اخبار حام" کا لکھ دیا ہے مگر یہ کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ ہمارے نزدیک یہ حق تلفی میں داخل ہے۔ کہ ہم کسی صاحب کے لئے ہوئے مضمون کو اپنا سفر سے اتارا ہوا ظاہر کریں۔

ہفت روزہ پیسہ اخبار گوجرانوالہ بہنی ہفتہوار اشاعت کے ساتھ کاروباری اداروں کے

اشتہارات کے لیے الگ سے "مناد" کے نام سے ضمیمہ شائع کرتا تھا۔ اس ضمیمہ پر یہ عبارت درج ہوتی تھی:

The Weekly ADVERTISER Supplement of the PAISA  
مناد کی پیشانی پر مستقل طور پر درج ذیل عبارت درج ہوتی تھی:

"مناد جس میں ہر قسم کے تجارتی اشتہارات نہایت ارزان اجرت پر مشتمل ہو کر بھی  
دست سے ہندوستان کے تمام اردو بولنے والے اطراف و اکناف میں ہفتہ میں ایک مرتبہ  
تمام شاکنین کی خدمت میں منت قسم ہوتے ہیں۔"

### • ہفت روزہ پیسہ اخبار لاہور

منشی محبوب عالم نے "پیسہ اخبار" کی مقبولیت کے پیش نظر صرف دو سال بعد ۱۸۸۹ء میں گوجرانوالہ سے لاہور منتقل ہونے کا فیصلہ کیا۔ لاہور سے "پیسہ اخبار" کو نئی آن بان سے شروع کیا گی۔ ۱۲ مارچ ۱۸۹۰ء کو "پیسہ اخبار" کا روزانہ ایڈٹشن بھی شروع کیا گیا لیکن یہ ہفتہوار ایڈٹشن کی طرح قبول عام حاصل نہ کر سکا۔ اس وجہ سے تحریریہ دوسال بعد ۱۲ ائمہ ۱۸۹۹ء کو بند کر دیا گیا۔ منشی محبوب عالم کی اختراض پسند طبیعت نے کئی نئی تبدیلیوں کے ساتھ ۱۹۰۳ء میں ایک بار پھر پیسہ اخبار کا روزانہ ایڈٹشن جاری کیا۔ اس کے بعد یہ بیس سال تک باقاعدگی سے چھپتا رہا۔ اس کی قیمت صرف ایک پیسہ ہوتی تھی۔ جس لگبھی میں اخبار کا دفتر اور پریس واقع تھا، وہ پیسہ اخبار سٹریٹ کے نام سے موسم ہو گئی۔ "پیسہ اخبار" عواید دیکپی کی چیزیں شائع کرتا تھا، اس لیے یہ بے پناہ مقبول ہوا۔

### • ہفت روزہ امپریل پیسپر لاہور

سید رجب علی شاہ نے لاہور سے امپریل پیسپر کے نام سے ہفتہوار اخبار جاری کیا۔ اس کے مدیر منتظم سید رحمت علی شاہ تھے۔ یہ مارچ ۱۸۸۶ء میں منتظر عام پر آیا لیکن بہت جلد ہی عوام الناس میں مقبول ہو گیا۔ اسے بڑی آب و تاب سے شائع کیا جاتا تھا۔ سول صفحات کے اس پر سچے میں ملکی و غیر ملکی خبریں بڑے اہتمام سے دی جاتی تھیں۔ عمومی مصنایف

کے علاوہ انگریزی ناولوں کا سلسلہ زبان میں نقطہ وار ترجمہ شائع کیا جاتا تھا، جسے لوگ بڑی دلچسپی سے پڑھا کرتے تھے۔

## • ہفت روزہ سرور گزٹ ناہن •

ناہن کے مقام سے قاضی سراج الدین احمد نے اردو زبان میں "سرور گزٹ" کے نام سے ہفتہ وار اخبار ۱۸۸۷ء میں جاری کیا۔ اخبار کی لوح کے نچے یہ عبارت درج ہوتی تھی: "خد اتعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا، جب تک کہ وہ آپ اپنی حالت نہ بدلتے۔" علی گڑھ کی تعلیمی تحریک کا زبردست حامی و نقیب تھا۔ سرسید احمد خاں کے دفاع میں مصائب میں شائع کیے جاتے تھے۔ خود سرسید احمد خاں کی تحریریں وقایات و فوائد اس میں چھپتی رہتی تھیں۔ علی گڑھ کلخ کے حالات و ایجادات، مسلمانوں کی دینی و دنیاوی تعلیم کے حوالے سے تحریریں جگہ پانی تھیں۔ نقطہ وار سلسلے بھی موجود تھے۔ اعجاز التنزیل اور فری میں چیزیں موصوعات پر بھی مصائب لکھے جاتے تھے۔ علی وادی خبریں اور آکاؤ کا اشتہار بھی پرچے کی زینت بنتے تھے۔

قاضی سراج الدین احمد سرسید احمد خاں سے براہ راست فیض حاصل کرنے کے لیے کچھ عرصہ کے لیے علی گڑھ چلے گئے جس کی وجہ سے پرچہ تعطل کا شکار ہو گیا اور پھر اسی دوران سرور گزٹ کے پریس اور فتر کا جملہ سامان آتشرزدگی کی وجہ سے جل کر راکھ ہو گیا۔ اس کے نئے سامان کی خریداری میں کچھ وقت صرف ہوا۔ بعد ازاں ۱۸۹۱ء افروزی اور خبریں کو اخبار کے دور ثانی کا آغاز ہوا۔ اخبار میں محمد بن یہودی لیشتل کافرنس کی سرگرمیوں کو نمایاں انداز میں پیش کیا جاتا تھا۔

## • ہفت روزہ سرمه روزگار آگرہ •

۱۸۸۷ء میں ہفت روزہ "سرمه روزگار" سید عشرت حسین نے آگرہ سے شروع کیا۔ اخبار کی طباعت و اشاعت مرزا خادم حسین کے ذمہ تھی۔ سرور ق پر یہ شعر درج ہوتا تھا۔

ظاکرائی سے عجب رتبہ اعلیٰ پایا  
دیدہ اہل جہاں میں رہا سرمه ہو کر

آٹھ صفحات کے اخبار میں ملکی و غیر ملکی خبروں کے علاوہ معلوماتی مصنایم بھی ہوتے تھے۔

## • ماہنامہ گل چین خیر آباد، لکھنؤ

محمد عکری و سیم نے خیر آباد لکھنؤ سے اردو علم و ادب کی ترویج و ترقی کے لیے جنوری ۱۸۹۱ء کو ماہنامہ گل چین جاری کیا۔ صرف ایک سال کے مختصر عرصہ کے بعد اسے لکھنؤ سے گور کھ پور منتقل کر دیا گیا۔ اس کے تیجہ میں ادارقی امور محمد عکری و سیم کی بجائے ریاض خیر آبادی انجام دینے لگے۔ اپنی جدت طرازی کی وجہ سے ادبی حلقوں میں معتبر پرچہ قرار پایا۔ اس دور کے نامور اردو شراؤ کا کلام اس میں اہتمام کے ساتھ شائع ہوا کرتا تھا۔

## • ہفت روزہ روہیل کھنڈ بریلی

۱۸۹۱ء ہی میں مشی عبد العزیز مراد آبادی نے آٹھ صفحات پر مشتمل ہفت روزہ روہیل کھنڈ بریلی سے اجراء کیا۔ روہیل کھنڈ میں معاشری و معاشری تحریروں کو نمایاں جگہ دی جاتی تھی۔ عوام کے احساسات و جذبات کو بے باک انداز میں پیش کیا جاتا تھا۔ پرچے میں خبریں اور مراسلات بڑے اہتمام سے شائع کیے جاتے تھے۔ اشتہارات بھی پرچے کا حصہ ہوتے تھے۔

## • ہفت روزہ سول اور ملٹری نیوز لدھیانہ

ماستر غلام محبی الدین نے سی ۱۸۹۳ء کو لدھیانہ سے ہفت روزہ سول اینڈ ملٹری نیوز جاری کیا۔ بارہ صفحات پر مشتمل اس پرچے میں عوام انس کے علاوہ فوجیوں کے متعلق بھی خبریں جگہ پاتی تھیں۔ معاشرے کی اصلاح کیلئے سماجی خبریں اور مصنایم بھی چھپتے تھے۔

## • ماہنامہ محمد ٹن ایسکولا اور سنتھل کلچ میگزین علی گڑھ

۱۸۹۳ء کو ماہنامہ محمد ٹن ایسکولا اور سنتھل کلچ میگزین کا اجراء ہوا۔ اس سے پیشتر یہ علی گڑھ انٹی ٹیوٹ گرٹ کے صیئے کے طور پر چھپتا تھا۔ الگ سے اشاعت کے آغاز کے ساتھ

ہی اس کے اردو حصہ کے مدیر مولانا شبیل عمانی بن گئے۔ جبکہ انگلش حصہ تھیڈور بیک کے سپرد کر دیا گیا۔ اس پرچے میں لکھنے والوں میں مولانا الطاف حسین حالی، نواب محسن الملک، مولوی نذیر احمد، وحید الدین سلیمی، مولانا حسرت مہانی اور ملٹی ذکاء اللہ جیسی شخصیات شامل تھیں۔ محمد ٹن ایٹھلو اور یمنٹھل کلخ میگزین کا بنیادی مقصد مشرقی علوم کی ترویج و اشاعت کے ساتھ ساتھ جدید علوم کے ساتھ ان کا تعلق قائم کرنا تھا، تاکہ قدیم و جدید کے امتراج سے مسلمانوں کے اندر علمی شعور پیدا کیا جاسکے۔

### • ہفت روزہ افضل الاخبار دہلی

جنوری ۱۸۹۵ء کو مولانا عبدالرحمن رائخ کی زیر ادارت ہفت روزہ "فضل الاخبار" چار می ہوا، اس کے مالک مرزا محمد عبد الغفار تھے۔ پرچے کی لوح پر اخبار کا نام اردو اور انگریزی و دونوں زبانوں میں درج ہوتا تھا۔ آٹھ صفحات پر مشتمل اس پرچے میں ملکی اور غیر ملکی خبروں کو شامل اشاعت کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ علمی و ادبی موضوعات پر بھی تمریریں شائع ہوتی تھیں۔

### • ہفت روزہ دہلی بنسج دہلی

مولانا عبدالرحمن رائخ نے جنوری ۱۸۹۵ء کو دہلی سے آٹھ صفحات پر مشتمل ہفت روزہ "دہلی بنسج" کا اجراء کیا۔ پرچے کی لوح کے نسبت یہ عبارت مستقل طور پر درج ہوتی تھی: "مختلف قوموں کو یک جان دو قابل کرنے کی کوشش اور ظریفانہ بحث و پیشیدہ معاملات پر روشنی دالتا۔" دہلی بنسج میں عمومی خبروں اور تبصروں کے مقابلے میں نظم و نشر کو نمایاں انداز میں پیش کیا جاتا تھا۔

### • ہفت روزہ زبدہ الاخبار، لاہور

فوری ۱۸۹۵ء کو "حافظ صحت" کے مدیر حکیم غلام نبی نے زبدہ الاخبار کے نام سے ہفت روزہ جاری کیا۔ پرچے میں عام و ہمپی کے مصنایں اور خبریں ہوتی تھیں۔ زبدہ الاخبار کے بنیادی مقاصد میں یہ بات شامل تھی کہ سرکاری ملازمین کے سائل اور ان کی مکالیف کو

حکومت سبک پہنچانا۔ اسی ریاستوں پر نظر رکھنا جو عوام کے حقوق سے پہلو تھی کریں۔ اس کے علاوہ عدالتوں کے فیصلوں پر آزادانہ نکتہ چینی کرنا۔

## • ہفت روزہ چودھویں صدی، راولپنڈی

ما�چ ۱۸۹۵ء کو قاضی مسراج الدین احمد نے راولپنڈی سے ہفت روزہ "چودھویں صدی" کا آغاز کیا۔ پرچے کے صفحہ اول پر اہم خبریں دی جاتی تھیں، جبکہ باقی پرچے میں تاریخی، سیاسی اور علمی نویعت کے مصائب شائع کیے جاتے تھے۔ بیرونی دنیا کی خبروں اور واقعات پر بے لگ تبصرہ کیا جاتا تھا۔ ایک آدھ اشتہار بھی شامل اشاعت ہوتا تھا۔ "چودھویں صدی" علی گڑھ تحریک کے بانی سرید احمد خاں کے افکار و نظریات کا زبردست حای تھا۔ اسی یہ علی گڑھ تحریک کے حوالے سے تحریریں بڑے اہتمام سے شائع کی جاتی تھیں۔

## • ہفت روزہ انتخاب لا جواب لا ہور

مشی محبوب عالم نے بچوں، خواتین، کاشتکاروں، کانوں، اردو خواں طبقے اور انگریزی جانے والوں کے لیے مختلف نوعیت کے پرچوں کا مستقل سلسلہ جاری کیا تھا۔ اسی حوالے سے ایک پرچہ عوام کی تفریغ طبع کے لیے "انتخاب لا جواب" کے نام سے ۱۸۹۵ء میں مکالا۔ پرچے کے صفحہ اول پر یہ تحریر نمایاں انداز میں چھپتی تھی: دنیا بھر کے عجائب، حکمت و ادب، علوم رسم و رواج افسانے، دلچسپ سماںیاں، دلچسپ باتیں، دنیا بھر کے مذاق کی کتب سے انتخاب، اردو میں ہلکے پھلکے لٹری بر کا ترجمان۔ مشی محمد الدین فوق نے اس پرچے کے متعلق اپنے احساسات کا اسی انداز میں اظہار کیا۔ ایک ایسا عجیب و غریب رسالہ بنام "انتخاب لا جواب" جاری کیا جو ہندوستان بھر میں اپنی قسم کا واحد رسالہ ہے۔

## • ہفت روزہ لبرل اعظم گڑھ

قدرت اللہ خاں نے اعظم گڑھ سے آٹھ صفحات پر مشتمل ہفت روزہ لبرل شروع کیا۔ لبرل میں جہاں ملکی و غیر ملکی حالات پر مبنی خبریں ہوتی تھیں۔ وہیں گورنمنٹ کے

مختلف اقدامات کا تذکرہ اور عوام کے سائل کو تمایاں انداز میں پیش کیا جاتا تھا۔ پرچے میں انشا پردازی کے حوالے سے بھی تحریریں ہوتی تھیں۔ جو علم و ادب سے شفقت رکھنے والے افراد کے ذوق کی لیکن کا باعث ہوتی تھیں۔

### • سہ روزہ و کیل امر تسر

۱۸۹۵ء ہی میں مرزا حیرت کی ادارت اور شیخ غلام محمد کی نگرانی میں سہ روزہ و کیل امر تسر جلوہ گہوا۔ اس کے اجراء کا بنیادی مقصد مسلمانوں کی اصلاح تھا۔ آغاز میں یہ ہفت روزہ تھا لیکن بعد میں اسے سہ روزہ کر دیا گیا۔ سہ روزہ و کیل امر تسر کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ہندوستان کی معروف و ممتاز دینی و علمی شخصیات اس کی مجلس ادارت میں شامل رہیں۔ ان میں سے چند ایک کے نام درج ذیل ہیں:

مولانا عبداللہ العدادی، مولوی الشام اللہ، مرزا جالب دہلوی اور مولانا ابوالکلام آزاد جیسی نابغہ روزگار شخصیات سہ روزہ و کیل امر تسر سے وابستہ رہیں۔ پرچے کا عمومی روحان مسلمانوں کے حقوق کی ترجمانی اور قومی و اسلامی دنیا کے حالات و اتفاقات پر بھرپور تبصرہ کیا جاتا تھا۔

### • ہفت روزہ بمدیٰ بیج بمدیٰ

اکتوبر ۱۸۹۶ء کو عبد الصمد نے بمدیٰ بیج کا اجراء کیا۔ کچھ ہی عرصہ بعد اس کی ادارت عبد الحمید فرخ نے سنگال لی۔ چھ برس تک باقاعدگی سے شائع ہونے کے بعد مالی سائل کی وجہ سے بند ہو گیا۔ اس پرچے میں تنقید و تقریح کے انداز میں سیاسی اور سماجی و اتفاقات پر طنز کی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ سنگیدہ قسم کی ملکی و غیر ملکی خبریں بھی اس پرچے میں جگہ پائی تھیں۔

### • ہفت روزہ تہذیب نسوان لاہور

جو لافی ۱۸۹۸ء کو مولوی سید ممتاز علی نے محمدی بیگم کی زیر ادارت ہفت روزہ "تہذیب نسوان" لاہور سے جاری کیا۔ پرچے کی لوح پر یہ عبارت درج ہوتی تھی: تہذیب

نوواں محترمہ محمدی بیگم نے لڑکیوں کے فائدے کے لیے ۱۸۹۸ء میں جاری کیا۔ اس کے بنیادی مقاصد میں، مستورات کے لیے اخلاق و خانہ داری اور تربیت اولاد کے متعلق مصنایں چھائیتا شامل تھا۔ آغاز میں اس کے آٹھ صفحات تھے لیکن بتدیرج صفات بڑھ کر ۲۲ صفحات ہو گئے۔ پرچے کا نام سر سید احمد خاں کی جانب سے تجویز کردہ تھا۔ خواتین کے لیے اس پرچے کے اجراء پر پرانے خیالات کے مسلمانوں نے شدید رد عمل ظاہر کیا لیکن بتدیرج لوگ اس پرچے کی افادیت کے قابل ہوتے چلے گئے۔ ۱۹۰۸ء میں محمدی بیگم کے انتقال کے بعد ان کی بیپی وحیدہ بیگم نے ادارت سنگھاری اور آخری دور میں مجلس ادارت میں امتیاز علیٰ تاج اور حجاب امتیاز علیٰ تاج شامل تھے۔

## پندرہ روزہ انوار الاسلام سیالکوٹ

مشی کرم بخش نے ۱۸۹۸ء میں سیالکوٹ سے ۲۶ صفحات پر مشتمل پندرہ روزہ "انوار الاسلام" کا آغاز کیا۔ اس کا بنیادی مقصد اسلامی تعلیمات کو عام کرنا تھا۔ انوار الاسلام میں بڑے جرأت منداز انداز میں عیسائی مبلغین کے جھوٹ پروپیگنڈے کا مدل جواب دیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ مسلمان مردو خواتین کو اللہ اور اس کے رسول کے احکامات سے بھی آگاہ کرتا تھا۔ مجموعی طور پر یہ پرچہ اسلام دشمنوں کے لیے شمشیر بنے نیام کی حیثیت رکھتا تھا۔

## ہفت روزہ صدائے ہند لاہور

مشی دین محمد نے دسمبر ۱۸۹۸ء کو لاہور سے صدائے ہند کے نام سے ہفت روزہ اخبار جاری کیا۔ یہ پرچہ محمد بن نبوکیشن کافنفرنس کا ترجمان سمجھا جاتا تھا۔ سر سید احمد خاں کے انتقال کے بعد علی گڑھ تحریک کا تسلیل جاری رکھنے کے لیے نواب محسن الملک کی جانب سے علی گڑھ یونیورسٹی کے فارغ التحصیل طلبہ سے مسلسل رابطہ کا ذریعہ اسی پرچے کو بنایا گیا۔ اس کے علاوہ "صدائے ہند" میں دیسی ریاستوں کے مختلف واقعات کا تذکرہ بھی ہوتا تھا۔ اوارہ "صدائے ہند" کی جانب سے مختلف موضوعات پر شائع کردہ مطبوعات کا اشتمار

بھی باقاعدگی سے شائع کیا جاتا تھا۔

### ہفت روزہ البشیر اطاؤہ

۱۸۹۹ء میں مولوی بشیر الدین نے اپنے نام کی مناسبت سے اطاوہ کے مقام سے ہفت روزہ البشیر جاری کیا۔ پارہ صفحات پر مشتمل اس پرچے میں اسلامی اقدار و روایات کے حوالے سے تحریریں شائع کی جاتی تھیں۔ انداز تحریر میں بے باکی کا عنصر بہت نمایاں ہوتا تھا۔ البشیر کی اشاعت کے تین سال بعد ۱۱ اگست ۱۹۰۲ء کو پارہ صفحات پر مشتمل کانفرنس گرٹ کے نام سے بھی شائع ہونے لگا جو بمشکل دو سال تک جاری رہا۔

### ہفت روزہ کرزن گزٹ، دہلی

فوری ۱۹۰۰ء کو مرزا حیرت نے دہلی سے ہفت روزہ کرزن گزٹ کا اجراء کیا۔ یہ ہمہ جنت پرچہ تھا۔ جس میں علمی، ادبی، تعمیدی اور مذہبی تحریریں ایک ساتھ شائع ہوتی تھیں۔ یہ بے باک پرچہ تھا حکومت اور اس کے وفاداروں کا بے الگ ناقہ تھا۔ اس میں مختلف کتب کو قسط وار شائع کیا جاتا تھا۔ یاد رفیعیان کے عنوان سے بہادر شاہ ظفر کے اخبار "سراج الاخبار" کے منتخب اقتباسات بڑے اہتمام سے شائع کیے جاتے تھے۔

بیسویں صدی (۱۹۰۱ء) کے آغاز سے لے کر قیام پاکستان (۱۹۴۷ء) تک اتنی بڑی تعداد میں اخبارات و رسائل جاری ہوئے کہ یہاں ان کا مختصر تذکرہ بھی ممکن نہیں۔ البتہ ان پر جوں کے نام، مدیر و مالک کا نام، مقام اشاعت اور تاریخ اشاعت پر مشتمل ایک فہرست کتاب کے آخر میں بطور ضمیمہ شامل کی جا رہی ہے۔

باب چہارم

# مسلم صحافت کے درختان ستارے

## جمال الدین افغانی

اتحاد عالم اسلام کے نقیب، سید جمال الدین افغانی نے افغانستان کے صلح جلال آباد کے قصہ گنڈر جبکہ دوسری روایت کے مطابق اسد آباد میں ۱۸۳۹ء بمقابلہ شعبان ۱۲۵۳ھ کو آنکھ کھوئی۔ ان کا سلسلہ نسب سرحدی و افغانی سادات کے سورث اعلیٰ سید علی ترمذی سے ملتا ہے۔ جمال الدین افغانی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سید صدر سے حاصل کی۔ اس کے بعد مختلف علوم حکمت و دانش، ریاضی، نجوم اور تاریخ عالم پر دسترس حاصل کی۔ اٹھارہ سال کی عمر میں مختصر دست کے لیے پہلی بار ہندوستان آئے۔ یہاں سے یکمیل علوم کے بعد جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے کچھ دور پہلے سفر جہاز پر روانہ ہو گئے۔ جہاں سے فریض صح کی سعادت حاصل کر کے اور راستے میں مختلف عرب ممالک کی سیاحت کرتے ہوئے واپس افغانستان پہنچے۔ ۱۸۶۱ء میں دوبارہ صح کی سعادت حاصل کرنے کے بعد قاہرہ پہنچے جہاں جامعہ الازہر کے علماء و شیوخ سے ملاقاتیں ہوتیں۔ اس دوران جامعہ الازہر میں اسلامی قومیت کے نظریے پر متعدد پرکارز دیے۔ اس موقع پر انہیں شیخ محمد عبدہ کی صورت میں مخلص شاگرد اور ان شاک رفیق کارمل۔ سید افغانی نے "الازہر" میں جو نمایاں خدمت انجام دی، وہ "عقل وطنی" کا قیام تھا جو اپنے نسب العین کے لحاظ سے اس دور انحطاط میں نادر روزگار ادارہ، تاریکی میں جھا ہوا چڑاغ اور مایوسی میں مضبوط سہارا تھی۔

سید جمال الدین افغانی کو صحافت کا شوق پہنچنے ہی سے تھا۔ انہی نے افغانستان سے پہلا اخبار "شمس النہار" جاری کیا، جسے افغانستان کے علوہ بیرون ملک بھی بھیجا جاتا تھا۔ افغانی جب مصر پہنچنے تو وہاں کی صحافت کی حالت یہ تھی کہ سارے صرف میں صرف اسکندریہ سے "چھوٹی چھوٹی اخبار لختتے تھے۔ افغانی نے اس کے مقابلہ میں معیاری جرائد "مصر"، "مروسہ" اور "مراہ الشرق" جاری کروائے۔ ان اخبارات میں جمال الدین افغانی "مظہر بن

"وستان" کے قلمی نام سے لکھتے تھے۔ ان کی تحریر و تحریر اور علمی و سیاسی جالس سے متأثر ہو کر مصر میں وہ نئے ادب اخبار نویس تیار ہوئے، جنہوں نے بے لگ تقدیم اور اظہار رائے کو اپنے قلم کا نشان امتیاز بنایا۔ افغانی کی ان کوششوں سے پورے مصر میں عام بیداری پیدا ہوئی اور غیر ملکی مداخلت کے ظلاف جذبات بھر کی اٹھے۔ اس پر مصری حکمرانوں نے جمال الدین افغانی کو مصر سے جلاوطن کر دیا۔ اہل اقتدار نے افغانی کے جسم کو مصر سے نکال دیا لیکن ان کی روح وہاں سے نہ نکل سکی۔ عوام نے ان کے اخبار و نظریات کو حرز جاں بنا کر مصری سیاست میں انقلاب برپا کر دیا۔ مصر بدری کے بعد افغانی ہندوستان اور وہاں سے دوبارہ کابل پہنچے۔

افغان حکمرانوں سے ذمی هم آئنگی نہ ہونے پر افغانی واپس ہندوستان آئے، یہاں سے لندن پہنچے، چند روز قیام کے بعد پیرس پڑے گئے۔ وہاں ان کے رفین اور مخلص شاگرد شیخ محمد عبدہ مصر سے پیرس پہنچ گئے۔ اس کے بعد سعد زاغول اور مرزا باقر ایرانی بھی یہاں آگئے۔ ان ساتھیوں کے تعاون سے ایک جماعت "المجتہدة العروه الوثقى الحیریة" قائم کی۔ اس کے ساتھی پیرس کی آزاد سرزمیں سے مشرق کے حکوم ممالک میں اپنا پیغام پہنچانے کے لئے "العروه الوثقى" کے نام سے ہفتہوار اخبار جاری کیا۔ اس اخبار کے اغراض و مقاصد افغانی کے بقول یہ تھے۔ "یہ اخبار سمجھائے گا کہ حادث زمانہ کی مدافعت کے لیے طاقت حاصل کرنے کا واحد ذریعہ ان اصولوں پر مضبوطی سے کاربند ہونا ہے جن پر ہمارے اسلاف عمل پیرار ہے..."۔

العروه الوثقى کا پہلا شمارہ ۱۳ / مارچ ۱۸۸۳ء کو نکلا۔ اس کی لوح پر جمال الدین افغانی اور شیخ عبدہ دونوں کے نام تھے۔ یہ بلا قیست تھا۔ اس کے مصنایوں میں بھلکی جوش و خروش بھی ہوتا تھا اور داسی استواری بھی۔ اس عربی اخبار نے اپنے پہلے ہی شمارے سے مشرق و مغرب کی صعافت میں پل پیدا کر دی۔ "العروه الوثقى" ایک پیغام تھا جو افغانی نے اپنی بھلکی افکار کے بعد دنیا کیک پہنچانا چاہا تھا۔ عالم اسلام کا اتحاد، طاقت اور اقتدار کا حصول اور صحیح نظام سیاست پر پل کر اس اتحاد و اقتدار کا تحفظ اس کا نصب المیں تھا۔ اگر افغانی اپنے اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب ہو جاتے تو وہ یقیناً دنیا کے اسلام کے اتحاد کا خواب پر مندہ تعمیر کر دیتے۔

سید جمال الدین افغانی نے اپنی تمام زندگی تحریک اتحاد اسلامی کو عملی جامہ پہنانے کی کوششوں میں صرف کر دی۔ آپ کی اصلاحی تحریک نے مشرق و سطی میں جو حجم ریزی کی تھی۔ بیسویں صدی کے ابتدائی دور میں اس نے ایک اسلامی فصل کھڑی کر دی۔ یہ کھنابالغہ نہیں ہو گا کہ عالم اسلام کی تمام جدید تحریکوں کا مبداء و منبع افغانی کی تعلیمات تھیں۔ بقول لکھنول سستھ "افغانی نے پہلی بار عالم اسلام کے لیے بڑھتے ہوئے مغربی سلطنت کے خطرے کو پچانا اور اس سے خبردار کیا۔ علامہ اقبال کے بقول "اسلام کو بعثیت ایک نظام فکر دنیا سے متعارف کرانے کا فریضہ افغانی ہی نے ادا کیا"۔

سید افغانی نے ایران، ترکی، مصر اور دوسرے اسلامی ممالک کی ذمیں شخصیات کو جس طرح متاثر کیا وہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ محض ایک روانیتی سیاسی رہنمای نہیں بلکہ اس سے پڑھ کر ایک بہت بڑے مفکر تھے۔ آپ نے مسلمانوں کے سیاسی اور دینی تنزل کے دو اسباب علاش کیے۔ ایک خارجی نویعت کا یعنی مغربی ممالک کی استیصالی کارروائیاں، دوسری اعلیٰ یعنی مسلمانوں کا اسلامی اصولوں سے انحراف۔ سیاسی علامی سے آزاد ہونے کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان فوجی اعتبار سے طاقتور ہوں اور داخلی طور پر مسلمانوں کی اخلاقی، تعلیمی اور مذہبی اصلاح کے لیے ایک منظم تحریک کے تحت کام شروع کیا جائے۔ ان کے نزدیک جب تک مسلمان سائنسی تعلیم سے آزادت نہیں ہوتے، ان کی ترقی ممکن نہیں۔

## • جمال الدین افغانی کا نظریہ صحافت:

"خبر وہ بے مثل صناعت ہے کہ اس کا موضوع عوام کے احوال، اخلاقی و قومی اور اس کی غائب اصلاح اخلاق امت و جلب سعادت و امن و لامان اپنی قوم بلکہ تمام اقوام کے لیے ہے۔ ایسا اس لیے ہے کہ:

۱۔ جریدہ (اخبار) ارباب فضائل کی فضیلت بیان کرنے میں مسابقت کرتا ہے۔ اول تو ان کی بجا درج کرنے کے خیال سے جو صاحب فضیلت کا حق ہے اور دوسرے اس لیے کہ اس مدح کو پڑھ کر دوسروں کو فضائل حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو۔

۲۔ روزانی پر نکتہ چینی کرتا ہے کیونکہ ان کے ضرر متعدد ہیں اور اس طرح وہ دوسروں کو روکتا ہے، ان حرکات کے ارتکاب سے جو روزانی کرتے ہیں۔

- ۳۔ اخلاق جمیلہ کے منافع کا ایسا بیان شافی کرتا ہے کہ عوام اس سے فائدہ اٹھا سکیں، اور خواص بھی بے بہرہ نہ رہیں۔ ہر روزہ اپنا فرض انجام دتا ہے اور بڑی خصلتوں اور ان کی مضر توں کو عام انسانوں سے دل پذیر عبارتوں میں شرح و بسط کے ساتھ بیان کرتا ہے۔
- ۴۔ عام لوگوں کے لیے علوم کے فوائد کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ ہر شخص کو یقین ہو جائے کہ امت کی سعادت علوم حقائق اور معارف حقائق کی وجہ سے ہے ان کے بغیر نہیں۔ اخبار جمل کے تقصیان و خارہ کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ ہر جاہل و غبی اعتراف کر لے کہ ہر بلا اور صیبیت و تقصیان، جمل کی وجہ سے ہے۔
- ۵۔ علوم کے درجات کو عالم انسانی میں ان کے فوائد کی نسبت سے قرار دتا ہے اور ہر ایک کے لوازم کی مقدار کو دلیل سے ثابت کرتا ہے تاکہ نادان اپنی عمروں کو صنائع نہ کریں اور اس فائدہ سے جو حصول علم میں مشغول رہنے سے حاصل کیا جاتا ہے، معموم نہ رہیں۔
- ۶۔ منافع کی ضرورت کو عالم دنیت میں علوم کا نتیجہ ہے، ثابت کرتا ہے اور دلائل سے یہ ثابت کرتا ہے کہ بغیر صناعت میں ترقی کیے رفاهیت حاصل نہیں ہوتی۔
- ۷۔ اخبار، تمام معارف ضروریہ کا مسئلہ جغرافیہ، طبیعیات، فلکیات، رزاعت، حرفت، تنظیم بلاد، تربیت اولاد کا اس طرح ذکر کرتا ہے کہ عوام الناس ان سے بہرہ ور ہوں۔
- ۸۔ فضیلت انسانیت کی تشریع کر کے اغیاناء اور ارباب دولت کو اس کی طرف دعوت دیتا ہے اور مصنایمن کھکھ کر علوم و معارف کی ترغیب دیتا ہے۔
- ۹۔ اخبار، جنوں کو بڑھانے اور نقوص کو زندہ کرنے کی غرض سے بزرگان سلف و اجداد کا ان کی اولادوں کے سامنے ذکر کرتا ہے، اس طرح کہ وہ ان کی روایات کو اپنا فرض سمجھیں۔
- ۱۰۔ سابقہ قوموں کے احوال و اخبار کو تفصیل کے ساتھ درج کرتا ہے، تاکہ صحابان سیاست اپنے حال کو اس کے مطابق کریں۔
- ۱۱۔ اخبار، حاکم کو عدل کی دعوت دیتا ہے اور اس کے فوائد بیان کرتا ہے، رعایا کی وکالت کرتا ہے اور ان کی شکایات حکومت نیک پہنچاتا ہے۔
- ۱۲۔ اگر کوئی شخص غیر قوم کے متعلق نامناسب بات کئے تو دلائل اور برائیں سے، جو عقلمندوں کے نزدیک تلوار سے زیادہ موثر ہیں، اپنی قوم کا دفاع اخبار کو واجب جانا

جا ہے۔

- ۱۳۔ اخبار ہر عاقل کے افکار کو تمام اہل عقل تک پہنچانے اور اہل دنیا کو ایک دوسرے کے خیالات سے مطلع کرے۔
- ۱۴۔ حکایات، الطیف اور ظرافت و اشعار بلطف اپنے قارئین کے لیے کبھی کبھی شائع کرے۔
- ۱۵۔ اخبار، قوم کے اجزاء و اعضا نے منتشر کو جمع کرے اور حیات تازہ سے ان کو زندہ کرے۔

۱۶۔ اپنے قارئین کو سیر و سیاحت دنیا سے گھر بیٹھے دل شاد کرے۔

- ۱۷۔ اخبار، سیما روں کو طبیبوں اور ماہرین تک اور جاہلوں کی علماء تک رہبری کرے۔
- ۱۸۔ قوم کے دوست کو دشمن سے تمیز کرانے، دھوکا اور فریب کونہ چلنے دے۔

فی الجملہ اخبار ایسے انسانوں کے لیے ہے جو نیکی و سعادت چاہیں۔ اخبار ایک بھائیں نما دور بین ہے، ایک طبیب شفیق ہے، ایک سچا ناصح ہے، ایک متواضع مسلم ہے۔ ادب سکھانے والا ہے۔ آنکھ ہے بیدار اور چوکیدار ہے ہوشیار، معلم کامل عوام کے لیے اور تریاق شافی ہے تمام لوگوں کے واسطے اور تنیسہ کرنے والا ہے، قافلوں کو اور روح بخش ہے، دل ہانے مردہ کے لیے اور جگانے والا ہے، افکار افسروہ کو۔ تہائی میں جلیس ہے، دوست میں انیس ہے۔ علماء کا سرمایہ ہے۔ تاجروں کا رہبر اور حکام کا مشیر، زراعت پیشہ لوگوں کی فلاحت میں مددگار، جوانوں کا مکتب، ارباب بصیرت کا فور دیدہ، خداوندان سیاست کا دستور پسندیدہ مد نیت کا مضبوط قلمہ اور سعادت انسانی کا مسکن پہاڑ ہے۔ اخباروں کی ترقی و سر بلندی قوتوں کی ترقی کے ساتھ ساتھ ہوئی ہے، جس قدر علوم و معارف میں قوم ترقی کرے گی اور مدارج مد نیت میں بڑھے گی اس قدر اخبارات کی تعداد اور زیادہ ہو گی۔

سید جمال الدین افغانی کی زندگی کا آخری دور ترکی میں گرا۔ آخری ایام زندگی میں سلطان ترک نے افغانی سے ناراض ہو کر نظر بند کر دیا۔ نظر بندی کے دوران سلطان کا مرض لاحق ہو گیا۔ اسی عارضہ میں ۹ مارچ ۱۸۹۷ء کو اس دنیا نے افغانی سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئے۔ قبرستان شیوخ محلہ ماچھہ میں دفن کیے گئے۔ بعد میں شاہ افغانستان کی کوشش سے ۱۹۳۵ء میں افغانی کی لاش ترکی سے افغانستان لائی گئی اور کابل میں دفن کیا گیا۔

سید جمال الدین افغانی کا درج ذیل قول آب رز سے لکھنے کے قابل ہے۔  
”میں ظالم اور مظلوم دونوں سے نفرت کرتا ہوں۔ ظالم سے اس لیے کہ وہ ظلم کرتا ہے اور  
مظلوم سے اس لیے کہ وہ ظلم قبول کر کے ظالم کو زیادتی کا موقع دیتا ہے۔“

### سرسید احمد خاں

سرخ و سپید رنگ، پارعب بھرے، روشن آنکھوں، لمبی دارڑی، فربہ جسم اور وجہہ  
شکل و صورت کے باک، شاہ ولی اللہ کے فرزند ارجمند کے پوتوں اور مظہر جان جاناں کے  
چانشیں شاہ غلام علی کے فیض یافتہ سید احمد خاں ۱۸۱۷ء کو دہلی میں بیدا ہوئے۔  
آپ کا بچپن زیادہ تر شاہ غلام علی کی زیر تربیت گزار۔ انہوں نے ہی آپ کا نام احمد رکھا تھا  
اور انہی سے قرآن مجید، کریما، فالق باری، آند نامہ، گفتان، بوستان، شرح تہذیب اور دیگر  
قدیم کتب سے استفادہ کیا۔

سرسید احمد خاں بڑے خوش اخلاق، علم دوست، مخلص و دیانتدار، مستقل مزاج، دور  
اندیش، بلند پایہ اوریب اور دل نشیں مقرر تھے۔ آپ کی تحریر و تحریر میں سادگی اور بے  
ساختگی تھی جس کی وجہ سے آپ کے اسلوب بیان کی واد سولانا الطاف حسین حالی نے ان الغاظ  
میں دی۔

”سرسید احمد خاں کے علمی اور تاریخی مصنایں میں دریا کے بہاؤ کی سی روائی ہے، تو  
مذہبی اور سیاسی تحریروں میں چڑھاؤ کی تیرانی کا سازور ہے۔ اعتراضات کے جواب میں  
متاثرت اور سنبھیڈگی ہے تو بے دلیل دعووں کے مقابلے میں ظرافت اور خوش طبی۔ غصہ  
مردانی سے پر لطف ہے اور نفرین، آفرین سے زیادہ خوش آئند ہے۔“

سرسید احمد خاں پہلے مسلم رہنمائی، جنہوں نے انگریزوں کی پوروہ آں انڈیا نیشنل  
کمپنی کے مقابلے میں محمدان یہجو کیشن کانفرنس قائم کر کے ایک طرف مسلمانوں کو  
کامگری میں شمولیت سے بارز کرنے کی کوشش کی اور دوسرا طرف مسلمانوں کو ہندوؤں کے  
برا بر لائے اور حکومت کے عمل دل میں شریک کرنے کے لیے ہندوستان کے دور دراز  
علاقوں میں مسلمانوں کی تعلیمی حالت بہتر بنانے کے لیے ملک گیر مہم چلانی۔ ۱۸۵۷ء کی  
جنگ آزادی کے متعلق سرسید احمد خاں نے ایک خط میں لکھا: ”غدر کیا ہوا؟ ہندوؤں نے

شر ورع کیا، مسلمان دل جلتے تھے، وہ یعنی میں کو دپڑے۔ ہندو تو گھٹا نہ کر جیسے تھے، ویسے ہی ہو گئے مگر مسلمانوں کے تمام خاندان تباہ و بر باد ہو گئے..... غدر کے بعد مجھ کو نہ اپنا گھر لٹھنے کا رنج تھا، زیال و اسباب تلف ہوتے کہا۔ جو کچھ رنج تھا، اپنی قوم کی بر بادی کا تھا۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کی ناکامی نے انگریزوں کو مسلمانوں کا بدترین دشمن بنایا۔ ان کے نزدیک مسلمان کا معنی ہی یا غنی تھا۔ سرسید احمد خاں نے انگریزوں کے غیظ و غضب کے باوجود مسلمانوں کی بے گناہی کے مسلم میں "اسباب بغاوت ہند" لکھ کر حکومت کے اعلیٰ حکام اور برطانوی پارلیمنٹ کے ممبران کو بھیجی۔ اس کتاب میں غدر کی تمام تر ذمہ داری انگریزوں پر ڈالی گئی تھی۔ سرسید احمد خاں نے یہ کام جان ہستھپنی پر رکھ کر انجام دیا۔ گورنر یوپی سرو لیم میور نے "لائٹ آف محمد" لکھ کر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جو گستاخیاں کیں، وہ پڑھ کر سرسید کے تن بدن میں اُلگ گئی۔ آپ نے سرو لیم میور کے اعتراضات کا دندان لٹکن جواب لکھا۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے اپنے تمام ترمی و اخلاقی وسائل کا بصر پور استعمال کیا۔

سرسید احمد خاں کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ علی گڑھ کلیعہ کا قیام تھا۔ آپ اس اصول پر کار بند تھے کہ جب زنانہ بد لے تو اپنے آپ کو مذہبی عقائد و خیالات کے دائرہ میں رہتے ہوئے بد لیں اور زنانے کا ساتھ دیں۔ اسی نظریہ کے تحت آپ نے مسلمانوں کو جدید علوم و فنون کی تعلیم حاصل کرنے، سیاسی اندماز فکر کو بدلتے، علم و ادب کا جدید سرمایہ جمع کرنے اور میثت کی نئی راہیں تلاش کرنے پر زور دیا اور اسی بنیاد پر تحریک چلانی جو قیام پاکستان کا پیش خیسہ ثابت ہوئی۔

سرسید احمد خاں نے عملی صحافت کا آغاز اپنے بھائی سید محمد کے انتقال کے بعد ان کے اخبار "سید الاخبار" کی ادارتی ذمہ داریاں سن بھال کر کیا۔ یہی اخبار ان کی صاحفتی تربیت کا ذریعہ بنا۔ یہ اخبار ۱۸۵۰ء میں بند ہو گیا۔

۱۸۶۳ء میں سرسید احمد خاں نے ایک ایسی علی و ادبی تظمیم کے قیام کی تجویز پیش کی جو ہندوستان میں جدید علوم و فنون کا انگریزی سے اردو میں ترجمے کا اہتمام کرے۔ ۱۸۶۲ء اجنوری کو اس تجویز کو عملی جامہ پہنا یا گیا اور سائنسیک سوسائٹی کے نام سے تظمیم غازی پور میں قائم کی گئی۔ اسی دنوں سرسید احمد خاں کا تاباہہ علی گڑھ میں ہوا تو اس سوسائٹی

کا دفتر بھی وہاں منتقل ہو گیا۔ علی گڑھ سے تین سال بعد ۱۳ مارچ ۱۸۶۶ء کو ایک اخبار جاری کیا گیا۔ اس کا اردو زبان میں نام "اخبار سائنسنک سوسائٹی" اور انگریزی میں نام "دی علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ" تھا۔ اس کے ایڈٹر سر سید احمد خاں تھے اور یہ اخبار ان کی وفات کے بعد بھی بہت عرصہ باقاعدگی سے شائع ہوتا رہا۔

اردو صحفت کی ترویج و اشاعت کے لیے "اخبار سائنسنک سوسائٹی" کی خدمات بے پناہ اور ناقابل فراموش ہیں۔ اس اخبار نے صحفت کو آزادی رائے، سنجیدگی اور صحت و اقامت کی خوبیوں سے نوازا۔ سائنسنک سوسائٹی اخبار نے جدید تعلیم کو فروغ دینے اور اپنے قارئین کو موضوعات کے تنوع سے آشنا کیا۔ اس اخبار کے ذریعے ہندوستانی عوام کو بیرونی دنیا کے باشندوں کے رہن سن اور طرز معاشرت سے آگاہی حاصل ہوئی۔ اس اخبار نے اردو زبان کو سلیمانی، سادہ اور عام فرم بنانے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ سر سید احمد خاں نے اس اخبار کے ذریعے انگریزوں اور مسلمانوں کے درمیان اختلافات کی حائل طبیع کو پامنے کی کامیاب کوشش کی۔

اخبار سائنسنک سوسائٹی سے قبل اردو اخبارات میں ادارے لکھنے کا رواج نہیں تھا۔ گزٹ نے اسے عام کیا۔ اس کے اداریوں میں نہ توہنگاہ خیری ملتی ہے اور نہ بے جا جوش و خروش لیکن ان اداریوں کی سب سے بڑی خوبی قارئین کو کسی بھی مسئلے پر دلائل سے مطمئن کرنا ہوتا تھا۔ گزٹ میں مسلم ممالک کے سیاسی نشیب و فراز پر بھی ادارے بڑی تعداد میں ملتے ہیں۔ ان اداریوں میں سر سید احمد خاں نے مسلم ممالک کے حالات سے بر صنیر کے مسلمانوں کو باخبر رکھنے کا اہتمام کیا۔ ۱۸۷۷ء میں ترکی اور روس میں جاری جنگ کے حالات سے جلد آگاہی کے لیے اخبار سائنسنک سوسائٹی کو ہفتہوار کی بجائے سر روزہ کر دیا گیا۔

سر سید احمد خاں نے ایسے ادارے بھی تحریر کیے، جن کے مطالعہ سے پست چلتا ہے کہ وہ صحفت کے ہر پہلو پر گھبڑی نظر رکھتے تھے۔ وہ پیشہ ور صاحفی نہیں تھے لیکن مختلف واقعہات پر ان کا رد عمل جس سلیقے سے ہوتا تھا کہ وہ اہل صحفت کے لیے مشعل راہ کی مانند ہے۔ یہ اخبار اردو صحفت میں مقصدیت کو فروغ دینے والا ہلا اور جامع نمونہ تھا۔

اخبار سائنسنک سوسائٹی کے علاوہ سر سید احمد خاں نے مسلمانوں کی اصلاح کے لیے

# THE ALIGURH INSTITUTE GAZETTE

## ا خ ب ار سیئن ٹیفک سُو سَعْتی علیکہ

۹ جولائی

۳ مئی سنہ ۱۸۶۷ء روز جمعہ

۱ جون

LIBERTY OF THE PRESS IS A PROMINENT DUTY OF THE GOVT. AND A NATURAL  
RIGHT OF THE SUBJECTS.

تو اپنی آزادی کی ہی لذت پرداز فریض گورنمنٹ کا اور کافی اعلیٰ نور جعلی حق دے دے ۔

NOTICE

This Paper will be issued weekly by the Aligarh  
Society.

The rates of subscription will be as follows.

Annual subscription. 12/-

Do. with postage. 18/-

The paper will be distributed gratis to members  
of the Society.

Members of the Society pay an annual subscription  
of Rs. 2/- and are entitled to receive, without  
further payment, all the Society's publications, books,  
lectures, and newspapers.

اطلاع

ای اخبار سنہ ٹیک سیلیانی ڈیلکٹس میں پر  
ڈیکھ دیں گے اسکے لئے نسبت نالصلی ڈیکھ دیں میں میں

ڈیکھ دیں ٹیک سیلیانی اس سے میں اپنے کام کے لئے

ڈیکھ دیں ڈیکھ دیں اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

ڈیکھ دیں اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

ڈیکھ دیں اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

ڈیکھ دیں اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

**إطلاع**

بِصَدِيقَتِيْ مُحَمَّدَانِ وَ خَروَادَارِيِّ وَ تَطْهِيرِيِّ  
تَهْذِيبِ الْأَخْلَاقِ

اس بوجہ لی یاہیں جس ماحصل لی تھیں اور کسی  
مشکل ہو تو ماہداری پس بوجہ لی سے تھوڑا فریق تھا مگر مسٹر  
بوجہ مسٹر مشکل ہوئے کہ تپلی مشکل ہو تو اور ایسا کہ  
وہ جنہیں یا کوئی پوچھتا ہے تو اسکے لئے اسکے لئے اسکے لئے  
کافی تھا جو بھول سی اس کی پاس بھال پہنچا جائے اسکے لئے  
کافی تھا ، تکہت ہے تو بوجہ کے امور کی کہیں کوئی کوئی  
بوجہ طبقہ میں ہوئے اسے بوجہ کے امور کی کہیں کوئی کوئی  
کھسپ ہوئے اس کو شمار کافی تکہت سے اسے اسی کو پاس جائے  
اس بوجہ میں سب سوت سالہ میں تھیں کہ سالانہ میں

کھنڈ ۷۰۰۰ گز میں تو اس سب سے اکھاڑا کھکھو دیا جائے  
مشکل ایسی ہوئے — ملکہ مسٹر بوجہ لی اس کو اسے  
سامانوں لی گئے ، سعادت ایسے تھیں کہ تو یہ کوئی کوئی کوئی  
محضی اس کو لے لے کام میں کوئی کوئی کوئی کوئی  
میں رہے ہیں سکتے ہیں کہ

**اطلاع**

تَهْذِيبُ الْأَخْلَاقِ

مسٹر بوجہ بھی اس بوجہ کے سفر میں کہا تھا کہ مسٹر بوجہ کے  
رسیل میں یہ کہ سب سوت سالہ میں تھا ملکہ مسٹر بوجہ کے  
لہذا ، فریق میں سب سوت سالہ میں اسی کے ساتھ  
کہ مسٹر بوجہ کے سویں ۶۰ سالہ کو جائی کیا ہے اور ساتھ  
یہ ۶۰ سالہ اس بوجہ کے اخراج کے لئے بھاری میں ہے اسی کے  
لئے مسٹر سالکت میں پہنچا گئے تھے مسٹر بوجہ کے اسی کے  
کافی تھا جو اسی کو کہیں بھال کر دیا گیا اسی کے  
کھسپ اور کوئی کھسپ اس طرح کے کھسپ ہوئے اسی کو کہیں کافی تھا  
جسکے نتیجے میں اسی کو کھسپ کیا گیا ہے

جس کے بعد میں سب سوت سالہ میں اسکے ۷۰ گز میں کہا تھا کہ مسٹر  
بلکہ مسٹر بوجہ میں کہا تھا کہ مسٹر بوجہ کے ساتھ  
میں بیکار میں اسی کے ساتھ اسکے لئے مسٹر بوجہ کے  
لئے کافی تھا کہ مسٹر بوجہ کے ساتھ اسی کے ساتھ  
اویڈی کے میں اسی کے ساتھ اسکے لئے مسٹر بوجہ  
جو اس سے اسکے ساتھ اسکے لئے مسٹر بوجہ کے ساتھ اسی کے ساتھ

"تہذیب الاخلاق" کے نام سے اخبار لکھنے کا فیصلہ کیا۔ اپنے اس فیصلہ سے مولانا محدث علی کو خطر کے ذریعے آگاہ کرتے ہوئے لکھا۔ میں نے سال بھر کا خرید لیا ہے۔ اس کا ہائانہ خرچہ سورو پے ہو گا۔ ہم میں دوست پانچ پانچ روپے مہینہ کے حساب سے دیں گے اور اخبار مفت باشیں گے اور بقیمت بھی سمجھیں گے۔ اس اخبار میں بجز اس کے کہ مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی بحثی کے مصنایف ہوں گے۔

تہذیب الاخلاق کا پہلا شمارہ یکم شوال ۱۴۲۲ھ، ہجری، بمقابلۃ ۱۸۷۰عیسوی کو شائع ہوا۔ اس کے دونام تھے۔ اردو میں "تہذیب الاخلاق" اور انگریزی میں "دی محمدی سوشن ریفارمر" یہ اردو زبان میں ہر ماہ تین بار شائع ہوتا تھا۔ یہ مسلسل چھ سال تک جاری رہا۔ تہذیب الاخلاق نے مسلمانوں کی زندگیوں میں انقلاب برپا کر دیا۔ اس اخبار نے مسلمانوں کو فرسودہ روایات، رسوات کی اندھاد و حند تقلید ترک کرنے کا مشورہ دیا۔ مسلمانوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ اپنی زندگیوں میں اسلام کو رکھ کریں، زندگیوں کے لیے بھی تعلیم کا استظام کریں اور ہر قسم کے علوم و فنون سے استفادہ کرنے کی کوشش کریں۔

سرسید احمد خاں نے اردو صحفت کو اعلیٰ روایات سے ہمکنار کیا، صداقت، بے خوف اور بے غرض ان کی صحفت کا طریقہ انتیاز تھا۔ سرسید احمد خاں نے جس مسئلے کو بیان کرنا چاہا ہے خوف اور بے غرض ہو کر بیان کیا، ان کے ذمہ و قلب جو کچھ آیا، اسے درست جان کر بیان کر دیا۔ اپنی ذات کے لیے کبھی کسی پر کیپڑے نہ اچھا اور نہ ہی بے جا تقدیم کو روا رکھا۔ سرسید احمد خاں کی صحفت نے دوسرے اخبارات و رسائل کے لیے نشانِ راہ کا کام دیا۔ انہوں نے اخبار کو مضمض خبروں تک محدود نہ رکھا بلکہ اسے معاشرے کی اصلاح کا ذریعہ بنایا۔ سرسید نے دوسری زبانوں بالخصوص انگریزی کے مصنایف کا اردو میں ترجمہ کر کے شائع کیا۔ اس اقدام نے اردو صحفت کو بڑی وسعت بخشی۔ مضمون نویسی کے پردے میٹھ سرسید احمد خاں نے اردو صحفت کو اواریہ نویسی کے فن سے آشنا کیا۔

سرسید احمد خاں ایک ہر بہت شخصیت تھے جس کا اعتراف ہر دور کے اصحاب علم و فکر نے کیا ہے۔ ان میں سے چند ایک کے تاثرات سرسید احمد خاں کی شخصیت کے نقوش کو نمایاں کرنے کے لیے پیش کیے جا رہے ہیں۔

• پروفیسر آرنلڈ کے مطابق "تاریخ سے معلوم ہو گا کہ دنیا میں بڑے آدمی بے شمار گزرے، میں لیکن ان میں بہت کم ایسے نکھلیں گے جن میں سرید احمد خاں جیسے حیرت انگیز اوصاف مجتمع ہوں۔ وہ ایک ہی وقت میں اسلام کا محقق، علم کا حامی، قوم کا سو شر ریفارمر، سپا ستدان اور مصنف و مقرر تھا۔ اس کا اثر اس سوچنے والے عالم جیسا نہ تھا، جو گوشہ تھائی میں بیٹھا اپنی تحریروں سے لوگوں کو اکسائے، بلکہ وہ علی الاعلان لوگوں کے لیے ربر بن کر آیا۔ وہ ہندوستان میں مسلمان قوم کا سردار بن کر ظاہر ہوا۔ یہ وہ مرتبہ ہے، جو اس سے پہلے کسی شخص کو تلوار کے بغیر حاصل نہ ہوا۔"

• اکبر اللہ آبادی نے سرید احمد خاں کے عظیم مشن سے متاثر ہو کر کہا "ہماری باتیں ہی باتیں، میں، سید کام کرتا ہے"

• مہدی افادی نے لکھا "لوگ لکھتے ہیں کہ سرید نے کلخ بنایا، میں کہتا ہوں اس نے قوم بنائی، قومیت کا تصور پیش کیا، نئی نسل ساری کی ساری تہذیب الاخلاق" کی پروردہ ہے۔"

• ڈاکٹر سید عبداللہ نے کہا "میرے خیال میں سرید احمد خاں کا خاص کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے جدید مغربی خیالات کو قبول کرنے کے لیے ذہن کو آمادہ کیا۔"

• سردار جعفری کے خیال میں "سرید نے جموری ادب کی بنیاد رکھی اور سائنسی عقل پسندی کو اپنی تمام تر مخصوص کمزوریوں کے باوجود عام کیا۔"

• حامد حسن قادری نے اعتراف کیا کہ "سرید احمد خاں کی زندگی میں، بلکہ پوری انیسویں صدی میں کوئی دوسرا مصنف ایسا نہیں ہے، جس نے تعداد میں اتنی زیادہ، موضوعات میں اتنی مختلف، صفات میں اتنی گراں، خوبیوں میں اتنی اعلیٰ، فوائد میں اتنی کثیر اور اثر میں اتنی وسیع تصانیف رقم کی، میں۔"

سرید احمد خاں ۸۰ سال کی عمر میں چند روز بیمار رہ کر ۲۷ مارچ ۱۸۹۸ء بمطابق ۱۵ ذی قعده ۱۳۱۵ھ بھری اس دنیا نے فانی ہے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئے۔ آپ کو علی گڑھ یونیورسٹی کی مسجد کے شمالی پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔

## مولانا ابوالکلام آزاد

مولانا ابوالکلام آزاد نے ذی الحجه ۱۳۰۵ھ بطابق ۱۸۸۸ء کو مکہ مظہر کے محلہ قدوہ متصل باب السلام میں آنکھ کھوئی۔ آپ کا مادری وطن مدینہ طیبہ اور آبائی وطن دہلی تھا۔ آپ کے والد کے نام مولانا فور الدین ۱۸۵۷ء کے بعد، بہت کر کے مظہر پلے گئے تھے، وہ میں شیخ حرم کی بھانجی سے مولانا آزاد کے والد مولانا خیر الدین کی شادی ہوئی۔ عرب ماں نے عرب ماحول میں پرورش کی، اس طرح مولانا آزاد کی اوری زبان عربی اور اجداد کی زبان اردو تھی۔ مگر میں علوم کا ذکر اور اردو کے چرچے رہے۔ بڑے بھائی مولانا ابوالنصر یعنی آہ شاعر تھے، کچھ ان کی دیکھاویکھی اور کچھ فطری موزونیت کے سبب ابوالکلام بھی شرکتے گئے۔ بعد میں انھوں نے شاعری کو ترک کر کے نشر کو اپنا اور رضاخا بچھوٹا بنایا۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے صحافتی دنیا میں بہت چھوٹی عمر میں قدم رکھا۔ صرف ۱۱ سال کی عمر میں انھوں نے گلگت سے "نیرنگ عالم" جاری کیا۔ اس کے بعد "المصباح" کے نام سے رسالہ جاری کیا، اس کے مالک و مدیر خود ہی تھے "لسان الصدق" کے نام سے علمی رسالہ مولوی محمد یوسف جعفری رنجور کے مشورہ و تعاون سے جاری کیا۔ مولانا آزاد اس کے مدیر مسئول تھے۔ اس لیے انہی کی شخصیت اور افکار کی اس پر چھاپ لگی ہوئی تھی۔ اس کے بعد "المحلل" شروع کیا جو ملتِ اسلامیہ کے جذبے کے تحت تکالا گیا۔ اس کا اپنا پریس، انتظامی اور ادارتی عملہ تھا۔ مولانا آزاد اس کے مدیر مسئول اور تمام کاموں کے نگران و فسہدار تھے۔ اس کے بعد "البلاغ" شروع کیا گیا جو المحلل ہی کا دوسرہ نام تھا۔

مولانا آزاد نے ایسے رسائل بھی جاری کیے جن کے مالک و ایڈیٹر تو ہی تھے لیکن ان کی ادارت کی ذمہ داری دوسروں کے سپرد تھی۔ وہ خود ان کی پالیسی کے نگران تھے۔ پیام اور المحلل اسی قسم کے اخبار تھے۔ اس کے علاوہ بعض ایسے اخبارات بھی تھے جو نہ تو مولانا آزاد کی ملکیت تھے اور نہ ہی صاباطے کے مطابق قانونی جواب دے سکتے۔ اقدام، پیغام اور الجامعہ اسی قسم کے اخبارات و رسائل تھے۔ رسالہ تحفہ احمدیہ گلگت اور احسن الاخبار گلگت نہ تو مولانا آزاد کی ملکیت تھے اور نہ ہی مولانا اس کے صاباطے کے ایڈیٹر تھے۔ انھوں نے شوقیہ طور پر ان کی ادارت کی ذمہ داری اپنے سر لے لی تھی۔ اس کے علاوہ ہفت روزہ و کیل امر تسر اور رسالہ

دارالسلطنت گلکتہ ایسے رسائل تھے جن کے مدیر تو ابوالکلام آزاد تھے اور ان کی پالیسی میں بھی دخیل تھے لپیکن وہ ان کی ملکیت نہ تھے۔ وہ رسائل جو کسی اور کی ملکیت اور ادارت میں لفکتے تھے اور سولانا آزاد نے اعزازی طور پر نائب مدیر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں، ان میں خدگ نظر لکھنؤ اور باہنامہ اللہ وہ لکھنؤ شاہل میں۔

مولانا ابوالکلام آزاد کی صافت کوتاری تھی اعتبار سے چار ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا دور ۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۳ء پر مشتمل ہے، اسے تحریر و مشق کا دور بھی کہہ سکتے ہیں۔ ۱۹۰۳ء میں مولانا آزاد نے صرف پندرہ سال کی عمر میں درس نظامی تکمیل کر لیا جس کی تکمیل میں تیرہ چودہ برس صرف ہوتے ہیں۔ اس عرصہ میں مولانا آزاد ہنسی طور پر اپنی صافت کے دوسرا ہے چودہ برس میں داخل ہونے کے لیے پوری طرح تیار تھے۔ علم و ادراک نے تکلیف سے یقین بھک کی پر خار منزلوں سے گزنا پڑا۔ مولانا آزاد کا قول ہے۔ "مجھے ابھی طرح یاد ہے کہ ابھی پندرہ برس سے زیادہ عمر نہیں ہوئی تھی کہ طبیعت کا سکون پہنانا شروع ہو گیا تھا اور شک و شب کے کانٹے دل میں چھینے گے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جو آوازیں چاروں طرف سنائی دے رہی ہیں، ان کے علاوہ بھی کچھ اور ہونا چاہیئے اور علم و حقیقت کی دنیا صرف اتنی ہی نہیں ہے جتنی سامنے آکھڑی ہوئی ہے۔ شک کی یعنی چبھن تھی جو تمام آنے والے یقینوں کے لیے دلیل را بھی ہوئی ہے۔"

مولانا آزاد کی عمر ابھی بیس سال ہی تھی کہ ان کی صحت خراب رہنے لگی اس لیے وہ کچھ دنوں کے لیے صافت سے کنارہ کش ہو گئے، پھر ان کے اس سکوت کو "الملال" نے توڑا، جو خود ان کا ہی نہیں بلکہ اردو صافت کا عظیم کارنامہ ہے اور اس سے مولانا آزاد کی ریگارنگ صافت کے تیسرے دور کا آغاز ہوا۔ سجاد النصاری کے مطابق "الملال" نے ہندوستان کے تعلیم یافتہ مسلمانوں کو اس طرح بیدار کر دیا، جس طرح فتح صور سے لاکھوں برس کے سوئے ہونے والان زندہ ہو جائیں گے۔۔۔ اگر قرآن نازل نہ ہو چکا ہوتا تو مولانا آزاد کی نشر اس کے لیے منتخب کی جاتی یا پھر اقبال کی نظم۔ "الملال" اس شان و شوکت سے لکھا اور مولانا آزاد کی زبان قلم سے لکھے ہوئے الفاظ کی تراکیب، ندرت اور جذبات کی صداقت ایسی تھی کہ رسالہ لفکتے ہی ساری فضنا پر چاگیا۔ دیکھتے ہی دریکھتے اس کی تعداد اشاعت چھبیس ہزار بک پہنچ گئی جو اس سے پہلے کسی اور اخبار کا مقدار نہ ہوئی تھی۔ علامہ اقبال بک نے اس کے لیے

**AL-BILAL**  
 Proprietor & Chief Editor  
 نعمت اللہ علیہ  
 THE PRACTICAL MONTHLY  
 CALCUTTA  
 ۲۰۰  
 Daily News Paper - No. ۵  
 Daily News Paper - No. ۵

اللہ اکبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
 اللہ اکبر  
 اللہ اکبر  
 اللہ اکبر  
 اللہ اکبر  
 اللہ اکبر

نمبر ۱۱ شمارہ: جمیل طلبہ ۴۰ درج ۹۳۳۲ ۱۳ جرماء  
 Calcutta, Wednesday, March 19, 1914

**ایک معلمیہ افسانہ دینی تعلیم کی**  
**اٹھائی تحریر**  
**سلطانیہ**  
**طلباۓ ناد爾 الطیب کی اشوانک**

جسیں ملک سے حبِ احمد المختار سے لیں پہلی مدد  
 ان سے آئی مدد و مدد، تھیں دُسروں مدد سے تھے  
 مدد دیا، دیکھ دیا، صاف دیا، مدد ایک طبق سفرِ حجج تھے  
 نے لیئے تدبیر نہیں ادا کر دیا، نہیں تھے مدد  
 مدد کوئی مدد نہیں تھے  
 انہیں ایک نے دیا، تھے مدد

اسیں مدد سے حبِ احمد المختار سے لیں پہلی مدد  
 خوبی سے تھے مدد، تھیں دُسروں مدد سے تھے  
 مدد دیا، دیکھ دیا، صاف دیا، مدد ایک طبق سفرِ حجج تھے  
 نے لیئے تدبیر نہیں ادا کر دیا، نہیں تھے مدد  
 مدد کوئی مدد نہیں تھے

اماریں مدد سے حبِ احمد المختار سے لیں پہلی مدد  
 خوبی سے تھے مدد، تھیں دُسروں مدد سے تھے  
 مدد دیا، دیکھ دیا، صاف دیا، مدد ایک طبق سفرِ حجج تھے  
 نے لیئے تدبیر نہیں ادا کر دیا، نہیں تھے مدد  
 مدد کوئی مدد نہیں تھے

\*\*\*\*

مدد مدد سے حبِ احمد المختار سے لیں پہلی مدد آئی پہلی مدد  
 خوبی سے تھے مدد، تھیں دُسروں مدد سے تھے  
 مدد دیا، دیکھ دیا، صاف دیا، مدد ایک طبق سفرِ حجج تھے  
 نے لیئے تدبیر نہیں ادا کر دیا، نہیں تھے مدد  
 مدد کوئی مدد نہیں تھے

\*\*\*\*

اسیں مدد سے تدبیر نہیں ادا کر دیا، نہیں تھے مدد  
 مدد ایک طبق سفرِ حجج تھے مدد، تھیں دُسروں مدد سے تھے  
 مدد دیا، دیکھ دیا، صاف دیا، مدد ایک طبق سفرِ حجج تھے  
 نے لیئے تدبیر نہیں ادا کر دیا، نہیں تھے مدد  
 مدد کوئی مدد نہیں تھے

\*\*\*\*

اسیں مدد سے تدبیر نہیں ادا کر دیا، نہیں تھے مدد  
 مدد کوئی مدد نہیں تھے

\*\*\*\*

جسیں مدد سے حبِ احمد المختار سے لیں پہلی مدد  
 خوبی سے تھے مدد، تھیں دُسروں مدد سے تھے  
 مدد دیا، دیکھ دیا، صاف دیا، مدد ایک طبق سفرِ حجج تھے  
 نے لیئے تدبیر نہیں ادا کر دیا، نہیں تھے مدد  
 مدد کوئی مدد نہیں تھے

\*\*\*\*

جسیں مدد سے حبِ احمد المختار سے لیں پہلی مدد  
 خوبی سے تھے مدد، تھیں دُسروں مدد سے تھے  
 مدد دیا، دیکھ دیا، صاف دیا، مدد ایک طبق سفرِ حجج تھے  
 نے لیئے تدبیر نہیں ادا کر دیا، نہیں تھے مدد  
 مدد کوئی مدد نہیں تھے

\*\*\*\*

جسیں مدد سے حبِ احمد المختار سے لیں پہلی مدد  
 خوبی سے تھے مدد، تھیں دُسروں مدد سے تھے  
 مدد دیا، دیکھ دیا، صاف دیا، مدد ایک طبق سفرِ حجج تھے  
 نے لیئے تدبیر نہیں ادا کر دیا، نہیں تھے مدد  
 مدد کوئی مدد نہیں تھے

\*\*\*\*

جسیں مدد سے حبِ احمد المختار سے لیں پہلی مدد  
 خوبی سے تھے مدد، تھیں دُسروں مدد سے تھے  
 مدد دیا، دیکھ دیا، صاف دیا، مدد ایک طبق سفرِ حجج تھے  
 نے لیئے تدبیر نہیں ادا کر دیا، نہیں تھے مدد  
 مدد کوئی مدد نہیں تھے



خرید اور فراہم کیے۔ روایت ہے کہ جب چھوٹے ڈیہات اور قصبات میں "الملال" پہنچتا تو شام کو اس کے شاکرین حلقہ بنا کر پڑھ جاتے اور ایک آدمی انہیں پڑھ کر سناتا۔

الملال نے موضوعات کا بے مثال تنوع پیش کیا، اس میں مذہب کے ساتھ ساتھ سیاست، معاشریات، نفیضات، جغرافیہ، تاریخ، عمرانیات، سولن، ادب اور سائنس حاضرہ پر اعلیٰ درجہ کی تحریریں شائع کیں۔ اس نے مولانا آزاد کی خلیجیانہ نشر کا وہ اسلوب پیش کیا جو تحریک حریت کے دور میں بے حد مقبول ہوا۔ مولانا ظفر علی خاں اور مولانا محمد علی جوہر نے بھی یہی اسلوب اختیار کیا۔ الملال نے اردو صحافت کو ایک نئی زبان دی جس میں کلاسیکی ورثے کا وقار اور جدید منظون کا زور تھا۔ بہر حال اردو صحافت میں جو معیار اور مقام "الملال" نے حاصل کیا وہ آج تک کسی اور اردو جریدے کو نہیں مل سکا۔ جواہر لال نہرو نے اپنی کتابت "لہ گیگ بہن" میں لکھا کہ "مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے ہفتہ وار "الملال" سے مسلمانوں کو ایک نئی زبان میں مخاطب کیا۔ یہ ایک ایسا انداز خطاب تھا، جس سے ہندوستانی مسلمان آشنا نہ تھے۔ "الملال" مسلمانوں کے کسی بھی مکتب فکر سے اتفاق نہیں رکھتا تھا، بلکہ وہ ایک نئی دعوت اپنی قوم اور اپنے ہم وطنوں کو دے رہا تھا۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے "الملال" کے حوالے سے لکھا کہ ۔۔۔۔۔ "ہم اس بازار میں سودائے نفع کے لیے نہیں بلکہ تلاشِ زیان و نقصان میں آتے ہیں۔ صد و سویں کے نہیں بلکہ نفرت و دشمن کے طلب گار ہیں۔ عیش کے پھول نہیں بلکہ خلش و اضطراب کے کانٹے ڈھونڈتے ہیں۔ دنیا کے رزو سیم کو قربان کرنے کے لیے بلکہ خود اپنے تین قربان کرنے آتے ہیں۔۔۔۔۔ ہمارے عقیدے میں توجو اخبار اپنی قیمت کے سوا کسی انسان یا جماعت سے کوئی رقم لینا جائز رکھتا ہے، وہ اخبار نہیں بلکہ اس فی کے لیے ایک دھبہ اور سرتاسر عاری ہے۔ ہم اخبار نویس کی سطح کو بہت بلندی پر دیکھنا چاہتے ہیں اور امر بالمعروف اور نهى عن المکر کا فرض الہی ادا کرنے والی جماعت سمجھتے ہیں۔ پس اخبار نویس کے قلم کو ہر قسم کے دباؤ سے آزاد ہونا چاہیے اور چاندی و سونے کا نوسایہ بھی اس کے لیے سم قاتل ہے۔

مولانا آزاد کی صحافتی زندگی کے چوتھے اور آخری دور کی داستان کچھ اس طرح سے ہے کہ رانجی میں نظر بندی کی تہائی، اظہار و رسائل و رسائل کی راہیں بند ہو جانے سے مولانا آزاد

کے ذہن نے دوسری راہیں ڈھونڈنکالیں اور تصنیف و تالیف کی جانب مائل ہوئے۔ ان کی طویل نظر بندیوں اور گفتاریوں نے ہمیں تذکرہ "ترجمان القرآن" اور "غبار خاطر" دیے، یہ مایہ ناز اتنا شاہد ہے لیکن سولہ سال سے زیادہ عرصہ پر پھسلی ہوئی قید و بند کی زندگی نے مولانا آزاد کو صحافت جیسے صبر آزما اور تسلیم طلب کام کی طرف مستقل طور پر متوجہ نہ ہونے دیا۔ رابنی کی نظر بندی صحافت کے لیے ایک سانچہ ثابت ہوئی اور فعال صحافت کا سلسلہ ختم ہو کرہ گیا۔ مولانا آزاد ۱۹۱۶ء میں رہا ہوئے تو تحریک موالات کی ہمچار خیزیوں نے ہمیں سے نہ بیٹھنے دیا۔ اس ننانے میں صرف چند رسائل "جامع اشوابہ فی دخول غیر المسلم فی المساجد" اور مسئلہ خلافت اور جزیرہ العرب کی ترتیب ہوئی لیکن ۱۹۲۱ء دسمبر ۱۹۲۳ء کو تحریک موالات کی دعوت کے لیے اپنی نگرانی میں ہفتہ وار "پیغام" جاری کیا۔ تقریباً ایک مہینے کے بعد دوبارہ گفتار ہو کر علی پور جیل میں قید و بند کی تھیاں جھیلنے پر مجبور ہوئے۔ اسی مقدمہ میں وہ تاریخی بیان دیا جو "قول فیصل" کے نام سے آزادی ہند کی اہم دستاویز بن چکا ہے۔ جزوی ۱۹۲۳ء میں رہا ہوئے اور بمشکل دو مہینے گزرے ہوں گے کہ عرب دنیا کو تحریک آزادی کی اہمیت سے آگاہ کرنے کے لیے اپنی زیر نگرانی "الماسد" جاری کروایا۔ الملل آخری بار ۱۹۲۷ء اجنون کو جاری ہوا اور ۱۹۲۷ء دسمبر کی اشاعت کے بعد بند ہو گیا اور مولانا آزاد نے ہمیشہ کے لیے عملی صحافت سے باتھ کھجھ لیے اور ادبی دنیا ایک پر شکوہ اور باوقار اسلوب صحافت سے مدتوں کے لیے مروم ہو گئی۔ مولانا آزاد کی صحافت کے جلال کا کیا کہنا جس نے ملک کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک اگل کلا دی تھی۔ سوئی ہوئی قوم کو جگادیا۔ جس نے نوجوان نسل میں خدا کارانہ جذبہ پیدا کر کے بعد جنم آزادی کے لیے کٹ مرلنے کا جوش و جذبہ پیدا کر دیا۔ مولانا آزاد کی صحافت کا چوتھا دور سیاسی اعتبار سے بے حد سرگرم اور عملی دور تھا، اس دور میں ان کے لیے ممکن نہ رہا کہ وہ ماضی کی طرح بھر پور انداز میں صافی سرگرمیاں جاری رکھ سکیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد کو ممتاز اہل علم نے بھرپور انداز میں خراج تھیں پیش کیا۔ نیاز قص پوری نے لکھا کہ "مولانا آزاد نے الملل جاری کیا اور اس شان کے ساتھ کہ صحافت کا تسامم اگلا پھطلہ تصور ہمارے ذہن سے محو ہو گیا اور ہم سوچنے لگے کہ کیا یہ آواز ہماری ہی دنیا کے کسی انسان کی ہے۔ کیا یہ زبان ہمارے ہی ابناء نے بنس میں سے کسی فرد کی زبان ہے۔" ڈاکٹر

طلے حسن کے مطابق۔ "مولانا ابوالکلام آزاد کی صحافت خود ان کی اپنی صحافت تھی جسے انہوں نے ریجاد کیا تھا اور جوانی کے ساتھ ختم ہوئی۔" شورش کاشمیری لے کرہا کہ "مولانا آزاد نے اپنی صحافتی زندگی میں کسی بھی شخصیت کے خلاف زبان نہیں کھولی، کبھی ان کی زبان یا قلم سے ایسا فقرہ نہیں لٹکا، جو ذاتیات سے آکرہ ہو۔ ان کا دامن تمام عمر ایسی آلاتتوں سے پاک رہا۔" رشید احمد صدیقی کے بقول "بدنات خود میں نہ مولانا آزاد کو متداول معنوں میں صحافی سمجھنا ہوں اور نہ الہلال والبلاغ کو صرف اخبار۔ مولانا کسی مسئلے پر نہ سرسری طور سے غور کرتے تھے نہ اظہار خیال، بلکہ اس بات کا التزام رکھتے تھے کہ جو بات کھنچی جائے وہ مسلمات کی روشنی کی تاب لاسکے۔ کسی بڑی حقیقت سے رشتہ رکھتی ہو یا علیٰ وادیٰ معيار پر صحیح اترے۔ مولانا آزاد نے صحافت کو کلاسیک کا درجہ عطا کیا۔ ان کی تحریروں تحریروں اور ان کے سراپا کام جب کبھی خیال آتا ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ازمنہ قدیم کے کئی روزمرے تکار مصروف کارہوں۔ اپنے زانے اور اپنے دیار میں مولانا آزاد یونانی دیوتاؤں سے کم نہ تھے۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے نو عمری میں ایک ادب و صحافی سے لے کر آخری عمر میں وزیر تعلیم ہندوستان تک، ستر سال تک بھرپور زندگی گزار کر ۱۹۵۸ء کو دہلی میں ہمیشہ کے لیے ماںک حقیقی سے جا لئے۔ مولانا آزاد نے اپنی تمام تر خشر سامان صحافت اور بولقوفی کے باوجود ان احساسات و جذبات کا اظہار کیا کہ "میری زندگی کا ماتم یہ ہے کہ میں اس عمد اور محل کا آدمی نہ تھا مگر اس کے حوالے کر دیا گیا۔"

## مولانا حسرت موبہانی

مولانا حسرت موبہانی، جن کا اصل نام سید فضل الحسن تھا۔ ۱۸۷۸ء کو اودھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام سید ازہر حسین تھا، ان کا سلسلہ نسب امام علی موسیٰ رضا تک پہنچتا ہے۔ حسرت موبہانی نے قرآن مجید اور اردو و فارسی کی کتابیں میاں جی غلام علی موبہانی سے پڑھیں۔ ۱۸۹۳ء میں مڈل اور ۱۸۹۹ء میں میسرک کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔ اس کے بعد قرع پور میور میں مولانا سید ظہور الاسلام، مولانا نور محمد اور مولانا حسیب الدین جیسے نامور اساتذہ سے استفادہ کیا۔ ۱۹۰۳ء میں علی گڑھ کلنج سے بی اے کرنے کے بعد اس شہر کو

لپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ وہ ایک طرف اعلیٰ پایہ کے شاعر اور ادب تھے، دوسرا طرف سیاست میں دلپسی لیتے تھے۔ سیاست بھی ایسی کہ مسلمان اس سے بد کتے تھے۔ کوئی اخبار یا رسالہ ایسا موجود نہ تھا جس کے ذریعے وہ اپنے خیالات لوگوں تک پہنچاتے، اس لیے انہوں نے یکم جولائی ۱۹۰۳ء کو علی گڑھ سے اپنا رسالہ اردو نے معلیٰ فروع کیا اور پہلے ہی شمارے میں ہندوستان کے لیے مکمل آزادی کا مجاہد ان نعرہ بلند کیا۔ وہ دیstan علی گڑھ کے پہلے باغی تھے۔ جنہوں نے صرف نعرہ ہی نہیں لگایا بلکہ اس کے لیے جہاد کیا۔ یہ جہاد ایسے زمانے میں کیا جب انگریز حکومت کسی زبان سے آزادی کا لفظ تک سنتے کے لیے تیار نہیں تھی۔ جہاد حریت سے سرشار اردو نے معلیٰ ایک شعلہ ہار مجده تھا جس کی تحریروں سے انگریز حکمرانوں کی نہندیں حرام ہو گئیں۔

مولانا حسرت مہانی نے ۱۹۰۸ء میں اردو نے معلیٰ میں انگریز حکومت کے خلاف سنت مقالہ تھا جس کے نتیجے میں انہیں دو سال سزاۓ قید کا حکم سنایا گیا۔ حسرت مہانی جمل سے رہا ہوئے تو انگریزوں کے خلاف ان کے خیالات اور پختہ ہو چکے تھے۔ لوگوں نے مشورہ دیا کہ اول تو اردو نے معلیٰ سیاست سے کنارہ کش ہو جائے اور اگر سیاست اتنی بی دلپس ہے تو کانگرس کے اس فریق کا ساتھ دیا جائے جو نرم سیاست کا علمبردار ہے۔ اس پر فوسم ۱۹۰۹ء کے شمارے میں آپ نے "اردو نے معلیٰ کی پالیسی" کے عنوان سے دوستوں کے مشورے کا شکریہ ادا کرتے ہوئے لکھا۔ "مشکل یہ ہے کہ ہمارے خیال میں یقین یا عقیدہ عام اس سے کہ وہ مدد بھی ہو یا سیاسی، ایک ایسی چیز ہے جس کو مغض کسی خوف یا مصلحت کے خیال سے ترک یا تبدیل کرنا اخلاقی گناہوں میں سے ایک بدترین گناہ ہے جس کے ارکاب کا کسی حریت پسند یا آزاد خیال اخبار نویس کے دل میں ارادہ بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ آج دنیا کی رختار اور اہل دنیا کے طبائع کا میلان صریح حریت کی جانب ہے۔ چنانچہ خوابیدہ براعظم ایشیا میں بھی ہندوستان کے سوا اور کوئی بڑا ملک آزادی کی نعمت سے محروم نہیں ہے۔ پس عقل مسلم کسی طرح پاور نہیں کر سکتی کہ تمام عالم میں ہندوستان ہی ایسا ملک ہے جس کی قسم میں مکھوی دوام کی ذلت لکھ دی گئی ہو، ایسا گمان بظاہر مشیت ایزوی کے سراسر خلاف نظر آتا ہے۔"

مولانا حسرت مہانی کو سر سید احمد خال کے سیاسی نظریات سے اختلاف تھا۔ سر سید

نے اپنے زنانے میں سیاست کو مسلمانوں کے لیے شہر منورہ قرار دیا تھا اور انہیوں صدی کے آخری دور میں انہیں علیحدگی پسندی کی طرف مائل کر دیا تھا۔ مولانا حضرت موبہنی اس کی حمایت نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے انہوں نے اپنے رسالے میں لکھا "ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ مسیح احمد اپنے زنانے میں قوم کے مسلم رہنما تھے اور اس وقت انہوں نے مسلمانوں کے حق میں جو کچھ کیا بہتر کیا..... لیکن ہم سوال کرتے ہیں کہ کیا زنانے کی اب بھی وہی حالت ہے جو مسیح کے وقت میں تھی؟" حضرت موبہنی جہاد حریت اور قومی یک جہتی کو لازم و ملزم سمجھتے تھے۔ وہ مضبوط سیاسی ذہن کے مالک تھے۔ وہ تحریک آزادی کے اُس دور کے انتہا پسندوں کے حامی اور ہم نوا تھے۔ اپنے رسالے سے پیدہ کمانے کی کوئی آرزو نہ تھی۔

مولانا حضرت موبہنی نے ۱۹۰۵ء میں آئل انڈیا کانگرس میں شمولیت اختیار کی اور اس وقت مددی شی تحریک کے ملنے بن گئے۔ ۱۹۰۷ء میں کانگرس کو خیر آباد کردیا۔ ۱۹۰۸ء میں حکومت کے خلاف اپنے رسالے میں ایک مضمون شائع کرنے کی پاداش میں قید باشست کی سزا ہوتی۔ ۱۹۱۰ء میں رہنمائی کے بعد اردوئے محلی دوبارہ شروع کیا۔ مئی ۱۹۱۳ء کو حکومت نے دوبارہ پرچہ بند کر دیا تو حضرت موبہنی نے جنرل سٹور شروع کر دیا۔ اسی زنانے میں مسلمانوں میں احرار تحریک نے جنم لیا۔ اس تحریک کے ممتاز رہنماوں میں مولانا حضرت موبہنی تھے۔ یہ مولانا محمد علی جوہر، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ظفر علی خاں اور مولانا حضرت موبہنی تھے۔ میں سے حضرت موبہنی رئیس الاحرار کہلانے۔ حکومت انھیں تحریک آزادی کے صفت اول کے رہنماوں میں شمار کرتی تھی۔ اس لیے ۱۹۱۶ء میں للت پور جیل میں قید کر دیے گئے۔ جیل سے رہنمائی کے بعد تحریک رُک سوالات میں بھرپور حصہ لیا۔ اپریل ۱۹۲۲ء کو تیسرا اور آخری بار دوسرے کے لیے پس دیوار زندگی بھیج دیے گئے۔

مولانا حضرت موبہنی کے خیالات میں واضح انقلاب ۱۹۲۳ء میں آیا جب انہوں نے ہندوؤں کے فرقہ پرستانہ عزائم اور شدھی و شکنُون کی تحریکوں کے خطرات کو جانپ لیا۔ ان تحریکوں کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوؤں کو ہر جگہ برتری و سبقت حاصل ہوئی جائیے۔ ۱۹۲۵ء کو اردوئے محلی کا دوبارہ اجراء ہوا اور اسی دوران حضرت موبہنی نے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔ ۱۹۲۵ء میں مسلم لیگ کے گھٹ پریوپی اسمبلی اور ہندوستان کی

وستور ساز اسلامی کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں جب پاکستان مرض وجود میں آیا تو مسلم لیگ کے ممتاز فائدہ دین ہندوستان چھوڑ کر پاکستان آگئے لیکن حضرت موبہانی ان ہی عوام کے دکھ سکھ میں شریک رہے، جن سے وہ شروع سے والستہ تھے۔ انہوں نے ہندوستانی پارلیمنٹ میں مسلمانان ہند کی بھرپور نمائندگی کی۔

مولانا حضرت موبہانی کی وجہ امتیاز مجہم "اردو نئے معلیٰ" ہے لیکن ان کی دیگر تصنیف، شرح دیوان غائب، مstro کات سنن، مثابات زندان اور انتخاب سنن بھی اہل علم و فن میں مقبول و معروف ہیں۔ حضرت موبہانی نے حالات کی تنگی ترشی کے باوجود گیارہ مرتبہ حج بیت اللہ اور پارہ (۱۲) مرتبہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ انہوں نے انگریز حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حریت آزادی کا پرچم سر بلند کیا۔ مسلسل جدوجہد سے عبارت یہ عظیم شخصیت ۱۳۱۱ء میں آسودہ خاک ہو گئی۔

## مولانا ظفر علی خاں

مولانا ظفر علی خاں ۱۸۷۰ء کو صلح سیاکوٹ کے ایک گاؤں کوٹ سر تھی میں پیدا ہوئے۔ ان کا ابتدائی نام خداداد خاں تجویز ہوا جسے بعد میں بزرگوں نے ظفر علی خاں میں تبدیل کر دیا۔ مولانا ظفر علی خاں نے علی گڑھ بیدنور سٹی سے بی اے کا امتحان امتیازی شان سے پاس کیا۔ انہوں نے ڈاکٹر سید محمود، ڈپٹی نذیر احمد، مولانا الطاف حسین حالی، مولانا شبلی نعماںی، مولانا عبد الغیم شریر، سید حسن بلگرامی، نواب وقار الملک، مرزا داغ دہلوی اور ڈاکٹر مولوی عبد الحق کی صعبت پائی اور پروفیسر آرنند اور مولانا سلیمان ندوی سے فیض تربیت حاصل کیا۔

مولانا ظفر علی خاں باہمی شاعر، بلند پایہ ادب، شعلہ نوا مقرر اور بے باک صحافی تھے۔ ظفر علی خاں کی صحافتی زندگی کا آغاز دکن سے ہوا، انہوں نے پہلے ایک ادنی رسالہ "افسانہ" شروع کیا، اس کے بعد دکن ریویو کا آغاز کیا جس میں علمی، ادبی، معاشرتی اور سیاسی مصنایم شائع ہوتے تھے۔ اسی زبانے میں انہوں نے انگریزی رسائل بھی گزٹ اور خامز آفت انڈیا میں بھی لکھنے کا سلسلہ شروع کیا۔ حیدر آباد دکن سے اخراج کے بعد مولانا ظفر علی خاں واپس پنجاب آگئے۔ ان کے والد مولوی سراج الدین احمد نے محمد ڈاک کی ملازمت

سے سکدوش ہونے کے بعد کسانوں اور زینداروں کی فلاح و بہبود کے لیے جون ۱۹۰۳ء میں لاہور سے "زیندار" جاری کیا جسے وہ کرم آباد لے گئے۔ دسمبر ۱۹۰۹ء میں والد کی وفات کے بعد مولانا ظفر علی خاں نے زیندار کی ادارت سنبھالی تو اس کی تعداد اشاعت صرف چھ سات سو تھی۔

ہفتہ وار "زیندار" معاشرتی اصلاح کا داعی تھا۔ یہ اخبار ظفر علی خاں کی جولانی طبع کے لیے ناکافی تھا۔ اس لیے ۱ اگست ۱۹۱۰ء سے ایک ماہوار ادبی رسالہ "نیجاب رویو" جاری کیا۔ یکم مئی ۱۹۱۱ء کو زیندار کرم آباد سے پھر لاہور منتقل کر دیا گیا۔ جس سے اشاعت فوری طور پر بارہ سو ہو گئی۔ اخبار کی مقبولیت کا دائرہ بتدیع و سعی ہونے لگا۔ پانچ اکتوبر ۱۹۱۱ء سے "زیندار" روزانہ اخبار ہو گیا۔ انہی دنوں اٹلی نے طرابلس پر حملہ کر دیا۔ طرابلس اور بلقان کی جنگوں کے باہمے میں تازہ خبروں اور ظفر علی خاں کے پروجش اداریوں نے "زیندار" کو عوام کا مقبول ترین اخبار بنایا۔ چند ہی ماہ میں اس کی تعداد اشاعت بیس ہزار تک پہنچ گئی۔ ہر شخص صبح سورہ سے زیندار کا منتظر رہتا۔ نیجاب اور سرحد میں ان پڑھ لوگوں کا ذوق و شوق درکھنے کے قابل تھا۔ وہ دوپیے کا اخبار خرید کر ایک آنے میں پڑھوا کر سنتے تھے۔

مارچ ۱۹۱۲ء میں "زیندار" سے ایک ایک ہزار کی دو صدائیں مانگی گئیں۔ مولانا ظفر علی خاں ان دنوں لندن میں تھے، انہوں نے وہاں سے ایک مضمون "چار چیز است تھے لندن۔ حُرُوف خزیر و روز نامہ و زن" اشاعت کے لیے بھجوایا۔ حکومت نے اس کی اشاعت پر دس ہزار روپیے کی صفائض طلب کی اور پریس ضبط کر کے مزید دس ہزار کی صفائض مانگی گئی لیکن مسلمانان ہند نے عطیات جمع کر کے صفائض کی رقم جمع کروادی۔ اگست ۱۹۱۳ء میں مسجد کانپور کا المیر رونما ہوا۔ جس پر "زیندار" نے یوپی کے گورنر پر کلمی تقدیم کی جس کے تیجہ میں اخبار کی صفائض ضبط کری گئی۔ اس مرتبہ نئی صفائض کے لیے عطیات بروقت جمع نہ ہو سکے۔ جس کی وجہ سے "زیندار" کچھ دنوں کے لیے بند کرنا پڑا۔ ۱۹۱۴ء میں مولانا ظفر علی خاں لندن سے واپس چکے۔ اس کے تھوڑا عرصہ بعد پہلی جنگ عظیم شروع ہو گئی۔ ہندوستان میں ڈیفنس آف انڈیا رولز کے نخاذ کے بعد ۱۱ اکتوبر ۱۹۱۴ء کو مولانا ظفر علی خاں کو کرم آباد میں ظریبند کر دیا گیا اور "زیندار" پر جنگ کی خبریں شائع کرنے پر پابندی لگادی۔ اس پابندی پر احتجاج کرتے ہوئے اخبار بند کر دیا گیا۔ ظریبندی کے بعد ۱۹۱۶ء کے آخر میں



مولانا ظفر علی خاں نے کرم آباد سے "ستارہ صبح" شروع کیا، جسے کچھ عرصہ بعد لاہور منتقل کر دیا گیا۔ مارچ ۱۹۲۰ء میں "زیندار" دوبارہ شروع کرنے کی اہمیت مل گئی۔ اس کے فوراً بعد تحریک خلافت کا آغاز ہوا تو حکومت نے زیندار کی سابقہ صناعت ضبط کر کے مزید پانچ ہزار روپے کی صناعت طلب کر لی۔ ۱۹۲۰ء میں مولانا ظفر علی خاں کو صنعت ایک کے قصہ حضرہ میں باعثیات تحریر کرنے کے الزام میں گرفتار کیا گیا، اور پانچ سال قید باشقت اور ایک ہزار روپے جسمانہ کی سرزادی گئی۔ اس دوران زیندار شائع کرنے والے، مسلم پرنٹنگ پرنس کی دو ہزار روپے کی صناعت ضبط کر لی گئی۔ بعد ازاں فوری ۱۹۲۲ء میں سالک پرنٹنگ پرنس کی دو ہزار روپے کی صناعت ضبط ہو گئی۔ ظفر علی خاں کی اسیری کے عرصہ میں "زیندار" اگرچہ ابتلاء آنائوں سے دوچار رہا لیکن اس کے باوجود زندہ رہا۔

مولانا ظفر علی خاں جبل سے رہا ہوئے تو شدھی اور سکھش تحریکیں عروج پر تھیں۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد انہیں دوبارہ باعثیات تحریر کے جرم میں تین سال کے لیے پابند سلاسل کر دیا گیا۔ اسی اثناء میں زیندار کی صنائتوں کی ضبطی کا سلسہ دوبارہ شروع ہو گیا۔ ۱۹۳۲ء میں ایک ہزار روپے کی صناعت ضبط ہوئی تو تین ہزار کی نئی صناعت طلب کی گئی۔ ۱۹۳۲ء اکتوبر کو اس میں سے دو ہزار روپے کی رقم ضبط کر لی گئی اور مزید دو ہزار کی صناعت لی گئی۔ اخبار بھی عارضی طور پر بند ہو گیا، جولائی ۱۹۳۳ء کو دوبارہ شروع ہوا۔ اسی سال کراجی میں کانگریس کا اجلاس نماز عصر کے وقت متوالی نہ ہونے پر ناراض ہو کر کانگریس کو خیر آباد کرد کے سلمی لیگ میں شامل ہو گئے۔ اس کے بعد حلقة لاہور کے ایک صفائح میں مرکزی اسلامی کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۳۴ء میں دوبارہ مرکزی اسلامی کے انتخاب میں زبردست اکثریت سے کامیاب ہوئے۔ اس دوران وہ سلمی لیگ کے لیے دن رات کام کرتے رہے۔ جس کے نتیجے میں بیمار ہوئے۔ ذرا افاقت ہوا تو فلاح کا حملہ ہو گیا جس نے ان کی بھرپور زندگی کو بڑی حد تک مناثر کیا۔

مولانا ظفر علی خاں کی اردو صحفت کے لیے خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ انہوں نے "زیندار" کی مجلس ادارت میں ایسے بلند پایہ افراد کو شامل کیا جو پہلے کبھی ایک جگہ جمع نہ ہوئے تھے۔ ان میں نیاز قتع پوری، مولانا عبید اللہ العبادی، مولانا وحید الدین سلیم پانی پتی اور مشی وجہت حسین جیسی علمی و ادبی شخصیات شامل ہیں۔ اس دور میں اردو اخبارات ملکی اور غیر ملکی

خبروں کے سلسلہ میں انگریزی اخباروں پر انحصار کرتے تھے لیکن "زیندار" نے رائٹر اور ایوسی لڑکہ پریس آف انڈیا کی باقاعدہ سروس حاصل کی، اس طرح زیندار خبروں کے معاملہ میں انگریزی اخبارات کا ہم پلہ بن گیا۔ رائٹر چونکہ بولانوی خبر رسان بھنسی ہے اس لیے زیندار دنیا نے اسلام کے اخباروں سے بھی خبریں اور مقامی ترجمہ کر کے شائع کرتا تھا۔ دراصل اس وقت لوگ جتنگ طرابلس اور بیت المقدس کے سلسلہ میں غیر چاندرا ائمہ انداز میں خبریں معلوم کرنا چاہتے تھے۔ دنیا نے اسلام کے اخبارات سے خبریں ترجمہ کر کے چاپنے سے "زیندار" اس حادث پر بھی دیگر اردو اور انگریزی اخبارات سے سبقت لے گیا۔

مولانا ظفر علی خاں نے اردو صحفات کا وقار بلند کیا، اسے ایسے مقام تک پہنچا دیا، جہاں عوام نے اسے فرفت قبولیت بخشنا۔ مولانا نے اپنی تحریروں میں اتنی حرارت اور بے باکی سے انگریز حکومت کے خلاف تنقید کی کہ لوگوں کے دلوں سے انگریزوں کے رعب و بد بے کا خوف دور ہو گیا۔ انھوں نے صحفات کے ذریعے لوگوں میں ایسا جذبہ اور امید پیدا کر دی کہ پے ہوئے اور دبے ہوئے لوگ حصول آزادی کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ مولانا ظفر علی خاں نے اردو صحفات کو نئے اسلوب سے روشناس کرایا۔ اہم خبروں کو بڑی بڑی سرخیوں کے ساتھ شائع کیا۔ زیندار سے پہلے اخبارات میں عموماً ایک کالی سرخیاں دی جاتی تھیں۔ انھوں نے اردو صحفات میں کئی نئی تراکیب اور اصطلاحات لایجاد کیں۔ جس کے نتیجہ میں اخبارات میں جدت و ندرت پیدا ہوئی۔

مولانا ظفر علی خاں نے حق گوئی دے بآکی کے صد میں بارہ سال سے زیادہ عرصہ قید و بند کی صوبتیں برداشت کیں۔ "زیندار" کی ضبطیوں اور اپنی گرخاریوں کے نتیجہ میں ڈبلڈ لاکھ روپے سے زائد جسمانہ ادا کیا۔ حکومت نے پندرہ و فتح اخبار ضبط کیا۔ دو سو کے قریب تکمیں ضبط ہوئیں۔ کئی پریس بحق سرکار ضبط ہوتے تھے لیکن دنیا کی کوئی طاقت انہیں حق گوئی سے باز نہ رکھ سکی۔ جیلانوالہ باغ میں گولی چلا کر سینکڑوں انسانوں کو موت کی نیند سلانے والا گورنر پنجاب مائیکل ایڈوارڈ، ضبطیوں، قریوں اور نظر بندیوں کے باوجود مولانا ظفر علی خاں کی آواز حق کو نہ دیا سکا۔ اس نے ایک رپورٹ میں لکھا کہ "ظفر علی خاں اور محمد علی جو ہر بار کے پیش سے بنادوت کا قلم لے کر لئے ہیں۔ انگریز دشمنی ان کی فطرت میں شامل ہے، کوئی عام منصوبہ شروع کرنے سے پہلے ان کو گرخار کرنا ضروری ہے"۔

اسی سرماںیکل ایڈوائر نے مولانا ظفر علی خاں کے خلاف "ہسٹری شیٹ" تیار کروائی جس میں درج تھا کہ "پین اسلام ازم پر اعتماد رکھنے والے طبقہ کا ترجیح، ایک آٹھ پار اخبار زندگانی کا ایڈیٹر آٹھ مرزا ظفر علی خاں تھا، اس نے ۱۹۱۲ء میں ترکوں سے چندہ اکٹھا کرنا ضرور کیا اور رقم پیش کرنے کے لیے خود قنسطنطینیہ گیا۔ ترکی سے واپسی کے بعد اس کا انداز بیان اور سفت ہو گیا۔ کئی بار پریس ایکٹ کے تحت اس کی صفات ضبط کی گئی۔ متعدد بار تنسیس سے کام ملایا گیا اگر زندگان پڑھے سے زیادہ شوخ اور باعیانہ تھا۔ اس بناء پر اس کی صفات کے ساتھ پریس بھی ضبط کر لیا گیا۔ اس نے اسلامی اتحاد کے علمبردار طبقے سے عرب، ترکی، جرمنی اور افغانستان کے ساتھ ساز شیں جاری رکھیں اور مسلمانوں میں بغاوت پھیلانے اور فوجوں میں غدر کرانے کی کوشش کی۔"

اس کے مقابلے میں مسلمان مشاہیر نے مولانا ظفر علی خاں کے متعلق جن احساسات وجود بات کا انکھار کیا، اس کا تذکرہ بے جا نہ ہو گا۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے کہا "اگر میرے پاس تین ظفر علی خاں ہوتے تو میں مسلمانوں کے لیے جن مقاصد کے لیے سرگرم عمل ہوں، وہ بہت جلد حاصل کر لیتا۔" علام اقبال نے لکھا۔ "ظفر علی خاں غیر معمولی دل و دماغ کے آدمی ہیں۔ ان کی بہت بہت بلند ہے۔ ان کا قلم اپنی روانی میں دنیا کے بڑے بڑے مجاہدین کی تکوar سے کم نہیں۔ مذہبی، ادبی اور سیاسی لحاظ سے انہوں نے بہت خدمت کی ہے۔ ظفر علی خاں نے قدیم وجدیہ ادبی وجہت اور مذہب و سیاست کی وحدت سے برآ راست عام مسلمانوں کو خطاب کیا۔ مولانا آزاد ایک داعی کے لمحے میں اٹھے اور محمد علی جوہر ایک انگریزی جریدہ نگار کی طرح دل میں اتر گئے، اسی لیے مولانا ظفر علی خاں ہیرو بنس رہے۔" شمس العلماء مولانا شبیلی نعمانی نے ظفر علی خاں کی ملی خدمات کو سراہت ہوئے لکھا۔ "علی گڑھ کو محمد علی جوہر کی قابلیت اور ظفر علی خاں کی جرات و شجاعت پر غر ہے۔" پروفیسر رشید احمد صدیقی نے کہا۔ "مولانا ظفر علی خاں چیزیں مراج و انداز کا قادر الکلام اردو شاعر اور نثر نگار اس صدی میں اب تک پیدا نہیں ہوا، ان کی پیروی کرنے والے جالیس پاکستان میں جس کثرت سے پنجاب میں تیار ہوئے، ان پر ظفر علی خاں کے لب ولہ اور تیور و تحریر کی گھری چھاپ نظر آتی ہے۔" مولانا صلاح الدین احمد نے لکھا۔ "ظفر علی خاں کے تذکرے کے بغیر ہماری تاریخ آزادی ناہکمل رہے گی، مولانا ظفر علی خاں کا نام تحریک آزادی سے کبھی مونہیں

"ہو سکتا۔" اگرچہ مولانا ظفر علی خاں نے نصف صدی تک ارباب صحفت اور سیاست پر جو گھرے نقوش چھوڑے ہیں وہ اب ہماری تاریخ کا زریں باب بن چکے ہیں۔ انسانی ناساعد طالات میں قوم کی بے لوث ترجیحی کی۔ فریگی حکمرانوں کے خلاف قلم کے ذریعے کھلی جنگ کی اور آزادی وطن کے لیے تمام توصلیں وقفت کر دیں۔

قائم پاکستان کے بعد مولانا ظفر علی خاں دو تین سال لاہور میں رہے، پھر کرم آباد منتقل ہو گئے۔ ۱۸۸۶ سال کی بھرپور زندگی گزارنے کے بعد ۲۷ نومبر ۱۹۵۶ء کو دنیا سے فانی سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئے۔

## مولانا محمد علی جوہر

تحریک آزادی کے نامور رہنما، ممتاز صحافی و انشاء پرداز، شاعر اور سورخ مولانا محمد علی جوہر نے ۲۶ نومبر ۱۸۷۷ء بمقابلہ ۱۵ ذی الحجه ۱۲۹۵ کی صبح کو رامپور میں آنکھ کھوئی۔ اپنے تینوں بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ بڑے بھائی مولانا شوکت علی، ان سے چھوٹے ذوالفتر علی گوہر اور سب سے چھوٹے مولانا محمد علی جوہر تھے۔ محمد علی جوہر ابھی دو سال کے تھے کہ آپ کے والد کا سایہ شفقت سر سے اٹھ گیا۔ آپ کی والدہ جو پاک وہند کی تاریخ میں بی امام کے نام سے مشور تھیں انھوں نے اپنے تینوں صاحبو زادوں کو جدید تعلیم دلوائی۔ مولانا محمد علی جوہر نے میرٹ کریلی کے ہائی سکول سے پاس کرنے کے بعد علی گڑھ کلکٹیون میں داخلہ لیا۔ یہاں کی فتنا نے ان میں سیاسی شعور پیدا کیا۔ ۱۸۹۶ء میں فی اسے کے استعمال میں پہلی پورہ ٹین حاصل کی۔ اس کے بعد علی تعلیم کے لیے الگستان چلے گئے۔ آکسفورڈ ملکلیج میں داخلہ لیا۔ لیکن آئی سی ایس نہ کر سکے تو واپس آگئے۔ اس کے بعد دوبارہ الگستان گئے اور آرز گر بیویٹ کی ڈگری حاصل کر کے واپس آئے۔ دوران تعلیم انگریزی انشاء پردازانی میں وہ کمال حاصل کیا کہ یورپ کے بڑے بڑے ادب، اہل علم اور انشاء پردازان کی صلاحیتوں کے معرفت تھے۔

مولانا محمد علی جوہر وطن واپس آئے تو آپ کو سب سے پہلے سرماستکل ایڈوارڈ کے ذریعے نواب آف جادرہ نے وزارت کی پیش کش کی۔ بنیگم صاحب بھوپال نے چیف سیکرٹری کا منصب پیش کیا لیکن آپ نے قبول نہ کیا۔ البتہ ریاست رامپور اور بڑودہ میں اعلیٰ

عددوں پر فائز رہے گے ان کی حریت پسند طبیعت کو ملزمت راس نہ آئی اور نوکری چھوڑ کر سیدان حفاظت میں قدم رکھا اور ۱۱ جنوری ۱۹۱۱ء کو لکھتے سے انگریزی میں اخبار "کامریڈ" شروع کیا۔ مولانا محمد علی جوہر نے حفاظت کے نئے رجحانات کو اس میں سویا۔ وقت کے تھاںوں کو پورا کیا اور اس دور کے اہم مسائل کو اپنا موضع بحث بنایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سارے ہندوستان میں کامریڈ کی دعوم مفع گئی۔ پارلیمنٹ کے ارکان سے لے کر گورنر ز اور وائسرائے ہمک کو اسے پڑھئے بغیر چین نہیں آتا تھا۔ کامریڈ کے اجراء کے دو سال بعد جب حکومت نے اپنا دار الحکومت لکھتے کی بجائے دلی بنایا تو محمد علی جوہر بھی کامریڈ کو دلی لے گئے۔

مولانا محمد علی جوہر نے کامریڈ عوام اور حکومت کے درمیان رابطہ کے لیے نکالا تھا لیکن سید زبیر کے مطابق: "سر یائل ایڈوارڈ گورنر بنگاپ نے اپنی کتاب INDIA میں لکھا کہ سطح محمد علی نے کامریڈ کے اجراء سے پہلے مجھ سے مشورہ لیا۔ میں نے ان کی حوصلہ افزائی کی لیکن عجیب اتفاق ہے کہ میں خود ہی سب سے زیادہ اس اخبار کا تئشہ شق بننا۔ یہ بھی کریں گل کے ایم این ٹی نے لکھا کہ" جس شخص نے کامریڈ کا مطالعہ نہیں کیا۔ اس نے محمد علی کی شخصیت کے اسرار کو سمجھا ہی نہیں۔ انھوں نے قلم کے ذریعے اپنا دل اخبار میں ٹپکا دیا ہے۔ آؤسیوں کی سیاست، ان کا طریقہ کار اور تحریکوں کا نقشہ حصہ پنچھے میں محمد علی لاثانی، میں اور غالباً لاثانی رہیں گے۔"

سر فلیٹ وڈولس (SIR FLEET WOOD WILSON) ہندوستان کا وزیر خزانہ تھا جب وہ انگلستان واپس چانے لگا تو محمد علی جوہر کو اس کھرے میں لے گیا جہاں اس کا سامان باندھا جا رہا تھا۔ ایک بند صندوق کو کھول کر اس نے کہا "محمد علی دیکھو اس میں کیا ہے؟ دیکھا تو اس میں کامریڈ کے پرے ہے تھے۔ اس نے کہا: میں لندن ہنچ کے ایڈیٹر کے لیے یہ تغیرے لے جا رہوں۔"

نو سر ۱۹۱۲ء میں پہلی جنگ عظیم میں ترکی، جرمنی کے خلیف کے طور پر برطانیہ کے مقابلے میں آیا تو کامریڈ نے لندن ٹائمز کے جواب میں CHOICE OF THE TURKS کے عنوان سے بیماری کی حالت میں مسلسل ۳۰ گھنٹے پڑھ کر اس کا جواب لکھا اس پر برطانیہ کے ایوان اقتدار میں زلزلہ آگیا، یہ مضمون اور پرس کی صفائض ضبط کر لی

# The Comrade.

A Weekly Journal

Edited by - Mohamed Ali

Stand up, speak thy thoughts, darling  
The world thou hast, thou art thy own  
Be bold, nothing is impossible  
They only live who dare!

Vol. 6. Single Copy  
No. 18.

Delta: Saturday, May 10, 1913.

Annual Subscription  
India Rs. 10. Postage 2/-

CONTENTS

	Page	Page
New Wave	272	272
The Anti-Indian Movement in Europe	272	272
Oppression of India in Europe	272	272
Paris Conference	272	272
European Congress Report	272	272
The British Government	272	272
Our dear friends	272	272
The Chinese Revolution	272	272
On the Banks	272	272
Constitution	272	272
European Affairs	272	272
European Affairs and Friends	272	272
Bengal in Africa	272	272

## The Week

### Paris.

The German Imperial government has ordered its diplomatic services at Berlin and Berlin, the prefecture of which, Berlin, was reported to have been captured, to be held. The committee is present to generally much improved. The government of the Gulf ports improve during the winter months complete security in the Gulf.

### The Turkish Institute.

The Paris decree that the new Turkish institutions over building at Berlin and Berlin, the prefecture of which, Berlin, was reported to have been captured, will be held. The committee is present to generally much improved.

### Admission to Philosophy.

At the University of Paris, held on the occasion of the Annual Head Clerk studies, consider the question of admission of admissions to the law profession. It was decided that the stand and for pass to be held as at present, namely, forty per cent. in each subject and fifty in the aggregate, but that certificates of previous to passes to give only to those who get fifty per cent. in each paper.

### Calls.

A letter from Prof. Yar Ali published in the London paper, He appeals to foreign governments people to prevent him to the Indian Government. He declares that the effects of a liberal degree holder who can interpret a certain material. In a statement, Prof. Yar Ali has referred to the shortcomings of the Indian universities in their complementary work

the people, while he is President, are to allow places to my wife. We may be his business, released from employing and may have his business should be changed, and hence he should be allowed to change his place of work. He wishes to be granted a presidential election, after which, he begins to be pleased of the care of office.

The Emperor's Secretary, Hove, has taken refuge at Britain. He has approached committee that he conveniently used the name of the Cabinet. Hence he only intended to express the methods of existing party. He never contemplated murder.

In consequence of telegraphic report from the New Zealand, Dr. Yuan Heng and the majority of the Provincial Governor, the Foreign Minister will address a despatch to the British Minister requesting the revision of the Opium Agreement by the mutual consent of Great Britain and China, the latter desiring liberty totally to protect the importance of India and the use of native opium.

The American Charge d'Affaires, considered long hours to discuss the question of the independence of the Republic of China Republic by the United States. The leaders of republic were present and frustrated in the just friend's manner.

### Central School of Languages.

Proceeding at the anniversary meeting of the Anglo-Arabic Society on 1st June, Mr. J. G. Moore expressed the opinion that the proposed Central School of Languages should be a Department of the reformed London University, which meant that the Professors of King's and University College would be taken into account. He urged that Lord Curzon and the Committee would now expedite the scheme so that the school might be started as soon as possible after the alteration in the building had been completed.

### Indian Students.

In the House of Commons on 9th May, 1913, Mr. J. G. Moore asked whether it was the result of the result of the Indian students in Edinburgh against the surveillance arranged by the Secretary of State for India that it was decided that only students placed under the surveillance of the Indian Office should come under the direction of the Admiralty, however such students there were who were not yet in India, whether the Secretary of State's rule would be generally applied and what was the sentence of the Glasgow students denied to have violated to do with the Admiralty.

Mr. Moore replied that no enforcement or surveillance had been exercised over Indian students, especially in Edinburgh, or elsewhere. Glasgow on 27th students Edinburgh had been placed under the responsibility of the Secretary of State's representative, and that the Indian students were not liable to be imprisoned at the disposal of any student. The law applicable to him is 2190 persons. Mr. Moore was happy to say that the practice of the Admiralty in Glasgow was now better understood. His advice and was sought as an increasing number of students. Students of engineering particularly found him most helpful in preventing Indians for political work during the vacation. There was no question of surveillance.



گئی۔ مولانا محمد علی جوہر کی گزاری اور کامریڈ کی ضبطی سے پہلے ہندوستان کے وائرانے لارڈ بارڈنگ نے حکومت برطانیہ کو ایک رپورٹ بھیجی، جس میں لکھا تھا کہ "محمد علی کے اخبار کامریڈ کا لب والجہ بہت ہی سخت اور بدترین ہے۔ ان کا تعلق رام پور سے ہے۔ ہمارے قانونی مشیروں کا کہنا ہے کہ ان کے خلاف اتنا مواد موجود ہے کہ ان کی صفائی ضبط ہو سکتی ہے۔"

مولانا محمد علی جوہر کی نظر بندی کے دوران مولانا عبد الماجد دریا بادی نے مولانا محمد علی کو تاریخ پر کوئی کتاب لکھنے کا مشورہ دیا۔ اس کے جواب میں آپ نے جو کہا وہ تاریخ میں زیس حروف کی صورت میں ہمیشہ جگہ گاتا رہے گا۔ آپ نے کہا "پوت تاریخ لٹاری کا نہیں، تاریخ سازی کا ہے۔ اغیار تاریخ بنارے ہیں اور آپ مجھے تاریخ لکھنے کا مشورہ دے رہے ہیں۔ عالم اسلام کی بربادیوں نے دل و دماغ میں سکون ہی کب قائم رہنے دیا، جو میں تصنیف و تالیف پر توجہ دوں۔" کامریڈ کی ضبطی کے سلسلہ میں مولانا محمد علی جوہر نے دہلی کی عدالت میں خود بحث کی۔ دوران بحث دہلی کے وکیلوں اور بیرسٹروں کا ہجوم وہاں موجود تھا۔ ہر شخص دم بخود تحریر کا حرف، حرف دل کے کانوں سے سن رہا تھا۔ بحث کے بعد کمرہ عدالت سے باہر لٹکے تو ہر ہندو اور مسلمان بیرسٹر کے منز سے یہی جملہ لکھا "محمد علی! کاش آپ بیرسٹر ہوتے۔" محمد علی جوہر نے یہ سن کر فرمایا: "اب بھی جو کچھ ہوں، اس کی کوئی سی قدر ہو رہی ہے جو بیرسٹری میں ہوتی ہے۔"

مولانا محمد علی جوہر نے ۲۳ فروری ۱۹۱۳ء کو اردو اخبار "حمد رد" کا آغاز کیا۔ ۱۳ اسی ۱۹۱۳ء تک ہمدرد ایک اور کبھی دو صفحات پر چھپتا رہا۔ مولانا محمد علی کے بقول یہ تکمیل اور واقعی ہمدرد نے تھا بلکہ "نقیب ہمدرد" تھا۔ یکم جولائی ۱۹۱۳ء سے "ہمدرد" سولہ صفحات پر مشتمل تکمیل اخبار شروع ہوا۔ اس موقع پر محمد علی جوہر نے لکھا۔ "ہمدرد گو آج اخباری دنیا میں قدم رکھتا ہے مگر سما ہوا کہ کہیں ننگ وجود ثابت نہ ہو۔ عالم کفر سے عالم ذکر میں آتے آتے کم و بیش دو سال لگتے تھے تو عالم ذکر سے عالم عمل میں آتے آتے ایک سال سے کچھ زیادہ ہی لگ گیا۔" ہمدرد کا فرض ہو گا کہ روز سی خبریں سنائے۔ ناظرین کی معلومات میں ہر روز اضافہ کرے تاکہ وہ خود اسے فائم کر سکیں، نہ اس کی رائے کے ہمیشہ محتاج رہیں مگر یہ

خیال نہ کئیجے کہ "ہمدرد" مسجد کا ملا ہوگا۔ تعلیم کا اصول یہی ہے کہ ایک چیز کا اس قدر مطالعہ کبھی نہ کیا جائے کہ طبیعت اکتا جائے۔ ہمدرد ملک و قوم کی خبر گیری کے علاوہ اپنی رنگینی طبع سے احباب کی روشن محفل بھی ہوگا۔ سیاست کی تو تو میں میں کے ساتھ تند سنن کی جسمکار بھی سنائی دے گی۔ اختصار کے ساتھ مزے مزے کے افسانے بھی ہوں گے اور فلسفے کی پھیکی کھجوری بھی ہوگی۔ "ہمدرد" آپ سے سکھے گا اور آپ کو سکھائے گا۔ خود روئے کا اور آپ کو رلانے گا۔ جس طرح ساون میں کبھی بھی، پھول کے ساتھ ساتھ دھوپ بھی ہوتی ہے اور دھنک بھی اپنی رنگارنگ سپر آرائی کی جملک دکھا جاتی ہے ہمدرد بھی کبھی پستوں کو رلانے گا اور کبھی روتوں کو پہنچانے گا۔

محمد علی جوہر نے "ہمدرد" کے قارئین کو حالات و واقعات سے فوری اور بروقت آگاہ کرنے کے لیے غیر ملکی خبر رسان ایجنسی رائز اور ایسو سی ایڈٹ پر میں آف انڈیا کی خدمات حاصل کیں۔ انھوں نے اس دور میں "ہمدرد" کا آغاز کیا جب پورے ہندوستان میں "زیندار" اخبار کا سکھ چلتا تھا۔ ہمدرد نے زیندار کے مقابلے میں سنجیدہ میں اور مدد ملی صحفات کا راستہ اختیار کیا۔ ہمدرد کی پالیسی بھی وہی تھی جو کامریڈ کی تھی۔ زیندار اخبار نے جہاں عوامی صحفات کو متعارف کرایا، وہاں ہمدرد نے معیاری صحفات کو رواج دیا۔ محمد علی جوہر کے ایک دوست نظام الدین نے مگر اس سے اخبار نکالنا چاہا تو محمد علی جوہر سے مشورہ طلب کیا۔ جوہر نے شورے کی صورت میں جو اصول بنائے وہ ان کے نظریہ صحفت کی عکاسی کرتے ہیں، وہ اصول درج ذیل ہیں:

- ۱۔ اخبار ذاتیات سے بالکل سبراہ، نہ کسی دشمن کے خلاف کچھ لکھا جائے، نہ خواہ منواہ دوستوں کی تعریف کے قصیدے گائے جائیں۔
- ۲۔ کسی شخص یا اخبار کی رائے کے خلاف کچھ لکھنا ہو تو غالباً مغض رائے تک رہے، ذات کا حصہ شامل نہ ہو۔
- ۳۔ جو کچھ لکھا جائے، عبارت آرائی کے خیال سے نہیں، نہ لوگوں کے چکیاں لینے کی غرض سے، بلکہ ممتاز و سنبیدگی کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔
- ۴۔ اخبار کا مقصد خبروں کی اشاعت ہوتا ہے، اس لیے زیادہ تر حصہ خبروں پر مشتمل ہونا چاہیے۔

- ۵۔ ایڈٹریٹوریل نوٹ حال کے واقعات اور خبروں پر لمبی رائے زنی کے لیے ہیں۔ اس لیے اسی کام آنے چاہیں۔
- ۶۔ اخبار کا مقدمہ کسی دوسری قوم کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ اپنی قوم کو فائدہ پہنچانا ہے۔ مذہبی سماحت سے اخبار کو بجا یا جائے۔
- ۷۔ اخبار کے ایڈٹریٹر کو خود تمام مسئلتوں پر غور کرنا اور دوسرے اخبارات اور کتابوں سے واقعیت حاصل کرنا لازم ہے۔

مولانا محمد علی جوہر نے ۲۹ افروری ۱۹۲۸ء کے "ہمدرد" میں لکھا۔ "میں نے صحفت پیسہ کھانے کے لیے اختیار نہیں کی، بلکہ ملک و ملت کی خدمت کرنے کے لیے۔ میں رہنمای ہوں، رہنما ہوں۔" محمد علی جوہر کی زندگی صحفت و سیاست سے عبارت تھی۔ انھوں نے عالم اسلام کو پہنچا اغیار سے نجات دلانے کے لیے ہندوستان میں عملی جدوجہد کا آغاز کیا۔ تریک خلافت میں مسلمانوں کے علاوہ ہندوؤں اور سکھوں کا تعاون بھی حاصل کیا۔ آپ مسلم لیگ کی صدر منتخب کیا گیا اور اس کے سالانہ اجلاس میں کرسی صدارت پر آپ کی تصویر رسمی کی۔ جیل سے رہائی کے بعد انھوں نے ایک جلد عام سے خطاب کرتے ہوئے لکھا "ہم بھی کوئی مسلمان، ہیں جو حکومت سے ڈر رہے ہیں۔ مسلمان کے لیے تلقون بھی کوئی چیز ڈلنے اور خوف کھانے کی ہے۔ مسلمان کو صرف ایک اور لیکے فالان ذوالجلال سے ڈرنا چاہیے۔ نہ کہ اس کی تلقون سے اور تلقون بھی کون؟ اس کی ہاغی، اس کی نافرمان۔ اس کی الطاعت، الطاعت سے خارج ہے۔"

محمد علی جوہر کو انگریزوں سے شدید نفرت تھی۔ اگرچہ نظر بندی سے قبل ان کے اعلیٰ انگریزوں سے گھر سے مراسم رہے تھے۔ آپ نے تھی کہیا کہ انگریزوں کو ہندوستان سے کمال کر دم لیں گے۔ بمبئی میں ایک تحریر کے دوران انھوں نے سمجھا۔ "گلہڑی اسٹوپ، ترکوں کو یورپ سے بوریہ بستر سیست کمال دینے کا عادی تھا لیکن ہم انہیں کھاتے وقت، ان سے بوریہ بستر یہیں رکھوالیں گے کہ یہ ہمارا مال ہے۔" حب الوطنی کے تھا صنوں کے تحت شدید علامت کے دوران ۱۹۳۰ء میں گول میز کانفرنس میں شرکت کا فیصلہ کیا۔

انہوں نے کہا "میں سمجھتا ہوں کہ میرا منہبی فرض ہے کہ اس کافر نس میں فریک ہوں اور وہاں جا بر سلطان کے سامنے کلہ حق کھہ کر سب سے افضل جہاد کروں، یہاں تک کہ اس کام میں مر جاؤں۔" گول میز کافر نس میں لارڈ ریدنگ جیسا سنت گیر والسرائی بھی موجود تھا جسے مقاطب کرتے ہوئے محمد علی جوہر نے کہا "ہم دونوں بھائی وہ پہلے دو شخص ہیں جنہیں لارڈ ریدنگ نے جیل میں ڈال دیا تھا۔ لارڈ ریدنگ سے مجھے انتظام لینا مقصود نہیں لیکن اپنے تک کی آزادی کا میں اس وقت قاتل ہوں گا، جب مجھے یہ اختیار حاصل ہو جائے کہ میں جب چاہوں لارڈ ریدنگ کو ان کے کسی جرم پر جیل بھوا دوں ۰۰۰۰۰۰۰۔ برطانیہ کا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ اس نے ہندوستان کو نامرد و بزدی بنا دیا ہے لیکن ۳۲ کروڑ کی جس آبادی نے خود اپنے میں مرجانے کی ہست پیدا کر لی ہے، اسے مارڈانا کچھ آسان نہیں..... اب میں اس وقت تک اپنے غلام تک میں زندہ واپس نہیں جاؤں گا۔" جب تک اپنے ہمراہ روح آزادی کو لے کر نہ جاؤں۔ اگر آپ نے یہ نہ دیا تو میرے لیے اپنے ہاں قبر کی جگہ دیجیے۔"

محمد علی جوہر نے جیسا کہا ویسا ہی کہ دکھایا۔ انہوں نے ۱۹۳۱ء کو لندن ہی میں اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کی۔ ان کی است مسلمہ کے لیے گرانقدر خدمات کے اعتراض میں بیت المقدس کے احاطے میں دفن کیا گیا۔ محمد علی جوہر پر مولانا سلیمان علی ندوی نے لکھا "وہ بے قرار دل جو اسلام اور مسلمان کی ہر صیبیت کے وقت بے تاب ہو جاتا تھا اور دوسروں کو بے تاب کر دتا تھا، آج قیامت تک کے لیے ساکن ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ اسے ہند کے آوارہ گرد مسافر! تیرا حق سرز میں اسلام کے چپے چپے پر تھا۔ مناسب یہی ہے کہ تیرے لیے قبلہ اول کا سینہ پھٹ جائے اور تو اس میں بس جائے۔" مفتی اعظم فلسطین، ایمن السینی نے فرمایا "محمد علی جوہر ان لوگوں میں سے تھے، جنہوں نے اپنا سب کچھ ملت، قوم اور اسلام کے لیے وقت کر دیا۔" مولانا ظفر علی خاں نے منظوم انداز میں خراج عقیدت پیش کیا.....

دکش فضاءِ طن کی، محمد علی تھی  
رنگینی اس چن کی، محمد علی سے تھی

## مشی محبوب عالم

متلئ گو جرانوالہ کے ایک چھوٹے سے گاؤں بھرو کی میں ۱۸۶۳ء میں ایک ایسے بچے نے دنیا میں آنکھ کھولی جس نے بر صیر کی اردو صحافت کو نئی جھتوں اور نئے رحناٹ سے متعارف کر دیا۔ پہنچنے ہی میں والد کا سایہ سر سے اٹھ جانے کی وجہ سے تعلیم کو ادھورا چھوڑ کر حصول معاش کے لیے گو جرانوالہ میں خادم التعلیم کے نام سے پرنٹنگ پر میں قائم کیا۔ پر میں کے قیام کے ایک سال بعد ۱۸۸۶ء میں "زیندار" کے نام سے اپنا رسالہ شروع کیا۔ پر یہ کی طباعت و اشاعت کا سارا کام خود ہی انجام دیتے تھے۔ جبکہ اس کی فروخت کا کام ان کے بھائی مشی عبد العزیز انجام دیتے تھے۔ پرنٹنگ پر میں اور اخبار "زیندار" کے اجراء کے حوصلہ افزائجہ کے بعد اگلے سال ہفت روزہ "ہست" چاری کیا۔

۱۸۸۷ء میں مشی محبوب عالم نے تاریخ صحافت پر ان مٹ نقوش ثبت کرنے والے ہفت روزہ "پیسہ اخبار" گو جرانوالہ کا آغاز کیا۔ اخبار کی لوح پر مستقل طور پر یہ عبارت درج ہوتی تھی:

"ہندوستان بھر کے تمام اردو اخبارات سے ستا پرچہ ہفتہوار شہر گو جرانوالہ کا یہ کتابی سائز ۸۲۰x۳۰۰ کے آٹھ صفحات پر شائع ہوتا تھا۔"

مشی محبوب عالم میدان صحافت میں نئی نئی اختراعات کے قائل تھے۔ انہوں نے پنجاب کے ایک چھوٹے سے شہر گو جرانوالہ سے "پیسہ اخبار" کمال کر بڑی مختصر مدت میں پورے ہندوستان میں دعوم مجاہدی۔ یہاں تک کہ معاصر پرچول نے اس میں شائع شدہ چیزیں چھاپنا شروع کر دیں۔ اس پر ۱۰ افوری ۱۸۸۸ء کے شمارے میں مشی محبوب عالم نے معاصر حضرات کو اس طرح مخاطب کیا:

"براه عنايت جو جو خبریں اور نوٹ "پیسہ اخبار" سے اقتباس کریں، وہاں اپنے اپنے اخباروں میں اس ناچیز پرچے کا نام لکھ دیا کریں جو اس کے لیے باعث فر ہے۔ اکثر اصحاب نام نہیں لکھتے اور ایک ہم عصر جاتی کی منت کی کھاتی سے حصہ لے لیتے ہیں۔ طرفہ یہ ہے کہ "نصرت" دہلی نے اپنے صفحہ کے تیسرے کالم کے آخر نصف کی خبریں تو "پیسہ اخبار" سے نقل کی ہیں اور نام "اخبار عام" کا لکھ دیا ہے مگر یہ کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔"

ہمارے نزدیک یہ حق تلقی میں داخل ہے کہ ہم کسی صاحب کے لئے ہوتے مصنفوں کو اپنے مفرزے اتنا رہا اظاہر کریں۔

مشی محبوب عالم نے "پیسہ اخبار" کو مزید وسعت دینے کے لیے گورنمنٹ سے علوم و فنون کے مرکز لاہور کا رخ کیا۔ جہاں سے انہوں نے ہفت روزہ پیسہ اخبار کو روزانہ بنادیا اور پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اخبارات و رسائل کا زنجیرہ قائم کیا جس میں خواتین کے لیے "شریف بنی بنی" "زراعت و کاشتکاری" کے فروع کے لیے "باغبان" طلبہ کے لیے "کلید امتحان" بچوں کے لیے ماہانہ "بچوں کا اخبار" اور انگریزی خواں طبقہ کے لیے "دی سن" (THE SUN) کے نام سے انگریزی اخبار جاری کیا۔ ہر پرچے نے اپنے اپنے میدان میں قبول عام حاصل کیا۔ یہ اس لیے ممکن ہوا کہ مشی محبوب عالم نے مالی معاملات کو بہت زیادہ اہمیت دی۔ کاروبار کو کاروبار سمجھ کر کیا اور عوام کے مطابق اپنے پرچوں میں قبول عام تحریریں شائع کیں۔ معاصر اخبارات کے مقابلے میں اپنے پرچوں کی قیمت حکم رکھی تاکہ زیادہ سے زیادہ خریدار بنیں۔ زیادہ اشاعت کے نتیجہ میں اشتہارات میں بھی غیر معمولی اضافہ ہوا۔ مشی محبوب عالم شروع ہی سے جدت پسند تھے، اس لیے وہ اپنے پرچوں کو ہمیشہ خوب سے خوب تربنانے میں مصروف رہے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے یورپ کا دورہ بھی کیا اور وہاں کی صحفات کے جدید رجحانات کا جائزہ لے کر انہیں پرچوں میں رلائی کیا۔ لندن کے معروف انگریزی پرچے ٹٹ بیس (BITS TIT) کی طرز پر اپنا رسالہ "انتخاب لاجواب" کے نام سے شائع کیا۔

مشی محبوب عالم کا حلقة ارباب بہت وسیع تھا، اس میں امراء و روساء، والیان بھروسات اور حکومتی کارپردازوں سے بھی تعلقات قائم تھے۔ صلح کل کے حامی و مسوید تھے لیکن اس کے باوجود حکومت کی زیادتیوں سے صرف نظر نہیں کرتے تھے۔ "پیسہ اخبار" کے ایک شمارے میں حکومت کی جانب سے نیک پرناروا میکس عائد کرنے پر بطور احتجاج لکھا۔

"گورنمنٹ کے ایک چھوٹے سے حکم سے ہندوستان کی وسیع مملکت پر محصول نیک بمحاب بیچیں ۲۵ فیصدی زیادہ ہو گیا، یعنی جو محصول نیک پر اس سے پیشتر درود پے فی من تھا۔ وہ دفعہ اڑھائی روپے ہو گیا۔ اس ایزادی محصول سے گورنمنٹ کی آمدن ایک کروڑ پچاس



لاکھ روپے بڑھ گئی۔

جیسے دنیا کے دیگر مہذب ممالک میں دستور ہے کہ تمام ایسے کام اس وقت کیے جاتے ہیں جبکہ رعایا کی رائے بھی اس کے بارے میں معلوم کرنی جاتی ہے۔ بیچارے ہندوستان کو یہ رعایت نصیب نہیں۔ افغانستان میں جب اس قسم کے امور میں گورنمنٹ کو کمی بیشی کرنی مظہور ہوتی ہے تو باوجود یہ وہاں کی گورنمنٹ بھی "عوام رعایا" کے ہاتھ میں ہے لیکن تاہم اوہ نہیں (عام رائے) وریافت کرنے کے لیے اخبارات میں بحث مباحثہ کے خیال میں یہ امور پہلک پریس کے سپرد کیے جاتے ہیں۔ بخلاف اس کے ہمیں اس وقت پتہ چلتا ہے کہ قضا وقدر کا قلم چل جاتا ہے۔

ہندوستان بھر میں شائع ہونے والے دوسرے اخبارات و رسائل کے مقابلے میں مشی محبوب عالم نے "پیسہ اخبار" میں یہ ندرت بھی پیدا کی کہ ہفتے میں ایک بار باقاعدگی سے "مناد" کے نام سے کاروباری اشتہارات کے لیے ضمیر جاری کیا "مناد" کی لوح کے نفعے افغان زبان میں یہ عبارت درج ہوتی تھی:

The weekly ADVERTISER  
Supplement of the PAISA AKHBAR Gujranwala.  
ہر قسم کے تجارتی اشتہارات نہایت ارزان اجرت پر مشتمل ہو کر بڑی وسعت سے ہندوستان کے تمام اردو بولنے والے اطراف و اکناف میں ہفتہ میں ایک مرتبہ تمام شائقین کی خدمت میں صفت تقسم ہوتے ہیں۔ "مناد" میں جس قسم کے اشتہارات شائع ہوتے تھے ان کے عنوانات اور سرخیاں اس طرح کی ہوتی تھیں:

۱۔ آنکش صاحب کا سخوف

۲۔ ڈاکٹر جی جی شاہ کا سسیر مین ڈر اپ

۳۔ ڈاکٹر ہالوے صاحب کی گولیاں HOLLOWAY-Pills and Ointment  
مشی محمد الدین فوق جنہوں نے اپنی صاحفاتی زندگی کا خاص اعرضہ مشی محبوب عالم کی رفاقت میں گزارا اور خود بھی کئی اخبارات و رسائل جاری کیے۔ انہوں نے مشی محبوب عالم کی زندگی ہی میں انسیں ان الفاظ میں شائد ارجاع عقیدت پیش کیا:

"آپ ہندوستان کے بھگ فرنیکلن، ہیں۔ امریکہ کے مشور فلاسفہ، مشور مدبر اور مشور اخبار نویس بھگ فرنیکلن سے آپ کو نسبت دینے میں کامل یقین ہے کہ مبالغہ نہیں ہے۔

بھگن ایک غریب باپ کا بیٹا تھا۔ آپ بھی غریب باپ کے بیٹے تھے۔ بھگن نے زندگی کے کاروبار میں سب سے پہلے چھاپ خانہ جاری کیا۔ آپ کی پہلک زندگی کی ابتداء بھی چھاپ خانہ ہی سے شروع ہوتی ہے۔ بھگن کو اخبار نویسی اور چھاپ خانہ میں اپنے بھائی سے بھائی سے بھی مدد ملی۔ آپ کو بھی آپ کے بھائی مشی محمد عبد العزیز صاحب پیسر اخبار نے اس کار عظیم میں بڑی مدد دی ہے اور آج تک شامل حال ہے۔ بھگن کی تمام عزت صرف اخبار نویسی کی بدولت تھی۔ آپ نے بھی تمام عزت صرف اخبار نویسی کی بدولت حاصل کی۔ بھگن نے دولت جمع کرنے کے متعلق جستیری متوالے اور مصائب لکھے۔ آپ نے بھی اسی موضوع پر کئی کتابیں خود تصنیف کیں۔ بھگن نے بھی یورپ کا سفر کیا اور آپ نے بھی۔ اور باقی میں بھی بہت کچھ امریکی فلاسفہ سے ملتی ہیں۔ محمد الدین فوق نے اعترافِ عظمت کے طور پر مشی محبوب عالم کے متعلق مزید لکھا کہ:

آپ کو عموماً ایڈٹر گرایڈٹر بھی کہا جاتا ہے اور جہاں تک واقعات کا تعلق ہے اس میں سر موافق نہیں ہے۔ آج جس اردو اخبار کو ہندوستان میں سب نے زیادہ کشیر الاداعت ہونے کی عزت حاصل ہے یعنی اخبار ہندوستان، اس کے ایڈٹر با بودنا نامہ اسی "پیسر اخبار" میں ملازم رہ چکے ہیں۔ مرزا علی حسین صاحب جو پہلے "فتح مسین" کے مالک و ایڈٹر تھے، اور اب اخبار وقت" کے مالک و ایڈٹر ہیں وہ بھی فن اخبار نویسی یہیں سے سکھ کر گئے تھے۔ مولوی عبد الروف رافت بھوپال جو آج کل بھوپال میں وکیل ریاست ہیں اور جو حکیم غلام نبی کے اخبار "زیدہ الاخبار" کے مدیر تھے، وہ بھی کئی سال تک اسی اخبار میں کام کرتے رہے۔ جانب ساغر صاحب اکبر آبادی جن کے خوان گرم سے اس وقت ہندو اخبارات نعمت ہائے گوناگون حاصل کر رہے ہیں وہ سب پہلے "پیسر اخبار" ہی میں فن اخبار نویسی عملی طور پر بجا لاتے رہے۔ مشی احمد الدین مالک و ایڈٹر اخبار غم خوار بھی پیسر اخبار ہی میں رسول کام کرتے رہنے کے بعد اپنا ایک ذائقی اخبار کھانے میں کامیاب ہوئے تھے۔ مشی محمد عبد اللہ صاحب منہاس جو آج کل اخبار" وکیل" کے ایڈٹر ہیں وہ بھی رسول تک پیسر اخبار میں کام سکھتے رہے۔ نیاز مند محمد الدین فوق کو بھی جو اس رواداد کا مرتب کنندہ ہے آپ ہی کے خرمن کے خوش چیزیں ہونے کا فرما حاصل ہے۔ مشی محمد دین ظین "جو عرصہ

دراز تک "ریلوے لینڈ انجینئرنگ نیوز" (انگریزی اردو) لاہور سے ٹکالے رہے انھوں نے بھی یہ فن اسی پیسے اخبار سے سیکھا تھا۔ منشی آنبا پر شاد مراد آبادی نے بھی عرصہ دراز تک پیسے اخبار ہی میں خدمات بجا لانے کے بعد مراد آباد سے اپنا ذاتی اخبار "جامع العلوم" ٹکالا تھا۔ اس کے علاوہ سولوی شجاع اللہ ایڈیشنری "ملت" بھی وقایہ فوچتا مسٹر جھوں کے صیغہ میں کام کرتے رہے ہیں۔

منشی محبوب عالم کو انتخابی اور ادارتی امور میں کس حد تک عبور حاصل تھا اور انھوں نے اخبارات و رسائل کو کس قدر مقبول عام بنادیا تھا، اس کا نہ کہ منشی محمد الدین فوق اپنی کتاب "اخبار نویسون کے حالات" کے صفحہ نمبرے پر اس طرح کرتے ہیں:

"آپ کے کاروبار کی دستت اور کثرت دیکھ کر محکمہ ڈاک نے ۱۹۰۰ء میں "پیسے اخبار پوسٹ افس" کے نام سے آپ کو ایک الگ ڈاک خانہ دے دیا جو نہایت ترقی اور رونق کے ساتھ قائم ہے اور اس زمانہ میں پہلی مثال تھی کہ ایک اردو اخبار کو یہ عزت نصیب ہوئی۔ کارخانے پیسے اخبار کی فکر رفت اور عالی شان عمارت اپنی نظیر آپ ہیں۔ پیسے اخبار کو ایک زمانہ میں پارہ ۱۲ دستی پریس بھی بمشتمل چھاپ سکتے تھے۔ آپ نے والدت سے چھاپے کی مشینیں منگوانیں اور اپنے پریس کو شیم پریس بنادیا۔ پیسے اخبار، انار کلی کے جس حصہ میں واقع ہے اس کا نام اب سرکاری طور پر "پیسے اخبار سٹریٹ" یعنی محلہ پیسے اخبار ہے۔

منشی محبوب عالم، صحافتی دنیا میں کامیاب اور بھرپور زندگی گزار کر اور اخبارات و رسائل میں اپنی اختراعات اور جدت طرازیوں کے انتہ نقوش چھوڑ کر می ۱۹۳۳ء کو اس جہان فانی سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئے۔

## منشی محترم علی چشتی

۱۸۶۳ء جنوری کو علوم و فنون کے شہری مثال لاہور میں اردو و فارسی کے معروف و مشور شاعر مولوی احمد بنش یکدل چشتی کے ہاں تابع روگار بچے نے جنم لیا۔ والدین نے اس کا نام غرم علی چشتی رکھا۔ یکدل چشتی کا گھرانہ علم و دانش کا متزاو و معروف گھرانہ تھا۔ سکھوں کے دور حکومت میں انھیں جا گیر بھی دی گئی اور پیش بھی لئی۔ اس کے علاوہ معتدیہ دور کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے دربار سے خلعت اور فرائض راء کا خطاب بھی ملا۔

مشی مرم علی چشتی اپنے والد گرامی کا پرتو تھے۔ انہوں نے بچپن ہی میں انگریزی، اردو، فارسی اور دوسری علاقائی زبانوں میں مہارت حاصل کر لی۔ عملی زندگی کا آغاز انہوں نے وکالت سے کیا لیکن یہ عجیب اختلاف ہے کہ علم و ادب سے گھری دلچسپی اور شفت کی وجہ سے انہوں نے اصل شهرت، صحافت کے میدان میں حاصل کی۔ مشی صاحب کو نظم و نثر و نویں ہی اصناف پر مکمل عبور تھا۔ ان کی تربیت جس ماحول میں ہوئی تھی، اس کے نتیجے میں تصوف دین اور بزرگانِ دین سے وابستگی جذباتی حد تک تھی۔ انہوں نے اپنی شاعری میں اس کا جا بجا اظہار بھی کیا ہے۔

مشی مرم علی چشتی نے اپنی صحفتی زندگی کا آغاز مشی ہر سکھ رائے کے ہفت روزہ اخبار "کوہ نور" لاسور سے کیا۔ جلد ہی اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے "کوہ نور" کی ادارت ان کے ذمہ کر دی گئی لیکن جلد ہی اس سے کنارہ کش ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے دوست و احباب کی خواہش اور اصرار پر ۵ جنوری ۱۸۸۳ء کو اپنا اخبار "رفین ہند" شروع کیا سولہ صفحات پر چھپنے والا یہ پرچہ بنیادی طور پر علمی اور اصلاحی تحریروں کو زیادہ نمایاں انداز میں شائع کرتا تھا۔ مشی مرم علی چشتی نے "کوہ نور" سے الگ ہو کر "رفین ہند" کے نام سے اپنا پرچہ کیوں نکالا؟ اس کے جواب میں انہوں نے اپنے مقالہ افتتاحیہ میں اس طرح لکھا:

"ویسی زبان کے اخبارات میں اب بھی ایک ایسے اخبار کی ضرورت باقی ہے جو انگریزی اخبارات کی طرح آزادی سے ہندوستان کے مختلف فرقوں کو ایک سیاسی پلیٹ فارم پر جمع کرے اور ان کے خلاف ہونے والی زیادتیوں سے حکومت کو باخبر رکھئے جو بعض سرکاری عہدے داروں کے ہاتھوں سرزد ہوتی رہتی ہیں۔ اس کے علاوہ ہندوستانی والیاں ریاست کو بھی ان کے انتظامی امور سے مطلع کرتا رہے اور حاکم و حکوم کے فرق کو مٹانے کی کوشش کرے۔"

مشی مرم علی چشتی اپنے اس عزم و ارادے میں کھماں نکل کا سیاپ ہوئے، اس کا اظہار انہوں نے ہفت روزہ "رفین ہند" کی پہلی سالگردہ کے موقع پر ۷ اجنبی ۱۸۸۵ء کے شمارے میں اس طرح کیا:

"رفین ہند" کے یک سالہ کارناموں کا ایک مختصر رسالہ تیار ہو سکتا ہے۔ اخبار رفین ہند کا سب سے بڑا وعدہ یہ تھا کہ پوٹشکل، سوشن اور علمی خیالات کی قوم میں اشاعت کرے گا اور

عام اتحاد کو پھیلانے میں سائی ہو گا۔ ہمیں اس امر کے تسلیم کرنے میں تالی نہیں ہے کہ زیادہ تر زور اس پرچہ کا پوٹیکل معاملات پر رہا مگر ہم بڑی دلیری سے اس امر کے اظہار میں کسی طرح جھگٹنے کی ضرورت نہیں دیکھتے کہ سوراٹی کے متعلقات اصلاح ہمارا اصول رہا ہے۔ اگر ہمارا تمام فائل ایسے معاملات سے پر نہیں تو اس کے اکثر حصے خالی بھی نہیں ہیں۔ عام اتحاد کی اشاعت کے لیے تو اس پرچہ کا نام ہی ایسا ہے کہ سمجھدار شخص کو یک جسمی کا سبعن دے سکتا ہے اور اسی لیے بڑی جلی قلم سے لوح پر لکھا ہوتا ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ آج تک ہم کو بڑی بڑی سخت خالقتوں کا سامنا رہا مگر اتنی بات تو ضرور ہمارے خلاف حضرات بھی دل سے جانتے ہیں اور بعض وغیرہ زبان سے بھی کر دیتے ہیں کہ "رفین ہند" کبھی ذاتی اغراض نکالنے کا ذریعہ نہیں بنایا گیا۔ آج تک کسی ایک شخص سے بھی اس نے ایک کوڑی رشوت کی لی، اور نہ تحویلیت زنا نہ کامنکب ہوا، نہ کسی ریاست میں بجاندوں کی طرح بد نای کا خوف دلا کر روپیہ وصول کرنے کے لیے اس نے دورہ کیا۔

مشی مردم علی چحتی نے اس دور کے معاصر پرچوں سے "رفین ہند" کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا: "جن لوگوں کو غور کے ساتھ اخبارات درکھنے کا ذوق ہے، وہ بخوبی معلوم کر سکتے ہیں کہ اس تاجیز پرچہ کی نتیجی ترتیب اور طرزِ عبادت وغیرہ کے باعث اخبارات کے سرورقوں، کالموں اور فوٹوں پر کس قدر اثر پہنچا ہے اور کس قدر اخبارات، میں جو اس پرچہ کی جدید طرز کو پسند کر کے اس کو اختیار کرنے کی کوشش کر پکے، میں اور کر رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ہمارے بعض بڑے سے بڑے خالق پرچے بھی اس درجہ تک ہمارے پرچے کی نقل اتنا نے کی کوشش کرتے ہیں کہ پہلک کو بخوبی خود معلوم ہو سکتا ہے۔ ہم خوش ہیں کہ ہمارے دوست اس پرچہ کو اس قابل تصور فرماتے ہیں۔"

مشی مردم علی چحتی نے مندرجہ بالا احصاءات و جذبات کا اظہار "رفین ہند" کی باقاعدہ اشاعت کے بجائے ۷۱ جنوری ۱۸۸۵ء کو شائع ہونے والے پرچے کے ساتھ بطور خصیصہ اضافی صفات میں کیا تھا۔ اس خصیصہ کے آخر میں مشی مردم علی چحتی نے قارئین کو اس طرح مخاطب کیا:

"پرچے کے سلسلہ میں جو کچھ ہم نے لکھا، اسے اپنے دل سے موس کر کے لکھا اور قوم کی حالت کی اصلاح پر جو خیالات ظاہر کیے دلی درد سے لکھے۔ ہر ایک ایسے مصنفوں نے ہمیں

سخت پیچ و تاب اور دماغی محنت کے دباؤ میں رکھا، گویا ہر ایک پرچہ اخبار ہمارے دل کا ایک ٹکڑا تھا جو اپنی قوم کی خاطر کاٹ کاٹ کر منت اُن کی خدمت میں نذر کیا جاتا رہا۔ اس پر بھی جب بعض دفعہ قوم کی طرف سے ناقدر دانی ظاہر ہوتی تو بے اختیار ما یوس ہو کر ہمارے دل سے آہ نکلی لیکن ساتھ ہی اپنے ماسین ہم پیشوں کے کارنا میے یاد آگئے۔ جن کو ہم سے زیادہ ٹھیکین قوی خدمت کے طفیل اٹھانی پڑتی تھیں۔"

"رفین ہند" ابتداء میں سرسید احمد خال اور ان کی تحریک کا حامی تھا بلکہ سرسید کا تعریف و توصیف سے بھر پور ایک خط پڑتے شمارے میں شائع کیا جس میں سرسید احمد خال اس طرح رقم طراز تھے:

"ہمارے ملک کے اخباروں میں پنجاب کے اخبار بلاشبہ سب سے عمدہ ہیں، میں ان کو منزہ نہیں سمجھتا، مگر اعلیٰ اور عمدہ سمجھتا ہوں۔ نہایت خوشی کی بات ہے کہ ان عمدہ اخباروں میں ایک اور اخبار رفین ہند کا اسنافہ ہوتا ہے، جس کی نسبت توقع ہے کہ "نیو لسٹرڈے" کو نیا اخبار پیدا ہونے والا ہے۔ ہمارے شفیق مولوی مردم علی چشتی، جن کی فہانت، جودت طبع، تیرزی خیالات اور ہمدرد قوم مشور ہے۔ اس اخبار کو گھاتتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ وہ اخبار تمام صفتوں کے ساتھ تسلیم الطبع اور مکمل مزانج ہو گا اور جس قدر ممکن ہے ملک کو فائدہ پہنچا دے گا اور خدا تو ایسا ہی کر۔ آئیں"

سرسید احمد خال نے جب بعض مدحی عقائد بالخصوص قرآن مجید کی تفسیر میں قابل اختلاف امور کو نمایاں کرنا شروع کیا تو مشی مرموم علی چشتی کا پرچہ "رفین ہند" ان کا سب سے بڑا ناقد بن گیا۔ مولانا الطاف حسین عالی نے اس پس منظر کے حوالے سے لکھا:

"پہلے یعنی اخبار سرسید کا سب سے زیادہ طرف دار، مدرج و شاخوں تھا۔ لیکن بعد میں سرسید کی زندگی میں اور پھر حلت کے بعد بھی ان کا ناقد بنارہا۔"

"حیات جاوید" میں مولانا حالی نے مزید لکھا کہ۔ "اس میں کوئی شک نہیں کہ "رفین ہند" سرسید کی مخالفت میں حدود سے تجاوز کر گیا تھا، اس وجہ سے غالباً مشی مرموم علی چشتی کی خود پسند شخصیت کو زیادہ عمل دخل تھا۔"

سرسید احمد خال کی حمایت و مخالفت کی بحث سے بالآخر ہو کر دیکھا جائے تو یہ بات

بہت نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ "رفین ہند" نے منتی حرم علی چشتی کی زیر ادارت میں زبردست قومی خدمات سرا نجام دیں، رائے عامہ کی بیداری، عوامی شعور منظم کرنے اور حکومت پر کڑی نکتہ چینی کرنے میں اس کا کردار بہت بے پاکانہ رہا۔ اسے اپنے دور کے متاز و معروف قلم کاروں کا تعاون حاصل تھا، ان میں مولانا محمد حسین آزاد اور دوسری ممتاز شخصیات شامل تھیں۔ "رفین ہند" نے اردو صحافت کی ترویج و ترقی اور اس کو درپیش مسائل و مسائلات حل کرنے کے لیے ہر ممکن کوششیں بھی کیں۔

منتی حرم علی چشتی ایک روشن خیال اور جدت طراز صحافی تھے۔ انہوں نے مختلف پرچوں کی معاصرانہ چیقلش ختم کرنے اور بعض پرچوں کو حکومتی دباؤ سے نجات دلانے کے لیے اخبارات سے متعلق افراد پر مشتمل ایک تنظیم بھی قائم کی جس کا نام "امجمعن حافظ دیسی اخبارات پنجاب" رکھا تھا۔

۲۷ دسمبر ۱۸۸۳ء کے "رفین ہند" میں ۱۶ نومبر ۱۸۸۳ء کو "امجمعن حافظ دیسی اخبارات پنجاب کا اجلاس تنظیم کے صدر منتی دیوان چند، (ایڈٹر رفاه حام سیالکوٹ) کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں شریک ہونے والے افراد کی تفصیل اس طرح سے ہے۔

- ۱- منتی دیوان چند۔ ایڈٹر رفاه حام سیالکوٹ، (صدر)
- ۲- حکیم غلام نبی، ایڈٹر رسالہ حافظ صحت لاہور۔
- ۳- مولوی فضل دین ایڈٹر رسالہ بنج۔ لاہور۔
- ۴- منتی شمس الدین ایڈٹر فارسی اخبار۔ لاہور۔
- ۵- منتی گل محمد، ایڈٹر کوہ نور۔ لاہور۔
- ۶- حرم علی چشتی، ایڈٹر رفین ہند۔ لاہور (سکرٹری)

ایک صدی سے زیادہ عرصہ پہلے تاکی طرز پر قائم ہونے والے اس ادارے میں کس قسم کی کارروائی اور فیصلے ہوتے تھے، اس کی مختصر جملک اس طرح ہے: ۱۶ نومبر ۱۸۸۳ء کو ہونے والا اجلاس، رفین ہند کے دفتر میں شام ۵ بجے منعقد ہوا۔ جس میں دیسی اخبارات پنجاب کے حقوق کی حفاظت کے لیے ایک کمیٹی کے قیام پر تباولہ خیال ہوا۔ اس کے علاوہ صحافیوں کی قانونی مدد کے لیے ڈیفنس کمیٹی قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ آخر میں ایک قرارداد کے

ذریلے تمام ہم عصر اخبارات سے درخواست کی گئی کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف ذاتی نکتہ جیسی اور سخت بیانی سے احتراز کریں۔

مشی ہرم علی چحتی نے اُس دور میں اخبارات اور اخبار نویسوں کے مسائل حل کرنے کے لیے اجتماعی کوششوں کی داغ بیل ڈالی۔ ابھی حافظہ یعنی اخبارات کے قیام کے فوراً بعد اخبار طویل ہند کے تصفیہ کو محسن و خوبی نہایا گیا۔ اسکے علاوہ بیشتر ہم عصر دست بگر بیان اخبارات کو بھی راہ اعتدال پر لانے کی کوشش کی گئی۔ مشی ہرم علی نے اپنی تمازیر تر صلاحیتوں کے ساتھ صحفت کے وقار کو بلند کرنے کی کوشش کی اور ان کے مسائل و معاملات حل کروانے میں ذاتی دلپسی لی۔ اہل ہندوستان کے حقوق کے تحفظ کی خاطر حکومت کی سعیاں اور زیادتیاں بھی برداشت کیں۔ لیکن اپنے موقف سے سرموازرات نہ کیا۔ انھیں ملک و قوم کی ان شک اور بے لوث خدمات کے اعتراف کے طور پر ہندوستان کا ہیرو قرار دیا گیا۔ مشی ہرم علی چحتی ۳۷ سال کی بھرپور اور ولود انگریز زندگی گزار کر ۱۸ دسمبر ۱۹۳۶ء کو اس دنیائے فانی سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئے۔

### حمدید نظامی

حمدید نظامی ۳ جنوری ۱۹۱۵ء کو صنعت شیخوپورہ کے قصبه سانگھرہ بیل میں پیدا ہوئے۔ میسر ک کا استھان مقامی سکول سے پاس کر کے ۱۹۳۲ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ ۱۹۳۸ء میں اسی کالج سے بی اے کیا۔ ۱۹۴۰ء میں ایفت سی کالج سے انگریزی میں ایم اے کیا۔ حمدید نظامی، اسلامیہ کالج میں دوران تعلیم کالج میگزین "کرینٹ" کے ایڈٹر رہے۔ ۱۹۴۳ء میں کالج یونیورسٹی کے سکرٹری چنے گئے۔ اسی سال پنجاب مسلم مٹاؤٹش فیدریشن کا قیام عمل میں آیا تو آپ فیدریشن کے بیٹے صدر منتخب ہوئے۔ پنجاب کے مختلف شہروں میں فیدریشن کی شاخیں قائم کیں۔ اس کے علاوہ لکھنؤ میں ہونے والے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی۔

حمدید نظامی کو ۱۹۴۰ء میں ایم اے کرنے کے بعد تلاش روڈگار کی فکر ہوئی تو کسی میدان موجود تھے لیکن طبیعت کا جھکاؤ صحفت کی طرف تھا۔ ۱۹۴۰ء میں ہی ایوسی ایٹڈ پریس آف انڈیا میں تین ماہ کی تربیت حاصل کی۔ اس کے بعد اورینٹ پریس آف انڈیا لاہور کے



ڈائریکٹر مقرر ہوئے جو بر صفیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی واحد خبر رسانی بھی تھی۔ ۲۱ مارچ ۱۹۷۰ء کو انھوں نے پندرہ روزہ "نواۓ وقت" شروع کیا، حسن اتفاق سے اس روز لاہور کے نشوور پارک میں قائد اعظم کی صدارت میں مسلم لیگ کا تاریخی اجلاس شروع ہوا جس میں ۲۳ مارچ کو قرارداد پاکستان مستقر کی گئی۔

۲۲ جولائی ۱۹۷۲ء کو حمید نظامی نے شیخ حامد محمود کے تعاون سے پندرہ روزہ نواۓ وقت کو روزنامہ میں تبدیل کر دیا۔ اس وقت پنجاب میں یونینٹ حکومت بر سر اقتدار تھی۔ نواۓ وقت نے حکومت کی مخالفت میں اللہ و خوف کے تمام حرbole اور ہمکنڈوں کی پرواہ کیے بغیر مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کی جدوجہد کو آگے بڑھانے کے لیے تمام تر صلاحیتیں وقف کر دیں۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۱ اپریل ۱۹۵۱ء کو حق گوئی کی پاداش میں نواۓ وقت کو بند کر دیا گیا۔ یکم جنوری ۱۹۵۲ء کو حمید نظامی نے لبندی ڈاری میں اس پابندی کے حوالے سے لکھا۔ "نیا سال شروع ہوا ہے۔ سابق سال خاصاً ہمگامہ خیز رہا۔ گیارہ سال ۲۲۰ دن کی زندگی کے بعد "نواۓ وقت" بند ہوا۔ "نواۓ وقت" کا پہلا شارہ پندرہ روزہ اخبار کی حیثیت سے ۲۱ مارچ ۱۹۷۰ء کو شائع ہوا تھا۔ اسی دن آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس لاہور میں قائد اعظم کی صدارت میں ہو رہا تھا۔ مسلم لیگ نے پاکستان کی قرارداد اسی اجلاس میں مستقر کی تھی۔ دو سال بعد ۱۹۷۲ء میں نواۓ وقت کو ہفتواں کر دیا گیا اور ۱۹۷۳ء میں روزانہ۔ ان تینوں موقع پر قائد اعظم نے "نواۓ وقت" کی کامیابی کے لیے پیغامات بھیجے۔ ہندوستان اور پاکستان کی تاریخ میں نواۓ وقت واحد اخبار ہے، جسے قائد اعظم نے تین مرتبہ اپنا پیغام بھیجا۔ قائد اعظم کو کیا معلوم تھا کہ اس اخبار کو وہ لوگ بند کریں گے جو قائد اعظم کے نام پر حکومت کی گذتی پر یہٹھے میں۔"

حمد نظامی حکام پرست تھے، نہ حکام رس لیکن حکام ترس ضرور تھے۔ اسی لیے آپ ان میں خدمت طلق کا جذبہ پیدا کرتے اور انھیں آخرت کے سواخہ و محاسبہ سے بچانے کے لیے ہمیشہ نیک اور صیحہ شورہ دیتے۔ نیک دل کی عزت کرتے، تنگ مراجح آپ سے نفرت کرتے، غلط کار ارباب اقتدار آپ سے خوفزدہ رہتے۔ حق کی اس آواز کو دبائے کے لیے اقتدار پرستوں، اغراض پرستوں اور مقاد پرستوں نے مشترکہ محاذ بنایا تھا۔ سب کے سب اپنی ساری قوتوں، کوششوں اور سازشوں کے ذریعے آپ کے درپے آزار رہے۔ حمید نظامی

کی نیت نیک تھی۔ مقصد نیک تھا، اس لیے آپ کی آواز کو دبایا نہ جاسکا۔

قیام پاکستان کے بعد حق و صداقت کے اس چراغ کو بخانے کے لیے بہادروں کی طرح نہیں، بزدلوں کی طرح، فسروں کی طرح نہیں بد خصلتوں کی طرح ریشہ دو ایسا جاری رہیں۔ حمید نظامی کو بخدا موش کرنے کے لیے آپ پر ناجائز اسلوک رکھنے کا جھوٹا مقدمہ بنایا گیا۔ جب اس میں غالین کی مطلب برداری نہ ہوئی تو ”نوائے وقت“ سے صفائت مطلب کی گئی۔ جب یہ حربہ بھی ناکام رہا تو نوائے وقت کے چھاپے والوں کو وغایا تو انہوں نے اخبار چھاپنے سے الٹا کر دیا۔ اس کے بعد اخبار کے عملہ کو اغاوا کیا گیا لیکن ان گھٹیا حربوں کے باوجود حمید نظامی ڈٹے رہے۔ اخبار کی شرگل کاشٹ کے لیے سرکاری اشتہارات بند کردیے گئے مگر پھر بھی حمید نظامی جیتے رہے اور نوائے وقت چلتا رہا۔

حمدی نظامی پر جب ہر قسم کا حربہ آزنے کے بعد بھی ناکامی ارباب اقتدار و اقدار کے حصہ میں آئی تو نوائے وقت پر پابندی لگادی گئی۔ اس سے بھی کام نہ چلا تو نوائے وقت کا ڈیکلریشن منسوخ کر کے کی اور کو الٹ کر دیا گیا لیکن نوائے وقت نکالنا اور کسی کے بس کی بات نہیں تھی۔ بالآخر حکومت کو نوائے وقت کا ڈیکلریشن بحال کرنا پڑا۔ ارباب اقدار نے حمید نظامی کی ذات پر، دل و دماغ پر اور لوح و قلم پر پھرے بٹھائے لیکن انہیں ہر عماز پر ذات آسمیز پسپائی سے دوچار ہونا پڑا اور حمید نظامی ہر مشکل امتحان میں سرخرو ٹھہرے۔

حمدی نظامی کو صرف اپنی ذات اور نوائے وقت کی بقاء کی جنگ ہی نہیں لڑنی پڑی بلکہ پاکستان کی بقاء و سلامتی کی پاسبانی بھی کرنی پڑی۔ ایک طرف تو پاکستان کے اقدار پر وہ طبق سلطہ ہو گیا جو پاکستان کا دل سے مالت تھا، جو انگریز کا ساختہ پر واختہ اور ان کی اقدار و کردار کا دلدادہ تھا۔ ان ارباب اقدار کی خبر، حمید نظامی نے ۱۹۵۷ء کے ”نوائے وقت“ میں اس طرح لی۔۔۔ ”مغربی پاکستان کی روی یہ بلکہ حکومت میں بعض انتہائی نالائق، اور انتہائی بدنام وزیر شامل میں، ان میں سے بعض کی جگہ ہماری رائے میں سیکرٹریٹ میں نہیں، جیل خانے میں ہے۔“

حمدی نظامی نے ”نوائے وقت“ پر پابندی کے دور میں اپنی ذاتی ڈائری لکھنے کا سلسلہ شروع کیا۔ ۲ فروری ۱۹۵۲ء کو انہوں نے ذاتی ڈائری میں لکھا۔ ”آج پاکستان اور امریکہ کے نمائندوں نے کراجی میں ایک معاهده پر دستخط کیے۔ اس معاهده کی رو سے پاکستان کو ایک کروڑ

ڈال کی امداد سے گی۔ خدا جانے ہمارے لیڈر غیرت سے اس قدر خالی کیوں، میں؟ بھیک ہی مانگنا تھی تو یہ کیا بھیک مانگی؟ دو روز ہوتے یہ خبر آئی کہ ہندوستان نے امریکہ سے جو ۱۹ کروڑ ڈال کا اناج بطور قرض لیا تھا، وہ قرض کی بجائے عطا یہ میں تبدیل کروالیا ہے۔ ہندوستان میں متین امریکی سفیر چستر باولز بھی ان دونوں اس کوشش میں مصروف ہیں کہ ہندوستان کے لیے ایک ارب ڈال کی مزید امداد منتظر کی جاتے۔ ایک ارب ڈال کے فرق کے باوجود ہماری حکومت کو ایک کروڑ ڈال کی امداد قبول کرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی۔"

حمدی نظامی نے اس دور کے وزیر اطلاعات و نشریات خواجہ شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہا، "پاکستان سے وفاداری اور محبت ہی کا تقاضا ہے جو ہمیں اس بات پر مجبور کر رہا ہے کہ ہم ارباب اختیار کی ناراضگی کا خطہ مول لے کر بھی حکومت پر نکتہ چینی کے حق سے دستبردار ہونے سے انکاری ہیں، ورنہ نام تہاد عزت دوسری طرف ہے، دولت دوسری طرف ہے، آرام دوسری طرف ہے ہم "چھولوں" کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے اور صرف کانتے چلنے پر مصروف ہیں تو صرف اس لیے کہ ہمارا ایمان ہے کہ پاکستان کی بہتری اسی میں ہے کہ اس ملک کے اخبار آزاد ہیں اور جہاں وہ ہر اچھی بات کے لیے گورنمنٹ کی تائید کریں، وہاں وہ سرکار کی غلطیوں پر اسے ٹوکریں۔ اگر پریس پر مکمل سرکاری کنشتوں ہو گیا اور اخبارات نے لٹک یا خوف کے باعث حکومت پر نکتہ چینی کا حق چھوڑ دیا تو اس ملک میں صفات کا جنازہ ٹکل جائے گا اور حکومت بالکل فاشی رنگ اختیار کر جائے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو شخص ملک میں یہ صورتِ حال پیدا کرنا چاہتا ہے، وہ پاکستان کا خیر خواہ کھلانے کا مستحکم نہیں۔"

۱۹۶۲ فروری ۱۹۶۲ء کے "نوائے وقت" میں ادارتی صفحہ پر حمدی نظامی نے اس سوچت کا اظہار کیا، "جہاں تک ہمارا تعلق ہے، ہمارے پاس ایک محضور ساقلم ہے۔ ہم یعنی ملت اور اپنے خالنے سے کہہ سکتے ہیں کہ اے حاکموں کے حاکم! آپ نے ہمیں جو تھوڑی سی توفیق بخشی ہے۔ ہم نے اس سے کام لیا اور اس ملک کو جو آپ کے نام پر اور آپ کے فضل و کرم سے صرف وجود میں آیا تو اسے قائم رکھتے، مضبوط و مکرم بنانے کے لیے اپنی بساط کے مطابق کوشش کی۔"

حمد نظاہی بڑے صاحبِ ذوق، سکرِ المرزاں اور پابندِ صنوم و صلواہ تھے۔ خوش طبع، خوش اخلاق اور خوش لفظ تھے۔ وقت کے بڑے پابند تھے۔ دوستوں کے دوست اور دشمنوں کے دشمن تھے لیکن آپ کی دوستی اور دشمنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہوئی تھی۔ نہ منافت سے کام لیتے، نہ کس کے لیے اصولوں کو قربان کرتے تھے۔ انہوں نے زندگی کے آخری لمحے تک حق و صداقت کا پرچم سر بلند رکھا۔ ۲۵ فروری ۱۹۴۲ء کو اسلام اور پاکستان کا شخص و پر عزم مجاہد صرف ۲۳ سال کی عمر میں اہلِ پاکستان کو سوگوار کر کے ہمیشہ کے لیے غالٰیِ حقیقی سے جاملاً۔

حمد نظاہی نے مختصر سی حیاتِ مستعار میں سیاست و صحافت میں جو گران قدر کارنا سے سر انجام دیے۔ ان کا مشاہیرِ قوم نے برخلاف اعتراف کیا۔ مولانا عبدالماجد دریا بادی نے فرمایا۔ ”دورہ پاکستان کے موقع پر حمید نظاہی سے بار بار مذاہو اگر سیری نہ ہوئی۔ گفتگو تین ہر بار اچھی رہیں۔ اپنے اخباری متقاولوں کی طرح وہ گفتگو میں بھی ماشاء اللہ وزن اور توازن پر قادر ہیں ۰۰۰۰ ان کا اخبار ”نوائے وقت“ اُردو روزناموں میں ایک معیاری پرچم ہے۔ زبانِ صحیح، سلسلیں اور شفقت ہے۔ نقیبِ شخصیتوں کا نہیں اصولوں کا، ناقہ پارٹیوں کا نہیں مسائل کا متانت، سمجھیگی اور تشرافت کا ہر حال میں حامل۔ اس روشن اور طرز کا پرچم خواص ہی میں مقبول ہونا دشوار ہے، چہ جائیکہ عوام بھی ہاتھوں ہاتھ لیں۔ اے پرچم کے ہاں اور ایڈیٹر کے نصیب کا اعجاز نہ کہیے تو کیا کہیے۔“

ابوالاٹر حفیظ جالندھری نے لکھا، ”میں اور حمید نظاہی۔ کسی کو معلوم کر کس حد تک ہم آہنگ تھے۔ میرا اور ان کا رشتہ اس کے تینِ خاکی کے ساتھ نہیں ٹوٹ سکتا۔ ۰۰۰۰۰ حمید نظاہی تو وہ بطلِ جلیل ہے جو اپنے ذاتی جسم کا بار بھی اتار چکا ہے، اور اب نیند و آرام سے بے نیاز ہیں، ہم سب کو حوصلہ بنیش رہا ہے کہ اس جسم میں رہتے ہوئے سلسل جو ہو سکتا ہے کیے جاؤ، یہاں تک کہ اس قابلہ سے آکلو جہاں روح کے لیے جسم کی قید نہیں۔“ میاں مشتاقِ احمد گورانی نے لکھا، ”قوموں کی زندگی میں ایسے زانے آیا کرتے ہیں۔ جب دن کی روشنی اندھیروں میں ڈوب جاتی ہے۔ اس عالم میں پست ہستی سے کام نہیں چلتا، بلکہ اندھیرے کو جا لے میں بدلتے کی غرض سے سخت جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ جو قوم اس تجھ و تاز کے لیے تیار نہیں ہوتی، اس کے دن بھی رات کی ٹلمت سے ہمکنار ہو جاتے ہیں لیکن

جس قوم کے باعزم افراد انہی میں سے نبرد آزما ہوتے ہیں وہ تیرہ و تار را توں کو دونوں میں تبدیل کر لیتے ہیں۔ اگر ہم نے حمید نظامی کی قدروں کو اجاگر کر لیا تو ہم انہی میں کو اچا لے سے بدل سکیں گے۔"

مولانا راغب احسن کے مطابق۔ "حمید نظامی نے اعلیٰ روحاںی قدروں اور ایمان دارانہ صحافت کی بلند ترین روایات قائم کیں اور سخت نامساعد حالات میں بھی جسموری حرمت، شہ آزادیوں، قانونی کی حکمرانی، آزادی پریس اور مظلوموں کے لیے انصاف و مساوات کی کوئی خوفی سے حمایت و تائید کی۔ وہ پاکستان میں اسلامی ملت و جسموری سیاست اور دنیا اسلام کی آزادی و یک جمیعی کے علمبردار تھے۔" لما واحدی نے لکھا، "حمید نظامی کو سرور کائنات ﷺ سے جو شیخنگی تھی۔ اتنے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور اونچی حیثیت کے آدمی وہندہ اکرم درجکے ہیں، جیسے حمید نظامی تھے، یعنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح دنیا میں اس طرح دوسرے عالم میں بھی نوازا ہو گا۔" بطل حریت آغا شورش کاشمیری نے یورا ٹھیکنے پیش کیا، "حمید نظامی کی سوت اس دور کا نسب سے بڑا صدر ہے، آپ کا سے ملک صحافت کے ایک عظیم ستون، ملت ایک بے پاک ترجمان اور ایک غلط وطن سے محروم ہو گیا ہے۔"

## عنایت اللہ

گوجرد، صلح فیصل آباد کی تاریخ میں ۱۹۲۲ء ایسا تاریخی سال تھا جب اس۔ میں مولوی محبوب عالم کے ہاں ایسے بچے نے جنم لیا، جو بیسوں صدی کی جدید اپنی و معمار قرار پایا۔ یہ بچہ جس کا نام عنایت اللہ تھا، اس کے آبا و اجداد مغلیہ دو و فضل کے حوالے سے بہت معروف تھے۔ بیسوں صدی کے آغاز میں جب اجداد کو سکھوں اور انگریزوں کے خلاف جدوجہد کرنے کی پاداش میں تمام ترجا کر دیا گیا تو عنایت اللہ کے والد مولوی محبوب عالم، صلح سیالکوٹ کے گاؤں ج مکانی کر کے گوجرد کے قریب آباد ہو گئے۔

عنایت اللہ ابھی ڈرٹھ سال کے تھے کہ ان کے والد کا سایہ سر سے ۱

تمام پرورش آپ کے دونوں بڑے بھائیوں حکیم عبدالجید اور حاجی محمد سعید نے کی۔ گورنمنٹ ہائی سکول گوجردی سے میرک پاس کرنے کے بعد اسلامیہ کالج لاہور میں داخلہ لے لیا۔ انٹر کا امتحان پاس کرنے کے بعد چند ماہ تک ٹیلیفون آپریٹر کی حیثیت سے کام کیا۔ اس کام سے آگاہ کر گلستان طلبے گئے، وہاں اپنے بچپن کے دوست اور آج کے معروف کارٹوٹ خفیظ سرور کے ساتھ مل کر ۱۹۳۲ء میں بچوں کے لیے ایک رسالہ ”بچوں کی دنیا“ کمال کر اپنی صافی زندگی کا آغاز کیا۔ وسائل کی کمی اور ناموقوف حالات کی وجہ سے انھیں جلد ہی بچوں کی دنیا بند کر کے گلستان کو ہمیشہ کے لیے الوداع کھینا پڑا۔

۱۹۳۶ء میں عناصر اللہ نے لاہور سے بچوں کے لیے شائع ہونے والے معروف رسائل پندرہ روزہ ”ہدایت“ کی اوارت سنہیاں، آرٹ ایڈٹر کے طور پر حفیظ سرور نے بھرپور ساتھ نہیاں۔ ان دونوں کی مسلسل محنت اور کوشش نے ”ہدایت“ کو چار چاند لاکا دیے۔ یہ سلسلہ ۱۹۳۹ء کے آخر تک جاری رہا۔ ۱۹۴۰ء میں پندرہ روزہ ”ہدایت“ کے ماںک محمد احمد نے راولپنڈی سے روزنامہ ”تعصیر“ کا آغاز کیا، جس کے روح روای عناصر اللہ ہی تھے۔ انھوں نے دن رات ایک کر کے روزنامہ ”تعصیر“ کو قومی سطح پر اہم اخبار بنادیا لیکن مسلسل اور انسٹکھ محنت کی وجہ سے کھاتمی اور بخار کا شکار ہو گئے لیکن کام کی رختار میں کوئی فرق نہ آئے دیا۔ اس کا نتیجہ یہ تلاکر ہی جیسے مذہبی مرض میں بستا ہو گئے۔

۱۹۵۲ء میں علاج صالحی کی غرض سے راولپنڈی سے اپنے بھائی حاجی محمد سعید کے پاس لاہور آگئے۔ جہاں وہ مشورہ ہی کے ماہر ڈاکٹر ریاض علی شاہ سے علاج کرتے رہے۔ طویل علاج کے بعد صحت یا بہتر ہوئے تو اپنے ایک پیغمبر طے اور چھوپسیلوں سے محروم ہو چکے تھے مگر ان کا عزم و حوصلہ سطح سے بھی بلند ہو چکا تھا۔ انھوں نے اخبار کے پالیسی امور سے اختلاف کی وجہ سے روزنامہ ”تعصیر“ کو خیر آباد کر دیا اور شہرہ آفاق ناول ٹھکار نسیم جہازی کے ساتھ مل کر راولپنڈی ہی سے بے سرو سماں کے عالم میں ۱۲۰ اکتوبر ۱۹۵۳ء کو روزنامہ کوہستان کا آغاز کیا۔ اس وقت کے اندازہ تھا کہ کوہستان جیسا بے وسیلہ اور علاقائی اخبار چند ہی سال کے اندر اپنے دور کا سب سے بڑا اخبار بن جائے گا مگر عنایت اللہ کی جدت پسندی اور مضم جویا نہ صلاحیتوں نے یہ معجزہ کر دکھایا۔ انھوں نے پہلی بار صافی تکنیک میں یکسر انقلابی تحریفات کیے۔ یہ تھوڑی طبعات کو رک کر کے آفت طرز طباعت کو انتیار کیا۔ جس کے ذریعے

انہوں نے مصور صحافت کی طرح ڈالی اور اخباری دنیا کو آرٹ کے نئے شے سے روشناس کرا کے صحافت کے صوری محسن کو چار چاند لگا دیے۔

عنایت اللہ نے پہلی بار اخبار میں میک اپ کی اصطلاح رائج کی، اور اس کے جدید تصورات سے اپنے رفتاء کار کو آگاہ کیا، ان کا موقوف یہ تھا کہ اخبار کے میک اپ سے ہر خبر پڑھنے کے بعد قاری کی آنکھوں اور ذہن کو ایک خوش گوار تبدیلی کا احساس ہوتا ہے۔ اس میک اپ کے نتیجہ میں روزنامہ کوہستان تمام بڑے انگریزی اخبارات کو تعداد اشاعت کے لحاظ سے بہت پیچھے چھوڑ گیا۔

جدید صحافت کے حوالے سے عنایت اللہ کا یہ نمایاں کارناامہ ہے کہ ایک طرف انہوں نے اخبارات میں شائع ہونے والے مواد کی دلپی کے دائرے کو وسیع کر کے اسے ایک عام آدمی، چھوٹے تاجر، معمولی دکاندار، ملازم پیش افراد، خواتین اور بچوں تک کی دلپی کی جیزوں کو شامل کیا۔ دوسری طرف انہوں نے اخبار میں خبروں اور تبصروں کی زبان کے علی معيار کو کم کر کے اسے سادہ اور عام فہم بنادیا اور اخبار میں مزدوروں، ملازمت پیش افراد چھوٹے تاجر و صنعت کار اور مگریوں مسائل کے حوالے سے فیپر اور مصائب میں شائع کرنے کا اہتمام کیا۔

عنایت اللہ نے اردو صحافت کو فرسودہ اور لگے بندھے صابطوں سے نجات دلا کر جب نئے نئے رجحانات کو عام کیا تو دنیا نے صحافت سے وابستہ بے شمار افراد نے اس کی مخالفت کی، اور یہ بحث شروع کر دی گئی کہ صحافت ایک مشن ہے جسے صنعت میں تبدیل کیا جائیں ہے۔ اس حوالے سے عنایت اللہ کا موقف بہت واضح تھا کہ صحافت اپنے فرانس کے اعتبار سے مشن ضرور ہے لیکن اپنی تنظیم اور ڈھانپے کے اعتبار سے ایک صنعت ہے۔ کوئی اخبار اپنے مشن کو اس وقت تک آگے نہیں بڑھا سکتا۔ جب تک اس کی معقول اشاعت نہ ہو اور وہ معماشی طور پر خود کفیل نہ ہو۔ معقول اشاعت کے لیے اسے اپنے ایڈیٹریویل سیکشن کے علاوہ انتظامی شعبوں کو بھی بہتر طور پر منظم کرنا ہو گا۔ اخبار صنعتی اور اسے کی طرح جو چیز بنانا کر فروخت کرتا ہے۔ اس کے لیے ایک معياری نظام اپنانا ضروری ہے۔ ظاہر ہے جب آپ دوسرے صنعتی اداروں کی طرح ایک چیز تیار کرتے ہیں، اس کی قیمت مقرر کرتے ہیں، اس میں آمد و خرچ اور منافع کا پسلو شامل کرتے ہیں تو یہ ایک صنعتی اور تجارتی عمل ہے۔

صحافت کو مشہ صرف اسی صورت میں کہا جاسکتا ہے۔ جب آپ اپنے اخبار کو منت قسم کریں، اور نفع و نقصان کا خیال آپ کے معاملات میں حائل نہ ہو۔ عناصر اللہ کے ذاتی کردار کا سب سے نمایاں پہلوان کی طبیعت کی درویشی تھی۔ وہ ایک مرد باکمال اور عزت و ثروت کے بلند ترین مقام پر فائز ہونے کے باوجود بے حد منگر المراج تھے۔ ذاتی فوائد کے احساس سے بالکل بے نیاز تھے۔ وہ جاہتے تو اپنے اہل و عیال کے لیے بڑی بڑی بلڈنگز اور جائیداد بنانے کے تھے، لیکن انہوں نے اپنے اہل و عیال کے لیے کوئی میراث نہ چھوڑی۔ وہ ماں و دولت کی چکا چوند سے بے نیاز تھے۔ وہ صرف اور صرف محنت کی عظمت پر یقین رکھتے تھے۔ انہوں نے صرف محنت اور صلاحیت کے بل بوتے پر کروڑوں روپے مالیت کے اخباری اوارے قائم کیے مگر اس محنت کا سارا اصلہ اپنے اخباری کارکنوں کو ہی لوٹا دیا۔ وہ اخباری صنعت کی پہلی شخصیت تھے۔ جس نے اخبار کی آمدن کو صرف اخبار کی تو سیعی اور کارکنوں کی خوش حالی کے لیے وقت کرنے کی مثال قائم کی۔

عناصر اللہ صحافیوں کو خوش حال دیکھنے کے مستثنی تھے، لیکن ساتھ ہی وہ ان کی استعداد اور تربیت کے معیار کو بلند کرنے کے لیے بھی سخت بے چین اور مضطرب رہتے تھے۔ ان کا موقعت یہ تھا کہ ملازمت کا تحفظ استعداد کو قربان کر کے حاصل کرنا درست نہیں، بلکہ کارکنوں کو محنت، یا قافت اور کارکردگی کی پیدا پر بہتر میਆضت اور اچھی سوتین ملنی چاہئیں۔ وہ اس بات کے خواہاں تھے کہ صحافیوں کی پیشہ ور تنظیمیں مل کر "سکول آف جرنلزم" شروع کریں، جس میں رپورٹروں اور سب ایڈیٹریوں کو پیشہ وارانہ تربیت دی جائے۔

ہر اخبار فویں شہرت کا طالب اور آرزومند ہوتا ہے لیکن عناصر اللہ اس آرزو سے بالکل بے نیاز تھے۔ انہوں نے "مشرق" کو اس شان سے نکالا کہ اخباری دنیا میں ہر طرف پہلی بھی گئی، لیکن اخبار پر اپنانام نہ دیا، اور یہ روایت اتنی سختی سے قائم کی کہ مرتبے دم تک "مشرق" میں نہ کبھی ان کی تصور چسپی، نہ نام شائع ہوا، اور نہ بیماری کی اطلاع درج ہوئی، قارئین کو مشرق کے بانی اور روح روؤں کے متعلق اس وقت پتہ چلا، جب وہ اس دنیا سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئے۔

عنایت اللہ سیاسی طبیعت کے مالک تھے، "شرق" کو دنیا نے صحفت میں بام عروج پر پہنچا کر بھی وہ مطمئن نہ تھے۔ ان کی بے چین اور مختصر بروح اس سے کچھیں زیادہ خوب سے خوب تر کی متلاشی و مستقری رہی۔ آخری عمر میں ان کی خواہش تھی کہ ایک ایسا اخبار چاری کیا جائے، جو موجودہ اخبارات کے سائز سے نصف ہو، قیمت بہت کم ہو، تصویریں زیادہ ہوں۔ خبریں اور اواریے مختصر ہوں، ان کی زبان اتنی سادہ اور عام فرم ہو کہ معمولی پڑھنے لکھنے لوگ بھی باسانی سمجھ لیں۔

عنایت اللہ نے اردو صحفت میں اس قدر متنوع قسم کی تبدیلیاں اور اتنا فہم کیے کہ مختصر طور پر ان کا احاطہ کرنا ممکن نہیں، یہاں صرف ان کی ہم عصر صحفی شخصیات کا خراج عقیدت درج کیا جا رہا ہے، جوانوں نے عنایت اللہ کے انتقال کے بعد پیش کیا۔

عنایت اللہ، نگہ بلند، سمنی دلوار، جاں پر سوز لے کر پیدا ہوئے تھے۔ آغاز میں "کوہستان" اور آخر میں "شرق"۔ ان دونوں کا رخت سفر اس سیر کاروائی کے پاس ہی تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ عنایت اللہ نے اردو اخبار نویسی کو پاکستان میں ایک نئی شاہراہ دی۔ (شورش کا شمیری)

عنایت اللہ نے لے آؤٹ اور اخبارات بنانے میں ایسا اسلوب اختیار کیا کہ اب ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اردو صحفت کا موجودہ اور کم از کم قابل کی حد تک عنایت اللہ کا سکول آف تھاٹ تھا۔ "(ابنِ الشام)"

یہ عنایت اللہ صاحب کی ذہانت اور فرست، ان کی پیش بینی اور صلاحیت کار کا اعجاز تھا کہ انہوں نے اخبار کو روایتی ڈگر سے ٹکالا اور اسے گھر کے ہر فرد کی ضرورت، مشاورت، رہنمائی، تربیت اور تفریغ کے لیے زندگی کا ایک حصہ بنانا کر پیش کیا۔ (حسن عابدی)

- عنایت اللہ اردو صحفت میں طرزِ خاص کے بانی تھے۔ (کرنل مسعود)
- اخباری دنیا میں ایڑی چوٹی تک انقلاب لانا عنایت اللہ کا اتنا بڑا کارنامہ ہے، جسے صحفت کی تاریخ میں جملی حروف سے لکھا جانا چاہیے۔ (خطیب سرور)
- امرِ واقعہ یہ ہے کہ اردو اخبارات میں آج صوری اور معنوی اعتبار سے بھتی خوبیاں

نظر آتی ہیں اور اخبار کی تیاری کا جو تنظیمی دھانچہ نشکل پا چکا ہے، اس کے پیچے عنایت اللہ جیسی عظیم شخصیت کا ذہن کار فرا ہے۔ (اقبال زیری)

عنایت اللہ نے زندگی بھر بیماری کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے اپنا نام دنیا نے صافت کے عظیم سپوتون میں ہمیشہ کے لیے ثبت کروالا۔ ۱۹۷۲ء جولائی کو صرف پہاڑ برس کی عمر میں بیماری ہی میں اس دنیا نے فانی سے رخصت ہو گئے۔ ان کے چند اقوال کو تبرک کے طور پر ہمال درج کیا جا رہا ہے جو در حقیقت آب رز سے لکھنے کے مستاضنی میں ہے۔

زندگی کی یکسانیت، روح کو بے کیف اور صلاحیتوں کو زنگ آکوں بنادیتی

= صاف سحر اباس نظری کو نہیں، دل و دماغ کو بھی مناثر کرتا ہے۔  
= کسی چیز میں نئے پن کے بغیر، دل پیا پیدا نہیں ہو سکتی۔

## مسیر خلیل الرحمن

مسیر خلیل الرحمن کے آباء اجداد کشیر سے بہرث کر کے پنجاب کے شہر گوجرانوالہ میں آباد ہوئے، ان کے دادا مسیر جان محمد ایک تاجر تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹے مسیر عبد العزیز کو تعلیم کی افادت و اہمیت کے پیش نظر حصول علم کے لیے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی بیجع دیا، حصول تعلیم کے بعد مسیر عبد العزیز نے دہلی میں ملازمت اختیار کر لی اور ان کا سارا خاندان گوجرانوالہ سے دہلی منتقل ہو گیا۔

مسیر خلیل الرحمن کو ابتدائی عمر میں والد کے انتقال کا صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ ہم بھائیوں میں سب سے بڑے تھے، اس لیے ذمہ داریوں کا تمام بوجہ ان کے کندھوں پر آکن پڑا۔ مسیر خلیل الرحمن نے اپنی عملی زندگی کا آغاز اخبار کے ہاکر سے کیا۔ اخبار کے اس تعلق کے نتیجہ میں ان کا کئی اخبارات والوں سے تعلق قائم ہو گیا۔ ان کے ساتھ قشت و برخاست کی وجہ سے انھیں بھی شوق پیدا ہوا کہ وہ بھی ایک اخبار جاری کریں۔ مناسب وسائل کی عدم دستیابی کے باوجود انہوں نے ۱۹۳۱ء میں دہلی سے شام کا اخبار ”جنگ“ کے نام سے شروع کیا۔ یہ دور جنگ عظیم دوم کا دور تھا، اخبار میں جہاں جنگی حالات کو پیش کیا جاتا، وہیں جدوجہد

## JANG GROUP OF PUBLICATIONS



Jang Lahore

جگ لارہ کمپنی ایکٹری ۱۹۸۱ء



Jang London

جگ لندن ۱۹۷۱ء



kidnappers den

Daily News

جی نیوز ۱۹۶۲ء



Akhbar-e-Jehan

اخبار جہاں کمپنی ۱۹۶۷ء



Jang Karachi

جگ کراچی آرچ ۱۵۶۱ء



Jang Rawalpindi

جگ راولپنڈی ۱۹۵۹ء



Jang Quetta

جگ کوئٹہ ۱۹۷۳ء



Mag

میگ ۱۹۸۰ء



دی نیوز ۱۹۹۱ء

آزادی کے حوالے سے قائد اعظم اور مسلم لیگ کی جدوجہد کو بھی نمایاں کرنے کی کوشش کی جاتی۔

قیام پاکستان کے بعد ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو میر غلیل الرحمن نے برنس روڈ پر ایک چھوٹا سا محکمہ کرتے پر لے کر روزنامہ "جنگ" کا آغاز کیا۔ ابتداء میں یہ شام کا اخبار تھا لیکن جلد ہی یہ صحیح کا اخبار بن گیا۔ میر غلیل الرحمن بڑے پڑ عزم، پاہست اور ہر جست صفات کے مالک تھے، انہوں نے "جنگ" کے ابتدائی دور میں مسلسل ۱۹، ۱۹، ۱۹ گھنٹے کام کیا۔ صحیح سات بجے وفتر آتے اور رات دو بجے واپس گھر جاتے۔ وہ ہر لمحہ ناممکن کو ممکن بنانے میں لگے رہے۔ وقت میں اگر خوش نویں وقت پر نہ آتا تو خود ہی ثابت کر دیا کرتے تھے، خود خبریں بناتے، پرمیں کافر نہیں میں رپورٹنگ کے لیے جاتے۔ اخبار کے متعلق تمام کام وہ خود انعام دیتے، حتیٰ کہ اپنی سیریز مک خود صاف کرتے تھے۔

میر غلیل الرحمن نے پاکستان کو لکھتے ہی اخبار نویں دیے، ان میں کالم نویں بھی ہیں، مصنفوں نگار بھی اور تجزیہ نگار بھی۔ یوں وہ نہ صرف ایک اخبار کے مالک تھے، بلکہ اپنی ذاتی میں ایک اوادہ بھی تھے، اگر صافت کو ملکت کا چوتھاستون سمجھا جاتا ہے تو میر غلیل الرحمن نے اپنی شبانہ روز صفت، لگن، خلوص اور بروبری سے اپنے آپ کو پاکستان میں اخباری دنیا کا پہلا ستون ثابت کیا۔ میر غلیل الرحمن نے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ روزنامہ جنگ کو گروپ آف پبلیکیشنز کی شکل دی۔ اس گروپ کے زیر اہتمام کراچی، لاہور، کوئٹہ اور راولپنڈی سے روزنامہ "جنگ" یہی وقت شائع ہوتا ہے۔ اس وقت یہ پاکستان کا بہ سے زیادہ چینے والا اخبار ہے، اس کے علاوہ اردو اور انگریزی زبان میں روزنامہ اور ہفتہ وار صافت میں بھی ایسے پرچوں کا اجراء کیا جو آسان صافت پر بہت نمایاں انداز میں چکر رہے ہیں۔

میر غلیل الرحمن نے دنیا نے صافت کو نئی جمتوں سے بھی متعارف کروایا۔ اردو اخبارات میں کمپیوٹر کے ذریعے کتابت (کمپیوٹنگ) کو متعارف کروانے کا سر ادا اپنی کے سر پر ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ پر، مختلف کتاب فکر اور نکتہ نظر رکھنے والے اہل علم و دانش کی تحریروں کی وسیع پیمائنے پر معیاری گٹ اپ کے ساتھ اشاعت کے لیے "جنگ پبلیشرز" کا کامیاب تجربہ کیا۔

میر غلیل الرحمن سے ان کی زندگی میں خود ان ہی کے اخبار کے معروف صحافیوں نے ایک بینل انٹرویو میں جب یہ سوال کیا کہ ان کی صحافتی زندگی کی سب سے بڑی خبر کون سی تھی اور سب سے بڑی خبر کیا تھی؟ اس کے جواب میں میر غلیل الرحمن نے کہا کہ "تیام پاکستان کا اعلان ان کی زندگی کی سب سے بڑی خبر تھی۔ اس کے مقابلے میں سب سے بڑی خبر سقوط مشرقی پاکستان کی خبر تھی۔ اس خبر نے محمد پر مسکن طاری کر دیا اور دل ڈوبنے لگا۔ یہ سانحہ اتنا بڑا ہے کہ اسے بیان کرنے کے لیے نہ اُس وقت میرے پاس الفاظ نہ تھے اور نہ اب ہیں۔"

میر غلیل الرحمن اپنی صحافتی زندگی میں نوبار آں پاکستان نیوز پریز سوسائٹی (نا) کے صدر منتخب ہوئے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں جن اخبارات و رسائل کا اجراء کیا، اس کی ایک جملک درج ذیل ہے:

- ۱۔ روزنامہ جنگ دہلی ۱۹۳۱
- ۲۔ روزنامہ جنگ کراچی ۱۹۳۷
- ۳۔ روزنامہ جنگ راولپنڈی ۱۹۵۹
- ۴۔ روزنامہ ڈیلی نیوز، کراچی ۱۹۶۲
- ۵۔ ہفت روزہ اخبار جہاں کراچی ۱۹۶۷
- ۶۔ روزنامہ جنگ، لندن ۱۹۷۱
- ۷۔ روزنامہ جنگ کوئٹہ ۱۹۷۲
- ۸۔ ہفت روزہ میگ کراچی ۱۹۸۰
- ۹۔ روزنامہ جنگ لاہور ۱۹۸۱
- ۱۰۔ روزنامہ دی نیوز انٹر نیشنل ۱۹۹۱

اس کے علاوہ ۱۹۵۰ء کے عشرے میں بچوں کے لیے "بھائی جان" کے نام سے ماہنامہ بھی جاری کیا۔

میر غلیل الرحمن کی صحافتی خدمات کا تذکرہ ان کی زندگی میں بھی ہوتا رہا لیکن جب وہ ۲۳ اور ۲۵ جنوری ۱۹۹۲ء کی دریافتی رات لندن کے بر امپیئن ہسپتال میں پھیپھڑے کے آپریشن کی وجہ سے اس جہانِ فانی سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئے، تو زندگی کے ہر شعبہ

سے والبستہ افراد نے انھیں بھرپور خراجِ عقیدت پیش کیا۔ یہاں مختصر طور پر چند اصحاب سیاست و صحافت کے تاثرات درج کیے جا رہے ہیں۔

• قائد اعظم ہمیشہ میر غلیل الرحمن کی خدمات کو سراہیتے تھے، کیونکہ روزنامہ "جنگ" نے تحریک پاکستان میں اہم اور موثر کردار ادا کیا۔ (قائد اعظم کے دریمنہ ساتھی، میاں متاز دولتان)

• میر غلیل الرحمن کا نام صحافت کے اُفق پر ہمیشہ دکتا رہے گا۔ (ڈاکٹر عبدالقدیر خان)

• میر غلیل الرحمن کا ذوقِ صحافت بہت بلند تھا۔ جنگ نے اپنے ہم عصر اخبارات کے مقابلے میں نمایاں برتری حاصل کی اور میدان مسابقت میں پیش قدی کا سلسلہ متواتر جاری رہا۔ حسن فکر اور حسن عمل، میر غلیل الرحمن کا مزاج اور فطرت تھی۔ ان خصوصیات کے ساتھ جب انسان میں انگاری کی آمیزش ہو جاتی ہے تو انسانیت شرافتوں کی نمونہ بن جاتی ہے۔ میر صاحب خوش قسمت تھے کہ انھیں یہ مرتبہ اور شرف حاصل ہوا۔ (حکیم محمد عسید)

• میر غلیل الرحمن کو اگردو اور انگریزی اخبارات کو کامیاب بنانے کا جو فن آتا تھا، وہ انھوں نے کسی شخص یا ادارے سے نہیں سیکھا تھا۔ یہ ان کی اپنی غیر معمولی ذہانت، تبرہہ اور استقامت تھی کہ انھوں نے اپنے اخبارات کو عوامی مقبولیت کی انتہائیک پہنچا دیا۔ (مولانا اسماعیل ذیرع)

• میر غلیل الرحمن نے اخبار کی صوری شکل میں جوان تقلاب برپا کیا وہ تو ظاہر ہے لیکن جو تبدیلی وہ صحافت کے کردار میں بروئے کار لائے، گھری اور دور رہ، ہیں۔ مدروں اور صاحبوں کے اداروں میں آزادی صحافت اور اخبارات و اخبار نویسوں کے تعلقات کو ہمیشہ اہمیت دی۔ (زید اے سلمی)

• میر غلیل الرحمن کا نام پاکستانی صحافت میں جلی اور سمندری لفظوں میں لکھا جائے گا۔ انھوں نے اردو صحافت میں پہلی بار جدید ترین ہیئتالوجی کو متعارف کرایا۔ انھوں نے اپنی صلاحیتوں سے اردو صحافت کو نیا معیار دیا۔ (ڈاکٹر جمیل جابی)

میر قلی الرحمن نے "جنگ کو ایسا اخبار بنادیا کہ جسے پڑھنے بغیر چین نہیں آتا اور ایک احساس رہتا ہے، "جنگ" ایک نہ ہے، تاریخ صحافت میں "جنگ" کو ایک ایسا مقام حاصل ہے کہ اس کے بغیر اردو صحافت کی تاریخ مکمل نہیں ہوتی۔ (کالم ٹکار نصر اللہ خان)

پاکستان کے سابق وزیر اعظم حسین شید سروردی نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ انسان کو حق کی صورت میں انکساری کاظماً بہرہ کرنا چاہیے اور عالم ٹکلت میں باوقار نظر آتا ہے۔ اس قول کی سبی تصویر میر قلی الرحمن تھے۔ میر صاحب کی زندگی میں کیسے کیسے لشیب و فراز آئے لیکن یہ ان کے گوار کی بلندی ہے کہ انہوں نے ہر دور کا مقابلہ پورے عزم و استقلال کے ساتھ کیا۔ بدترین صورت حال میں بہترین فحصلے کیے، کوئی بڑا اقدام کرنے سے پہلے مکمل منصوبہ بندی کی اور مطلوبہ نتائج حاصل کرنے میں کامیاب رہے۔ (ایس یعنی ہاشمی، مالک اور یمنٹ ایڈورڈ مارٹن)

اردو صحافت میں "روایت اور جدت" کو ایک ساتھ آگے بڑھانے کا سہرا میر قلی الرحمن کے سر ہے۔ انہوں نے اردو اخباروں کو نوری نستعلیق کی طباعت کا حسن عطا کیا۔ سُرت روی کو برق رختاری میں تبدیل کیا اور پاکستان کے اخبارات و جرائد کو ترقی یافتہ مالک کا ہم سفر بنادیا۔ (مولانا کوثر نیازی)

فابرہ میں اہرام کے ساتھ ایک دست شناس یہ شناسیاً ہوں کی قسمت کا عالی بتا رہا تھا، کسی نے میر قلی الرحمن سے کہا کہ آپ بھی ہاتھ دکھائیے، اور ہم بھی جانیں کہ وہ کون ہی لکیر ہے، جس نے آپ کی زندگی کو کامیابیوں اور کامرانیوں سے بمراہے۔ میر صاحب کے ساتھ تہارک و تعالیٰ نے مجھ پر جو بلے پایاں فضل و کرم کیا ہے، وہ ہاتھ کی کسی لکیر کے سکھاتے میں نہیں ڈال سکتا۔ لکیریں بھی اس نے بنائی میں اور انسان کو بھی، اور انسان کی قسمت اور ذوق کو بھی، اسے اللہ تعالیٰ کی ناٹکری سمجھتا ہوں کہ دست شناسوں کے چکر میں پڑا رہوں۔ میرے ہاتھ کی لکیریں، میرے اخبار کے ساتھی ہیں جو میرے ساتھ کام کرتے ہیں۔ خدا ان کو سلامت رکھے۔ (کالم ٹکار عبد القادر حسن)

میر قلی الرحمن نے توجا گیردار کے بیٹے تھے، نہ صنعت کار کے۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنا تاج محل بنایا۔ اس کے غالتوں بھی وہ خود تھے اور اس کے معمار بھی۔ وہ ایک

- اخبار نویس کے طور پر نصف صدی پہلے "میدان جگ" میں اترے تھے اور آخری سالیں تک اس میں دادشہاعت دیتے رہے۔ (بیب الرحمن شافعی)
- سیر ظلیل الرحمن ایک عظیم انسان، ایک عظیم صحافی، ایک لائیٹ منظم، ایک قدر دان مالک اور ایک دوراندش شخصیت تھے۔ (کالم ٹارا۔ ارشاد احمد حنفی)
  - محنت، محنت اور زیادہ محنت، سیر ظلیل الرحمن کا نصب العین تھا۔ (بھائی۔ سیر جمیل الرحمن)

### محمد صلاح الدین

محمد صلاح الدین نے ۵ جنوری ۱۹۳۵ء کو سیر ظہ شهر میں آنکھ کھولی۔ تحریک پاکستان کے دنوں میں والدین سیر ظہ سے بہلی بھیت اور وہاں سے احمد آباد منتقل ہوئے تو محمد صلاح الدین کی ابتدائی تعلیم متاثر ہوئی۔ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو ہندوستان سے پاکستان ہجرت کر کے کراچی پہنچے تو والدین کے ساتھ رپھورڈلائیں کے ایک فلیٹ میں سرچھپانے کو جگہ مل گئی۔ گھر کی کلمات کے لیے سب سے پہلے فٹ پانچ پر بھنے ہوئے چنے اور بچوں کی مشافی پہنچی فیروز کی۔ ایک سال بعد رپھورڈلائیں کے علاقوئے میں پان کی دکان کھول لی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد لارس روڈ پر ٹھار انجینئرنگ ورکشاپ میں چھماہ تک لیسہ مشین پر کام کیا۔ اس کام میں دل نہ لگا تو لارس روڈ پر ہی قرداچ گھپنی میں گھرمنی سازی فیروز کر دی۔ اسی دوران میکوڈ روڈ پر واقع جون لیمنگ گھپنی میں کچھ عرصہ ڈینٹنگ پینٹنگ اور ویلڈنگ کا کام کیا۔

محمد صلاح الدین نے مختلف قسم کی کشش ملازمتوں کے باوجود کچھ نہ کچھ وقت نکال کر اپنی ادھوری تعلیم کو مکمل کرنے کی کوشش چاری رکھی۔ ۱۹۵۰ء میں رپھورڈلائیں سے گولیمار منتقل ہوئے تو وہاں رہائش کے دوران حسینی ہائی سکول ناظم آباد میں داخلہ لے لیا۔ ایک سال بعد ایسی بے وی سکول میں چلے گئے۔ ان دنوں صوبہ سندھ میں میسر کر دس کی بجائے گیراہ جماعت کا ہوتا تھا۔ اس لیے ایک سال بجا نے کے لیے صوبہ سندھ کی بجائے صوبہ پنجاب سے میسر کر کا استعمال دیا اور فرست ڈویرن میں کامیابی حاصل کی۔ ۱۹۵۵ء میں سپریٹرینگ ائٹی ٹرینٹ کراچی میں داخلہ لیا اور یہاں وظیفہ بھی مل گیا۔

ڈارکن تیسروہ بالبازیاں نئے نئے اُن کچھ سخت خدا ہے اور ان کا کمر و فریغارت عینہ اللہ ہے (واطنا)

**دلوشیں**  
**اللہ پریح جائیں**

حصہ اسلام حقول کی تشریف کر جنہی پر

هفت روزہ گایج  
TAKBEER  
KARACHI PAKISTAN

کتب ۰۰  
۰۰ ۲۷ OCT 1994 ۴۳

**سماں مرحوم**

پر امن تبادلی کی تھام راصی مدد و دار

ملک کسی حادثے کے طرف بڑھ رہا ہے

**مسلمانوں کو جاہتِ اسلامی**

لے لے گئے تھے مسٹر سریں بھائیں  
بہت بڑا خضرہ ہے

بنتی قوم ساختیں  
شام خاتم بھائیں کا حصی اسرو

تمست، الیکٹری

**پاکستان استبل**

صیبح  
دو رکی  
لوٹ مار

- ۰۳۸ کروڑ روپے خرد برد
- ۰۰۰ اڈت سے سمل گئیں
- ۰۰۶ افسران متعطل کر دیئے کئے

**بڑیان ارجنی اسکیل**

کوئی بیوی کے مول الائٹسٹم

کوئی بیوی کے مول الائٹسٹم

کوئی بیوی کے مول الائٹسٹم

پاکستان کا سب سے زیاد شاندار نمونہ اسلامی اس سے تعلق رکھتا ہے

۱۹۵۷ء میں ایک ساتھ تین امتحانات دیے، انثر۔ سیٹی اور ادب عالم۔ سیٹی کے امتحان میں پورے کرائی میں اول پوزیشن حاصل کی۔ سیٹی کرتے ہی بحثیت استاد ایک سکول میں ملازمت مل گئی۔ چھ سال تک گورنمنٹ سکینڈری سکول کیمارٹی میں پڑھایا اور پھر سات برس تک گورنمنٹ پیپرز ٹرننگ انٹی ٹیوٹ میں خدمات انجام دیں۔

اسی عرصہ میں ۱۹۶۰ء میں اسلامیہ کالج سے بنی اے کیا۔ اس دوران گھریلو حالات نے ایسا رُخ اختیار کیا کہ گھر کے اخراجات کو چلانے کے لیے ایک وقت میں تین ملازمتیں اختیار کرنا پڑیں۔ کراچی یونیورسٹی کے شعبہ سوشیالوجی میں داخلہ لیا تو پہلے یونیورسٹی جاتے، اس کے بعد دوسر کو کیمارٹی سکول میں پڑھانے جاتے۔ گولیمار سے کیمارٹی تک سائلک کے ذریعے آنے جانے کا فاصلہ ڈرٹھ گھنٹے میں طے ہوتا تھا۔ اس پُر مشقت سلسلے کی وجہ سے بیماری نے آیا جس کی وجہ سے سوشیالوجی سالِ اول کا امتحان نہ دیا جاسکا، یوں یونیورسٹی سے تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ البتہ تبادل کے طور پر بنی ایدھ میں داخلہ لے لیا۔

۱۹۶۲ء میں پیپرز ٹرننگ انٹی ٹیوٹ میں ملازمت مل گئی۔ وہاں صبح آٹھ بجے سے دوپہر دو بجے تک پڑھاتے۔ اس کے بعد اڑھاتی بجے سے پانچ بجے تک باغ بالا سکینڈری سکول اور مسلم پاپور انٹی ٹیوٹ میں پڑھانے جاتے۔ ۱۹۶۳ء میں روزنامہ "حریت" میں نائٹ شفت میں سب اینڈیشہ کی ملازمت مل گئی، اس لیے مسلم پاپور انٹی ٹیوٹ میں پڑھا کر رات کے وقت اخبار کے دفتر چلے جاتے۔

محمد صلاح الدین جسی جناحی اور غنیٰ شخصیت نے ۱۹۶۳ء سے ۱۹۶۸ء کے چھ سالہ دور میں ایسی راتیں اکثر گزاریں کہ روزنامہ "حریت" کے دفتر نیوچالی سے پیدل برنس روڈ آ کر نماز فراوا کرتے۔ فر کے بعد جب بیس چلتا شروع ہوتیں تو گھر پہنچ کر ناشتہ کرتے۔ ناشتہ کے بعد ایک لمحہ آرام کیے بغیر پیپرز ٹرننگ انٹی ٹیوٹ چلے جاتے۔ اسی پُر مشقت دور میں تمام تصرفیات کے باوجود پرائیوریٹ طور پر ایم اے سیاسیات کا امتحان بھی پاس کر لیا۔

محمد صلاح الدین نے ۱۹۶۹ء میں سرکاری ملازمت سے استغفاری دے کر ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور کے مدیر الطاف حسین قریشی کی خواہش پر روزنامہ "جسارت" ملکان میں ملازمت

احتیار کلی۔ اس سے قبل محمد صلاح الدین ۱۹۶۳ء سے ۱۹۶۸ء کے دوران روزنامہ "حریت" کرائی اور ۱۹۶۶ء میں پانچ ماہ کے لیے روزنامہ "جنگ" کرائی میں جزو قتل کام کرچکے تھے۔ روزنامہ "جارت" میان سے دس ماہ تک والبستر ہنسے کے بعد محمد صلاح الدین ذاتی وجوہ کی بنا پر استقامت دے کر واپس کرائی آگئے۔ مئی ۱۹۶۹ء کو کرائی سے روزنامہ "جارت" کا اجراء ہوا تو اس سے والبستر ہو گئے۔ ۹ دسمبر ۱۹۷۱ء تک نیوز ایڈٹر کی حیثیت سے کام کیا جبکہ ۱۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو "جارت" کا ایڈٹر بنادیا گیا۔ محمد صلاح الدین جنوری ۱۹۸۳ء تک روزنامہ "جارت" کرائی سے والبستر ہے۔ اس عرصہ میں سیاسی حالات کے مذہبی وجہ سے کئی بار جیل گئے۔ اخبار بھی بند ہوتا رہا۔ اس پورے عرصے میں جمیع طور پر ۳۲ مقدمات کا سامنا کیا ہوا ۱۹۸۶ء دن قید کاٹی۔

محمد صلاح الدین نے روزنامہ "جارت" کرائی سے علیحدگی کے بعد ۱۹۸۳ مارچ ۲۳ء کو ہفت روزہ "تکبیر" کرائی کا اجراء کیا۔ ہفت روزہ "تکبیر" نے سیاسی اور معاشرتی موضوعات پر اپنی چاندار تحریروں اور محمد صلاح الدین کے پُرمذہ تجزیوں کی بدولت بست جلد اندروں و بیرون تک قبول عام حاصل کریا۔

محمد صلاح الدین اسلام اور پاکستان کے پیچے وقادار اور جاں شار سپاہی تھے۔ جنہوں نے اپنے قلم کے ذریعے اسلام اور نظریہ پاکستان کا بھرپور تحفظ کیا اور اسی عہد پر سرگرم عمل تھے کہ ۲۳ دسمبر ۱۹۹۳ء کو ناسیلوں مسلح افراد نے انہیں گولیوں سے چلتی کر دیا۔ اس موقع پر محمد صلاح الدین نے کلمہ طوبہ کا درود کرتے ہوئے اپنی جان، جان آخرین کے سپرد کر دی۔

محمد صلاح الدین کے اس دارفانی سے رخصت ہونے کے بعد جہاں تک کے صدر، وزیر اعظم اور دیگر مقندر شخصیات، نے انہیں آخری سالیں تک جرأت و ہست کے ساتھ اسلام اور پاکستان کا پرچم سر بلند رکھنے پر خراج تسبیح پیش کیا، وہیں ان کے ہم عصر اخبارات و رسانی اور اہل صحافت نے بھرپور انداز میں خراج عقیدت پیش کیا۔ ماہنامہ "اردو ڈا بیسٹ" لاہور نے لکھا:-

"بر صغیر کی اردو صحافت میں سب سے پہلے شید صحافی ماہنامہ "منظہ العین" ولی کے مدیر مولوی باقر علی تھے جنہوں نے انگریزوں کے دور میں ۱۸۵۷ء کو جام شہادت نوش کیا۔ اس کے بعد تحریک پاکستان کے دوران اخبار "اللہان" کے مدیر مولانا مظہر الدین نے جدوجہد

پاکستان کی پاداش میں شہادت کا رتبہ حاصل کیا اور اب تیسرے شہید صحافی ہست روزہ "نگیر" کراجی کے مدیر محمد صلاح الدین، میں جنہوں نے پاکستان کی بغاۃ کی خاطر جام شہادت نوش کیا۔

ماہنامہ "ساتھ میگزین" کراجی کے چیف ایڈٹر سید قاسم محمود نے لکھا:-

"صحافت، سبی صحافت کے پتنتے بھی اعلیٰ اصول، اب تک پوری انسانیت نے وضع کیے ہیں، محمد صلاح الدین ان کی نعمت تصویر تھے۔ صاحبِ قلم بھی، صاحبِ کوار بھی۔ ان اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے انہوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا اور صاحبِ شہادت بھی ہو گئے۔ اس لیے ان کو "شہید صحافت" سمجھا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔"

معروف کالم لکھار اور بزرگ صحافی نصر اللہ خان نے لکھا:-

"میں نے اپنے زمانے کے بڑے بڑے نذر اور بے باک صحافی دیکھے ہیں لیکن محمد صلاح الدین، صحافیوں کی فہرست میں ایک نئی وضع کا صحافی تھا۔"

متذکر صحافی اور دائیور الطاف گوہر نے محمد صلاح الدین کے متعلق لکھا:-

"ایک عاشتِ رسول ﷺ نے زندگی بھر قلم کی حُرمت کو برقرار کیا اور اللہ تعالیٰ نے اُسے وہ آجر عطا فرمایا، جو کسی خشم ہونے والا نہیں۔ وہ عمر بھر حضور ﷺ کے قدموں کے لشان ڈھونڈ لے رہا اور اخلاق کے اعلیٰ مرتبے تک پہنچ گیا۔"

ماہنامہ "سیارہ" لاہور کے مدیر نعیم صدیقی نے محمد صلاح الدین کو یوں خارجِ قصیں پیش کیا:-

"محمد صلاح الدین، دنیا نے صحافت میں یعنی قسم کا خاص ہی آدمی تھا۔ اس دورِ معاو پرست میں ابھرا جس نے صحافت کو اندیشتری اور تجارت کی طرح سے اٹھا کر ایمان و اصول کے اُس گم شدہ معیار پر پہنچا دیا جسے مولانا محمد علی جوہر اور مولانا ناظر علی خان جیسے استاذانِ صحافت نے فرم کیا تھا۔"

کراجی یونیورسٹی کے سابق و اُس چانسل اور مختارہ قومی زبان کے سابق صدر نشین ڈاکٹر جمیل جالبی نے اس طرح گواہی دی:-

"خدا کو حاضر ناظر جان کر کھتا ہوں کہ ایسا کھرا، سچا، ایماندار، با اصول اور با عمل انسان میں نے اس دور میں دوسرا نہیں دیکھا۔ میں نے انہیں ہر دور میں دیکھا، پر کھا اور اس نتیجے پر

پہنچا کہ محمد صلاح الدین ایک اچھے انسان، اچھے دوست، اور ایمان کی روشنی میں سفرِ حیات  
ٹے کرنے والے منفرد انسان تھے۔

اسلامی نظریافتی کو نسل کے سابق چیزیں جیش (رثاڑی) محمد افضل چیس نے اپنے  
تاثرات میں لکھا:-

"محمد صلاح الدین کے صافی کراذر کے سلسلہ میں ایک چیز خاص طور پر قابل ذکر ہے  
کہ وہ کوئی بات بلا تحقیق یا بغیر سند و شہود کے پیش نہیں کرتے تھے۔ وہ ایسے ایسے کتاب  
و ستاوہزی شہوت پیش کرتے تھے جس میں ان کے موقف کی صحت و صداقت میں کسی قسم  
کے شبہ کی گنجائش پاتی نہیں رہ جاتی۔"

پاکستان کے معروف قانون و ان خالد اسحاق نے محمد صلاح الدین کی زندگی کے ایک  
خاص پہلو کو اجاگر کرتے ہوئے لکھا:-

"اظہارِ حق میں محمد صلاح الدین کے قلم میں تند ہی، تیزی اور ٹرشی بہت تھی لیکن ذاتی  
رشتوں میں معاملہ اس کے اُٹھ تھا۔ وہ نہایت نرم ول اور خلیق تھے۔ مظلوم کے حق میں ہر  
لطف سب کچھ کرنے کو تیار رہتے۔ اُن کی بے حد صروفت زندگی میں ایک ضرورت مند کے  
لیے ہر وقت فرست بھی تھی اور وسائل بھی۔"

ماہنامہ "قوی ڈا مجسٹ" اور ہفت روزہ "زندگی" لاہور کے مدیر اعلیٰ مجیب الرحمن شاہی  
نے روزنامہ "جنگ" لاہور میں اپنے کالم "جلہ عام" میں محمد صلاح الدین کو ان الفاظ سے یاد  
کیا:-

"وہ ایک انسان تھے۔ ان کے تجزیوں اور سوچ کے بعض زاویوں سے بہت سوں نے  
اختلاف کیا۔ بہت سوں کو اختلاف رہا۔ ان کی کئی تحریریں ممتاز بھی کئیں۔ ان کی شدت  
پسندی پر اعتراضات ہوتے، ان کو جانبدار بھی کہا جاتا رہا لیکن جانتے والے جانتے، میں کہ وہ  
ایسی بات کہتے تھے، ان کے منہ میں نوالا نہیں ٹالا جا سکتا تھا۔ وہ دیانتداری سے سوچتے اور  
جرأت مندی سے اس کا اظہار کر دیتے۔ صلاح الدین ان کم یا ب لوگوں میں سے تھے جنہوں  
نے بستر پر جان دینے کی بجائے مجاز جنگ پر مرنے کو ترجیح دی اور بھی موت کا خوف خود پر  
سلط نہ ہونے دیا۔"

پندرہ روزہ "بیت المقدس" اسلام آباد کے میر منصور جعفر نے ان خیالات کا اظہار کیا:-

"محمد صلح الدین عزیمت و ہمت، جرأت و استقلال کا کوہ گراں تھے۔ ان کی حق گوئی مصلحت کیشی سے نا آشنا تھی۔ وہ کلمہ حق کی بے دریغ لکھا رہ تھے۔ وہ جس ممتاز حیثیت کے صافی تھے، اس ممتاز حیثیت کے داثور، سماجی کارکن، انسان دوست، مصلح و اصلاح کار اور صاحبِ خیر بھی تھے۔ وہ صرف پیدشہ و صافی نہیں بلکہ صاحبِ فکر و نظر صافی تھے۔"

روزنامہ "جنگ" کراجی نے اپنے ادارے میں لکھا:-

"محمد صلح الدین نے اپنی صافی زندگی کا ایک دور روزنامہ "جنگ" میں بھی گزارا۔ وہ ایک عرصہ تک روزنامہ "جارت" کے مدیر رہے۔ بعد ازاں اپنا ہشت روزہ "تکبیر" جاری کیا جو ان کی شہادت روز مفت کے نتیجہ میں بہت جلد ملک کے چڑائی میں ایک منفرد مقام حاصل کر گیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ محمد صلح الدین اس دور میں حق گوئی و بے باکی کا ایک بے مثال نمونہ تھے۔ اسلامی نشاۃ ثانیہ کے لیے بھی تڑپ لے کر انھوں نے متعدد اسلامی ممالک اور بلڈ مغرب کے بے شمار سفر کیے اور عالمی اسلامی تحریکوں کو گراں بھاگدی رہنمائی فراہم کی۔"

روزنامہ "نوائے وقت" لاہور نے اپنے ادارتی صفحہ پر لکھا:-

"صلح الدین بے باک صافی ہونے کے علاوہ صحیح معنوں میں سیلف میڈ انسان تھے۔ انہیں ایک بہادر اور بیباک صافی کی شہرت حاصل تھی۔"

روزنامہ "پاکستان" اسلام آباد نے اس طرح خراج عقیدت پیش کیا:-

"محمد صلح الدین برٹے جری اور کھمرے شخص تھے۔ ان کے خیالات سے کسی کو لا کھ اخلاف ہو۔ ان کی فکری دیانت اور جرأت کے سبھی قائل تھے۔ یہی وہ صحیح سمجھتے، اس کے اظہار میں مصلحت کو آڑنے نہ آنے دیتے۔ اس اعتبار سے نہایت جی دار اور جرأت مند تھے۔ اخلاف کے اظہار میں شاکنگی کا دامن کبھی باختہ سے نہ جانے دیا۔"

روزنامہ "جارت" کراجی نے "آسمانِ صفات کا مہتاب ڈوب گیا" کے عنوان سے اپنے ادارے میں لکھا:-

"جتاب محمد صلح الدین کے خیالات، نقطہ نظر، طرز فکر، پسند و ناپسند اور طرز بیان کے بارے میں جا ہے جتنی بھی آراء ہوں، یہ بات سلسلہ ہے کہ وہ ملک کے محدودے چند بلند پایہ

اور قابلِ ذکر اہل قلم میں سے تھے۔ محمد صلاح الدین نے اپنے سفرِ حیات کا آغاز صفر سے کیا تھا اور اپنی گونا گون صلاحتوں کے بل بوتے پر ناموری، مقبولیت کے بلند درجات حاصل کیے۔ یہ بات فرک نہ ہو تو کمی ہا سکتی ہے کہ صلاح الدین صاحبِ بہادر پر سیفِ میڈ انسان تھے۔

روزنامہ "خبریں" لاہور نے اپنے اداریہ میں لکھا:-

"محمد صلاح الدین ذاتی طور پر انسانی نفیس، مستواضع اور مسکر المزاج انسان تھے۔ ان سے اختلاف کیا جاسکتا تھا لیکن ان کا طریقہ عمل اور اندازِ گفتگو ایسا تھا کہ ان کی عزت کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔"

روزنامہ "عوام" کراچی نے اپنے اداریہ میں ان جذبات کا اظہار کیا:-

"محمد صلاح الدین بلاشبہ ایک تاریخ ساز شخصیت تھے۔ ان کی اصول پسندی تاریخ میں ستری حروف میں لکھی جائے گی۔ انھوں نے اس دور پر اشتبہ میں بھی شرید داؤ اور شکلات کے باوجود حق اور بیکو اپنا شمار بنائے رکھا اور کبھی اس اصول پر کوئی سودے بازی نہیں کی۔ وہ بلاشبہ ایک بہادر اور جرأت مند صحافی تھے اور انھوں نے ہر دور میں اپنی بہادری کا ثبوت دیا۔ پوری صحافی برادری اُن کا احترام کرتی تھی۔"

روزنامہ "آغاز" کراچی نے اپنے اداریہ میں لکھا:-

"محمد صلاح الدین کی موت، دنیا نے صحافت کے لیے ایک عظیم نقصان ہے اور ان کی غیر موجودگی سے پیدا ہونے والا خلاء کسی طرح پر نہیں ہو سکتا۔"

باب: نجم

## تحریکِ پاکستان میں مسلم صحافت کا کردار

تحریکِ پاکستان کے متعدد کہما جاتا ہے کہ یہ اُسی روز فضروع ہو گئی تھی جب نوجوان سپر سالار محمد بن قاسم نے ایک مسلمان عورت کی پکار پر اس کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لیے راجہ داہر کو سبین سکھانے کے لیے سندھ کی سر زمین پر قدم رکھا تھا۔ محمد بن قاسم کے اخلاق و کردار نے سندھ کے غیر مسلم عوام کو اتنا متاثر کیا کہ ان کی بہت بڑی تعداد نے اسلام قبول کر لیا۔ قبل اسلام کا یہ سلسلہ بزرگان و ملکی تبلیغ و نصیحت کے ذریعے بدیریج پورے ہندوستان میں پھیلتا چلا گیا۔ بعد کے ادوار میں مختلف مسلمان سپر سالاروں نے ہندوستان پر یلغار کی اور اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ حکومت کے قیام سے مسلمانوں کو ہندوستان کی دیگر تسام اقوام پر سیاسی برتری حاصل ہو گئی۔ مغلیہ دور حکومت میں ہندوستان نے مثالی ترقی کی۔ غیر مسلم اقوام سے بھی برابری کا سلوک روا رکھا گیا۔ جب مغلیہ سلطنت زوال کا ہٹکا ہوئی تو ہزاروں میل دور سے تجارت کی غرض سے آنے والی انگریز قوم نے بدیریج ہندوستان کے اقتدار پر قبضہ جایا تو انہوں نے مسلمانوں کو اپنا حریف اور ہندوؤں کو علیت پایا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام لطف و کرم ہندوؤں پر ہوا اور تمام ترقہ و عصب کا نشانہ مسلمان بنے۔

مسلمان جنہوں نے ایک ہزار سال تک یہ صنیف پر صکرانی کی تھی۔ اس نگات خوردہ قوم کی راکھ میں ابھی کھمیں نہ کھمیں چھٹاریاں موجود تھیں جو شعلہ بننے کے لیے بے تاب تھیں۔ سید احمد شید اور شاہ اسماعیل شید نے ہندوستان کو انگریزوں کی علیمی سے نجات دلانے کے لیے تحریکِ مجاہدین کا آغاز کیا لیکن بالا کوٹ کے مقام پر سکھوں کی یلغار اور اپنوں کی بے وقاری نے اس تحریک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ آزادی کی اس جدوجہد میں سید احمد شید اور شاہ اسماعیل شید نے اپنی جانوں کا نذر انہی پیش کیا جبکہ ہزاروں جاں شمار بھی شہادت کے مرتبہ بلند سے سرفراز ہوئے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں جسے انگریز خدر کے نام سے موسوم کرتے تھے، کے بعد انہوں نے مسلمانوں پر عرصہ حیات شنگ کر دیا۔ مسلمانوں کے

بیے سرکاری ملازمتیں اور رنگی کے ہر میدان میں آگے بڑھنے کے راستے مدد و کردی ہے گے۔ جس کے نتیجے میں مسلمانوں کا بہت بڑا طبقہ حوصلہ و ہمت ہار پیدھا لیکن انگریز حکمرانوں کے خلاف فترت ان کے دلوں میں موجود تھی۔ اس لیے انھوں نے انگریز حکومت سے ہر موقع پر عدم تعاون کا مظاہرہ کیا۔ ایسے میں ہندو پہلے ہی تاک میں تھے، انھوں نے اپنی رول اسی عیاری و چالاکی سے انگریزوں سے ہر ممکنہ مراغات حاصل کرنا شروع کر دیں۔ جس کے نتیجے میں مسلمان انگریزوں کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کے باگزار بنتے چلے گئے۔

ان حالات میں سر سید احمد خاں مصلح قوم بن کر اٹھے۔ انھوں نے مسلمانان ہند کی بغا کے لیے ایک نیا انداز فلک اپنایا۔ انھوں نے رسالہ اسباب بغاوت ہند کھد کر کمال حکمت کے ساتھ انگریزوں کو باور کرایا کہ ۱۸۵۷ء کے واقعات میں صرف مسلمانوں ہی نے نہیں بلکہ ہندوؤں نے بھی حصہ لیا تھا اور ان واقعات میں انگریزوں کی غلط حکومتی پالیسیوں کا بھی عمل دھل تھا۔ سر سید احمد خاں نے "لائل محمد نز آٹ انڈیا" میں ایسے مسلمانوں کا تذکرہ کیا، جنھوں نے انقلاب کے دوران انگریزوں کی ول و جان سے مدد کی تھی۔ ان کوششوں کے نتیجہ میں انگریزوں کی مسلم دشمنی میں قدر رے کمی واقع ہوئی اور مسلمانوں کو بھی آگے بڑھنے کے لیے مدد و پیمانے پر میدان کار میا ہوا۔

بر صغیر میں صحفت کا آغاز ۱۸۷۰ء میں جیزہ بکی کے اخبار ہیکی گزٹ سے ہوا تھا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے بے شمار اخبارات و رسائل کا اجراء ہوا۔ مسلمان بینی معاشری و معاشرتی پسanzaںگی اور دراندگی کی وجہ سے نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک وادی صحفت میں قدم نہ رکھ سکے۔ بر صغیر میں صحفت کے آغاز سے تقریباً ساٹھ سال بعد مسلمانوں نے عملی صحفت میں حضور یعنی کا سوچا۔ سب سے پہلے مولوی سراج الدین نے فوری ۱۸۳۱ء کو گلکتہ سے "آئینہ سکندر" جاری کیا۔ اس کے بعد مسلمان اہل قلم بذریع صحفت سے وابستہ ہوتے چلے گئے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے قبل پہلاں سے زیادہ اخبارات و رسائل کے مدیر اور مالکان مسلمان تھے۔

جنگ آزادی کے صرف دو سال بعد ۱۸۵۹ء میں مدراس سے "شمس الاخبار" جاری ہوا۔ اس اخبار نے ۱۸۷۸ء میں روم اور روس میں ہونے والی جنگ کے موقع پر مسلمانان ہند کو ٹرکی کی امداد کی ترغیب دی۔ ہندوستان سے ترکی بھیجنی جانے والی امداد میں اس اخبار کی

کو شہوں کا نمایاں دظل تھا۔ اسی خدمت کے صدر میں ترکی کے سلطان عبدالحیم خاں ثانی نے اس اخبار کو "تغہ مجید یہ" سے نوازا۔ ۱۸۶۰ء میں "شلد طور" کے نام سے اخبار جاری ہوا، اس میں معاشرتی اور سیاسی واقعات کو نمایاں جگہ دی جاتی تھی۔ ۱۸۵۷ء کے واقعات میں ملوث افراد پر چلائے جانے والے مقدمات کی تفصیل دی جاتی تھی۔ حکومت کے انتظامی سماں میں پرستی کی جاتی تھی۔ ۱۸۶۰ء ہی میں "خیر خواہ علت" فیروز ہوا۔ یہ حکومت کی حکمت عملیوں پر تنقید کرتا تھا۔ اس لیے حکومت نے اس کی اشاعت منوع قرار دے دی۔

۱۸۶۱ء میں ملکی عبدالحیم کی زیر ادارت سیرٹھ سے "اخبار عالم" کا آغاز ہوا۔ اس میں ملکی و غیر ملکی خبریں نظر میں اور مقتضائی خبریں نظم میں چھپتی تھیں۔ تحریک آزادی کے لیے جدوجہد کرنے والوں کی خبریں نمایاں انداز میں شائع کرتا تھا۔ اسی سال آگرہ سے "اخبار عالم" تاب "تلک" جس میں عام ملکی و غیر ملکی خبروں کے علاوہ محلیہ سلطنت کے آخری فرماز و بہادر شاہ ظفر کی روزمرہ مصروفیات کا تذکرہ بھی ہوتا تھا۔ ۱۸۶۲ء میں سیرٹھ سے اسماعیل خاں نے "لارنس گزٹ" جاری کیا۔ مسلمانوں کے حقوق کے لیے اس کی تحریریں بڑی جانب اڑ ہوئی تھیں۔ ۱۸۶۵ء میں لکھنؤ سے "کارنار" تلک، اس میں انگریز حکومت کی سیاسی حکمت عملیوں پر وقایۃ مقاصد تنقید کی جاتی تھی۔ اس سے اگلے سال ۱۹۶۶ء میں سید فخر الدین نے دہلی سے "اکمل الاخبار" جاری کیا۔ بے باک اور نذر اخبار تھا۔ بھی بات لکھنے سے کبھی نہ چکتا۔ حکومت کے فیصلوں اور نظم و نسخ کی خرابیوں پر کھلے عام نکتہ چینی کرتا تھا۔

تحریک پاکستان کی فکری بنیادوں استوار کرنے کے لیے محسن قوم سید احمد خاں نے ادب و بحافت کے ذریعے تاریخ ساز خدمات انجام دیں۔ سر سید احمد خاں نے ۲۰ مارچ ۱۸۶۶ء کو اخبار سائنسیک سوسائٹی کا اجرا کیا۔ یہ ہفت روزہ اخبار، جلد ہی سر روزہ ہو گیا۔ اس کا ایک کالم انگریزی میں اور دوسری اردو میں ہوتا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ انگریزی مصنایف کے ذریعے مسلمانوں کو اہل ہندوستان کے سائل سے آگاہ کیا جائے۔ اردو مصنایف کے ذریعے مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنا اور حکومت کی کارگزاریوں سے آگاہ کیا جاتا تھا۔ حکومت اور حکام کے نزدیک یہ تعلیم یافتہ مسلمانوں کے خیالات کا ترجمان تھا۔ سر سید احمد خاں نے مسلمانوں کی دینی و اخلاقی تعلیم کے لیے بخلہ "تمذیب الاعلان" بھی جاری کیا۔ اس کے مطالعہ سے مسلمانوں میں جدید علوم سے شفقت پیدا ہوا، مسلمان اپنے ماضی سے آگاہ

ہوتے، ترقی کا جذبہ پیدا ہوا، اپنی مدد آپ اور اعتماد کا احساس پیدا ہوا۔ بحیثیت مجموعی "تمذیب الاخلاق" نے مسلمانوں میں الہی شور اور سیاسی بیداری پیدا کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

۱۸۲۸ء میں بوستان علی نے "آگرہ اخبار" نکالا۔ اس کا بنیادی مقصد مسلمانوں کو آزادی کے حصول کے لیے تیار کرنا تھا۔ یہ دوسرے اخبارات کے آزادانہ اور بے باک مصنایں نقل کرتا تھا اور حکومت پر بے خوفی سے تنقید کرتا تھا۔ والی رامپور نواب کلب علی خاں کے ایام پر ۱۸۲۲ء میں "دید پہ سکندری" جاری ہوا، اس میں زیادہ تر غیر ملکی خبریں ہوتی تھیں۔ ملکی مسائل پر حکومت کی غلط کاریوں اور اقتصادی لوث کھسٹ کے احوال درج کیا کرتا تھا۔ کانپرے سے "نور الانوار" شروع ہوا جو سریبد احمد خاں کے خیالات کارڈ کیا کرتا، البتہ مسلمانوں کی ملکوی و نسلیل پر اس کا انگریز حکومت کے خلاف روئہ جارحانہ تھا۔ اسی قسم کا اخبار "مشور محمدی" بلگور سے منشی محمد قاسم نے ۱۸۲۴ء میں نکالا۔ رد عبشاًیت کے علاوہ انگریز حکمرانوں کے مذموم ہمیشندوں کو بے باکی کے ساتھ شائع کرتا تھا۔ مسلمانوں کی ملکوی و زبوبوں حالی کا بطور خاص تذکرہ کیا کرتا تھا۔ "ناصر الاخبار" بھی عیسائی مشتری اور لوں کی خلافت کے ساتھ ساتھ انگریز حکومت پر سخت نکتہ چینی کرتا تھا اور تحریک آزادی کے حق میں آواز بلند کرتا تھا۔ ریاض خیر آبادی نے "ریاض الاخبار" شروع کیا، جس میں علمی و ادبی تحریریوں کے علاوہ حکومت کے انتظامی امور پر تنقیدی تبصرے بھی شامل ہوتے تھے۔ بلگور سے "حافظ بلگور" ۱۸۲۷ء میں شروع ہوا۔ قومی ہمدردی اور حب الوطنی اس کے نمایاں شواز تھے۔ اسی سال لکھتو ہے "مراہ الحند" جاری ہوا جو انگریزوں کی اقتصادی اور انتظامی بد عنوانیوں پر سخت تنقید کیا کرتا تھا۔ الہ آباد سے سراج الدین خاں نے "قیصر الاخبار" جاری کیا۔ اس میں زیادہ تر غیر ملکی خبریں جگہ پاتی تھیں، البتہ ملک کے سیاسی حالات پر تنقیدی مصنایں شائع کیے جاتے تھے۔ الہ آباد ہی سے محمد کبیر الحق نے "حسن الاخبار" نکالا۔ اس میں اسلامی ممالک کی خبریں زیادہ ہوتی تھیں۔ تحریک آزادی کے لیے اس میں تحریریں نمایاں انداز میں شائع کی جاتی تھیں۔

## بیسویں صدی کا آغاز:

بیسویں صدی کے آغاز میں، مولوی الشام اللہ خاں نے لاہور سے ۱۹۰۲ء میں اخبار "وطن" شروع کیا۔ اس میں مختلف قومی اور ملکی مسائل پر مصنایں، ادارے اور خبریں شائع ہوتی تھیں اور سیاسی صورت حال پر بھی لکھتا تھا۔ اس سے اگلے سال ۱۹۰۳ء میں مولانا حسرت موبانی نے علی گڑھ سے "اردوئے محلی" جاری کیا جس میں علمی و ادبی مصنایں کے علاوہ سیاسی حالات پر بھی تحریریں ہوتی تھیں۔ ان سیاسی تحرروں میں انگریزوں کے خلاف نفرت اور جدوجہد آزادی کو نمایاں کیا جاتا تھا۔ حسرت موبانی نے ۱۹۲۲ء کو احمد آباد میں سلم لیگ کے اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے مکمل آزادی اور ہندوستان کی مساوازی حکومت کا مطالبہ کیا اردوئے محلی ہر موقع پر تحریک پاکستان کا ترجمان اور ہر اول دست رہا۔

جنون ۱۹۰۳ء کو مولانا سراج الدین نے لاہور سے "زیندار" کے نام سے اخبار چاری کیا جوان کی وفات کے بعد مولانا ظفر علی خاں نے جنوری ۱۹۱۰ء کو گرم آباد سے دوبارہ شروع کیا۔ ایک سال بعد وہ چوبدری شہاب الدین کے مشورہ پر اسے لاہور لے آئے۔ اس طرح ہفت روزہ زیندار حکم میں ۱۹۱۱ء سے لاہور سے لٹکنے لگا۔ لاہور آتے ہی اس کارنگ ڈنگ بدل گیا۔ جنگ طرابلس شروع ہوتے ہی "زیندار" روزنامہ ہو گیا۔ "زیندار" کو مسلمانوں کی سیاسی رہنمائی کا شرف حاصل ہوا۔ جنگ طرابلس، جنگ بلوچان، تحریک خلافت، تحریک موالات، شدی، مسجد کانپور، کشیر کی تحریک آزادی، مسجد شید کن اور تحریک پاکستان میں اس نے نمایاں کردار ادا کیا۔ زیندار نے کھلے عام آزادی فکر، آزادی زبان و بیان اور آزادی تحریر کے لیے پچاس سال تک جدوجہد چاری رکھی۔ "زیندار" اپنی زندگی میں بے شمار ثیب و فراز سے گزارا۔ مارچ ۱۹۱۲ء سے لے کر ۱۹۵۲ء تک حق گوئی و بے باکی کے جرم میں اٹھا رہا۔ مرتبہ حکومت نے ضبط کیا۔

۱۳ جنوری ۱۹۱۱ء کو مولانا محمد علی جوہر نے لٹکتے سے کامریڈ کے نام سے انگریزی اخبار چاری کیا۔ جدوجہد آزادی میں یہ سنگ میں کی جیثیت رکھتا ہے۔ اس نے قدیم صحفی طور طریقوں کو چھوڑ کر منفرد راستہ اختیار کیا۔ اس کے نتیجے میں ایک طرف محمد علی جوہر کی بے

مثال انشا پردازی اور حق گوئی و بے باکی نے انگریز حکام کو چوتھا دیا، دوسری جانب مسلمان قوم کو جری و دلیر قائد مل گیا۔ تنسیع بیگانہ کے بعد ۱۲ ستمبر ۱۹۱۲ء تک کامریڈ "گلکتہ سے لھٹا رہا، اس کے بعد نے دارالحکومت دہلی سے ۱۳ اکتوبر ۱۹۱۲ء کو دوبارہ جاری ہوا۔ اس دور میں انگریز حکمرانوں اور غیر مسلم انگریزی دان طبقے کو مسلمانوں کے نقطہ نظر سے آگاہ کرنے کے لیے کامریڈ نے تاریخی کردار ادا کیا۔ مسلم عوام کی ترجیحی کے لیے اس نے گراں قدر خدمات انجام دیں۔

۱۹۱۳ء میں مولانا محمد علی جوہر نے اردو زبان میں روزنامہ "ہمدرد" لکھنے کا پروگرام بنایا۔ مختلف مراحل سے گزر کر یکم جون ۱۹۱۳ء سے ہمدرد لغت ملائیکہ کے آٹھ صفحات پر شروع ہوا۔ ہمدرد کی حیثیت سیاسی اخباری کی نہیں تھی بلکہ اس میں علی وادی مصنایں بھی باقاعدگی سے شائع ہوتے تھے۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد ایک قابل اعتراض مصنون پر حکومت نے "ہمدرد" کو بند کر دیا۔ پندرہ سال بند رہنے کے بعد ۲۱ مئی ۱۹۲۹ء کو دوبارہ شروع ہوا لیکن نامساعد حالات کی وجہ سے ۱۹۳۰ء کو بند ہو گیا۔ ہمدرد کی تحریروں میں امت مسلمہ کی زبoul حالی کا تذکرہ ملتا تھا اس زبoul حالی کو دوڑ کرنے کا عزم و جذبہ بھی ملتا تھا۔

۱۹۱۲ء میں گلکتہ سے مولانا ابوالکلام آزاد نے "الملال" جاری کیا۔ جو مسلمانان ہند کی مذہبی اور سیاسی زندگی کا اہم سوڑتباہت ہوا۔ یہ مسلمانوں میں دینی اقدار کو فروغ دینے والا پڑھتا تھا۔ "الملال" نے مسلمانوں میں جذبہ حریت و فکر برپا کرنے کے لیے عظیم کارنامہ انجام دیا، وہ تاریخ کا اہم حصہ بن چکا ہے۔ ۱۹۱۳ء کی جنگ کے دوران "الملال" سے دس ہزار روپے کی مصانت طلب کی گئی، جسے داخل نہ کرنے پر اخبار بند ہو گیا۔ ۱۹۲۷ء میں مولانا ابوالکلام آزاد نے اسے دوبارہ شروع کیا لیکن جلد ہی بند ہو گیا۔ اس دوران "البلاغ" کے نام سے پرچہ نکالہ، جس میں سیاست کے مقابلے میں مذہبی سائل و احکام کو نمایاں جگہ دی گئی۔ "البلاغ" بند ہونے کے بعد ابوالکلام آزاد نے گلکتہ سے "پیغام" کے نام سے اخبار نکالا۔ اس اخبار نے ترک موالات اور تحریک خلافت میں بھرپور حصہ لیا۔ اسی دور میں واحد یار خان نے نئی روشنی جاری کیا، جسے ابوالکلام نے بے حد سرارہا۔

۱۹۱۹ء میں سید حبیب نے لاہور سے روزنامہ "سیاست" جاری کیا۔ وہ اس سے قبل گلکتہ سے "ترذی" "زبر" اور "تفاقش" کے نام سے اخبارات نکال چکے تھے۔ روزنامہ

"سیاست" نے تحریک خلافت، تحریک موالات، تحریک کشیر اور مسجد شید گنج کی تحریک میں نمایاں حصہ لیا۔ مصائب اور خبروں کے ذریعے مسلمانوں کے موقف کو حکام کمک پہنچایا۔ انگریز کے پروردہ طبقے سے ان کی قلی جنگ یادگار معرکہ ہے جس کے نتیجہ میں ان سے سات ہزار روپے کی صافت طلب کی گئی، جس کی عدم ادائیگی پر اخبار بند ہو گیا۔

۱۹۲۷ء کو غلام رسول مہر اور عبدالمجید سکھر ... میں لاہور سے "انقلاب" کے نام سے روزنامہ چاری کیا۔ یہ دراصل "زیندار" کے بطن سے نکلا تھا۔ اس نے اپنے صدر، مراج اور عزم کے لحاظ سے "زیندار" سے مانع تھا۔ سالک، مہر، میکش اور چراغ حسن حضرت اس کے نمایاں لکھنے والے تھے۔ کشیری مسلمانوں کے حقوق کے لیے "انقلاب" نے آواز بلند کی تو اسے بند کر دیا گیا۔ بندش کے دوران "ادارہ انقلاب" کے تحت "کشیری مسلمان" کے نام سے ہفت روزہ اخبار کھانا۔ یہ بند ہوا تو "مظلوم کشیر" کے نام سے ایک اور اخبار چاری کیا، یہ بھی بند ہو گیا تو "مکتب کشیر" کے نام سے اشتیار چاہیے۔ جب "انقلاب" کو دوبارہ چاری کرنے کی اجازت ملی تو اس نے اپنی سابقہ حریت پسندانہ روشنی جاری رکھی۔ "انقلاب" کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے علامہ اقبال سے بھی پہلے مسلمانوں کے لیے الگ وطن کا مطالبہ کیا۔

۱۹۳۳ء میں لاہور سے روزنامہ "احسان" شروع ہوا۔ اسے علامہ اقبال، مولانا مرتضی میکش، باری علیگ اور چراغ حسن حضرت کا تعاون حاصل تھا۔ اس اخبار کو دو بڑی تحریکوں نے مقبول بنایا۔ پہلی مجلس احرار کی تحریک جو قادیانیوں کے خلاف شروع ہوئی تھی اور دوسری مسجد شید گنج کی واگردانی کی تحریک تھی۔ "احسان" نے پنجاب میں مطالبہ پاکستان کی راہ ہموار کرنے میں بھی نمایاں کردار ادا کیا۔ یہ پہلا مسلمان اخبار تھا، جس نے بروقت خبروں کے حصول کے لیے ملکی پرنٹر کی خدمات حاصل کیں۔ "احسان" میں مرتضی میکش کے اداروں نے مسلمانوں میں سیاسی شعور بیدار کرنے میں مثالی کردار ادا کیا۔

۱۹۳۴ء ہی میں مولانا مرتضی میکش، چراغ حسن حضرت اور باری علیگ نے روزنامہ "احسان" کے ماکان سے ذاتی اختلافات کی وجہ سے علیحدگی اختیار کر کے روزنامہ "شباز" جاری کیا۔ یہ کارکن صحافیوں کا اخبار تھا۔ اس نے نئے جوش جذبے اور تازہ ولنوں کے ساتھ پنجاب کے صحفی و سیاسی میدان میں اپنا لہذا سنوایا۔ تحریک پاکستان کو کامیابی کی منزل سے

ہمکار کرنے کے لیے "شہزاد" نے نمایاں کردار ادا کیا۔ قیام پاکستان کے بعد "شہزاد" لاہور سے پشاور منتقل ہو گیا۔

۱۹۳۸ء میں مسلم لیگ نے ہندو اخبارات و رسائل کے متعصبا نہ اور معاندانہ رویے کے پیش تظر ہفت روزہ "مشور" دہلی سے جاری کیا۔ اس کے ایڈٹر سید حسن ریاض تھے، جو اس سے پہلے "ہمدرد"، "ہست" اور "ہدم" دہلی سے والبرتہ پکے تھے۔ ہفت روزہ "مشور" بعد میں روزنامہ بن گیا، اور اس نے آں انڈیا مسلم لیگ کے موقف کی بھرپور ترجمانی کی۔ "مشور" نے کانگریس اور ہندو اخبارات کے پروپرگنڈے کے اثرات کو زائل کر کے مسلمانان ہند میں سیاسی شعور بیدار کیا، اور انھیں مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر جمع کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

### فیصلہ کن دور (۱۹۳۰ء تا ۱۹۳۲ء)

۲۲ مارچ ۱۹۳۰ء کو لاہور کے منٹو پارک میں آں انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کے موقع پر قرارداد لاہور کی مظہوری کے بعد تحریک پاکستان کی جدوجہد فیصلہ کن دور میں داخل ہو گئی۔ اس دوران جن اخبارات نے لبپی اشاعت کا آغاز کیا اور تحریک آزادی میں بے مثال کردار ادا کیا، اس کا مختصر تذکرہ پیش کیا جا رہا ہے۔

۲۱ مارچ ۱۹۳۰ء کو آں انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کے پہلے روز حمید نظامی نے "نوازے وقت" کے نام سے پندرہ روزہ اخبار جاری کیا۔ ۱۵ نومبر ۱۹۳۲ء کو اسے ہفت روزہ بنادیا گیا۔ بعد ازاں فائدہ عظم کی خواہش پر ۲۲ جولائی ۱۹۳۲ء کو اسے روزنامہ کر دیا گیا۔ "نوازے وقت" گزشتہ نصف صدی سے باقاعدگی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ تحریک پاکستان کے دوران اس اخبار نے غالباً پاکستان سے معركہ آرائی کی۔ سیاسی طالع آنمازوں سے مکملی اور پنجاب کے چاگیرداروں کا غرور خاک میں ملا دیا۔ حمید نظامی کے دور میں "نوازے وقت" فیصل آباد سے بھی شائع ہوتا تھا۔ ان دونوں نوازے وقت، لاہور، کے علاوہ کراچی، راولپنڈی اور ملتان سے بھی شائع ہوتا ہے۔ اوارہ نوازے وقت کے تحت اب انگریزی روزنامہ "دی نیشن" ہفت روزہ فیملی سیگزین اور بچوں کے لیے ماہنامہ "چھول" بھی چھپتا ہے۔

۱۹۳۰ء میں دہلی سے سیر خلیل الرحمن کی زیر اوارت روزنامہ "جنگ" کا آغاز ہوا۔

فروع میں یہ اخبار شام کو شائع ہوتا تھا، بعد میں صحیح کو نہ لکھنے لگا۔ اسی دورانِ روزنامہ "انجام" دہلی عمر فاروقی نے چاری کیا۔ دونوں اخبارات تحریک پاکستان کے حامی تھے۔ قیام پاکستان کے بعد دونوں اخبارات "جنگ" اور "انجام" کراچی آگئے۔ "انجام" نام ساعد حالات سے دوچار ہو کر چھیدیش کے لیے اپنے انعام کو پہنچ گیا۔ جبکہ روزنامہ جنگ نصف صدی بعد بھی اپنے جواں عزم چیفت ایڈٹریٹر میر غکیل الرحمن کی غیر معمولی استثنائی صلاحیتوں کی بدولت دن دُنی رات چو گئی ترقی کر رہا ہے۔ روزنامہ جنگ ان دونوں کراچی کے علاوہ کوشش، لاہور اور راولپنڈی سے بھی شائع ہوتا ہے جبکہ جنگ انسٹر نیشنل لندن، انگریزی اخبار "وی نیوز" لاہور، راولپنڈی اور کراچی کے علاوہ نیویارک سے بھی شائع ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں "ستار" اور ہفت روزہ "اخبار جماں" کراچی بھی جنگ پبلیکیشنز کی ملکیت ہیں۔

۱۹۳۴ء میں دہلی سے انگریزی روزنامہ "ڈان" کا اجرا ہوا۔ اس کی ملکیت ایک ٹرست کے سپرد تھی۔ جس کے ممبرینگ ٹرستی قائد اعظم محمد علی جناح تھے۔ اس زمانے میں انگریزی زبان کے سینٹر مسلمان صحافی نہ ہونے کے برابر تھے، اس لیے روزنامہ "سٹار آف انڈیا" کے سابق ایڈٹر پوچن جوزف کو "ڈان" کا پہلا ایڈٹر مقرر کیا گیا۔ ۱۹۳۵ء میں قائد اعظم نے الطافت حسین کو اس کی ادارت سپرد کی۔ ڈان نے تحریک پاکستان میں مسلم لیگ کی بھرپور ترجیحی کی۔ جب پنجاب میں مسلم لیگ نے خضر و زارت کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک چلانی تو خضر و زارت نے پنجاب کے تمام اخبارات پر سنسنگا دیا۔ اُن دونوں "ڈان" ہی وہ ذریعہ تھا جس سے پورے ہندوستان میں سول نافرمانی کی خبریں پہنچتی تھیں۔ خضر و زارت نے اس کا پنجاب میں داخلہ بند کر دیا لیکن اس کے باوجود ہر روز اس کی ہزاروں کا بیان پنجاب آ جاتیں اور ہاتھوں پاتھ فروخت ہو جاتیں۔ ۷۔ ۱۹۳۶ء میں فسادات کے دوران ہندوؤں نے "ڈان" کے دفتر اور پریس دونوں کو نذر آئش کر دیا۔ اس پر "ڈان" کو دہلی سے کراچی منتقل کر دیا گیا۔ ان دونوں "ڈان" پاکستان پرلے پبلیکیشنز کے زیر اہتمام چھپتا ہے جس کے تحت کئی اور اردو لائلش اخبارات و رسائل بھی شائع ہوتے ہیں۔

۱۹۳۶ء میں گلکتہ سے روزنامہ "مارنگ نیوز" فروع ہوا۔ قیام پاکستان کے بعد یہ اخبار ۱۹۳۹ء میں ڈھاکہ (مشرقی پاکستان) منتقل ہو گیا۔ ۱۲۔ ۱۱۔ ۱۹۵۳ء کو "مارنگ نیوز" ڈھاکہ کے علاوہ کراچی سے بھی شائع ہونے لگا۔ ۱۔ ۱۹۷۸ء کو سانحہ مشرقی پاکستان کے بعد اب

صرف کر اجی سے شائع ہوتا ہے۔ تحریک پاکستان کے دوران مسلم لیگ کا بے باک ترجمان تھا۔

قیام پاکستان سے چھ ماہ قبل ۲۳ فروری ۱۹۴۷ء کو قائد اعظم محمد علی جناح کی پدائش پر لاہور سے "پاکستان مائنر" جاری کیا گیا۔ اس وقت پنجاب کے مسلمان شہری آزادیوں کے حصول کے لیے سول نافرمانی کی تحریک چلا رہے تھے۔ اس کے اجراء کا بنیادی مقصد پنجاب میں مسلمانوں کے حقوق و مفادات کا تحفظ کرنا تھا۔ "پاکستان مائنر" نے اپنے ابتدائی دور میں مسلم لیگ کی ترجیحی کے فرائض برٹی بے باک کے ساتھ انجام دیے۔ اس کے پہلے ایڈٹر شر "ڈسمنڈ لیگ" تھے، ان کے بعد فیض احمد فیض متبر ہوئے۔ ۱۹۵۹ء میں مارشل لالہ آرٹیٹی نس کے ذریعے حکومت نے اسے اپنے انتظام میں لے لیا۔ ۱۹۵۹ء کے بعد پاکستان مائنر کا راولپنڈی ایڈٹر بھی شائع ہونے لگا۔ انگریزی اخبارات میں اسے ایک معیاری اخبار قرار دیا جا سکتا ہے۔

یہ وہ اخبارات و رسائل ہیں، جنہوں نے آگے بڑھ کر تحریک پاکستان کی جدوجہد میں بھرپور حصہ لیا، اور مسلمانان ہند کو خواب غلبت سے بیدار کرنے کا فرض ادا کیا۔ جبکہ خواجہ ظفر ناظمی کی تحقیق کے مطابق بر صغیر میں تحریک پاکستان کی جدوجہد میں جن اخبارات و رسائل نے کسی بھی طرح حصہ لیا، ان کی تعداد ۱۳۱ ہے۔ ان اخبارات و رسائل کے نام "مدیران اور جماں جماں سے شائع ہوتے رہے، اس کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱۔ ہفت روزہ "آزاد"، بھگالی زبان میں اسے چہہ دری کی زیر ادارت گلکتہ سے چاری ہوا۔

۲۔ ہفت روزہ "اتحاد" اردو زبان میں گلکتہ سے شروع ہوا۔ اس کے ایڈٹر نجم المدنی تھے۔

۳۔ ہفت روزہ "لماں" بھگالی زبان میں ۳۲ شوکت لین ڈھاکہ سے شروع ہوا۔

۴۔ ماہنامہ "اورینٹل ابزرور" انگریزی زبان میں اسے۔ رحمت اللہ کی ادارت میں گلکتہ سے چاری ہوا۔

۵۔ ہفت روزہ "جہاد" اردو زبان میں گلکتہ سے واٹی اسے توفیق نے کھالا۔

۶۔ ہفت روزہ "سپوکس مین" انگریزی زبان میں ڈاکٹر سید جیلانی نے گلکتہ سے

- شروع کیا۔
- ۷۔ روزنامہ "سٹار آف انڈیا" انگریزی میں، گلکتے سے عثمان احمد انصاری نے جاری کیا۔
- ۸۔ روزنامہ "عصر جدید" علی کریم صدقی نے اردو زبان میں گلکتے سے نکالا۔
- ۹۔ ہفت روزہ "کامریڈ" مولانا محمد علی جوہر کے علوہ گلکتے سے میب الظم خان نے بھی جاری کیا۔
- ۱۰۔ روزنامہ "مارنگ نیوز" انگریزی میں ۶ واٹر لو شریٹ گلکتے سے سید محسن علی نے شروع کیا۔
- ۱۱۔ با تصویر ہفت روزہ "محمدی" بھالی زبان میں ایں اے چوپڑی نے ۸۶ لوڑ سر کفر روڈ گلکتے سے نکالا۔
- ۱۲۔ ہفت روزہ "نیوالائف" انگریزی میں ۱۸۳۳ء۔ دلکشا شریٹ گلکتے سے اس ایم جلیل نے جاری کیا۔
- ۱۳۔ روزنامہ "اتحاد" اردو میں ٹل عباس نے اندر ایہ شریٹ بمبئی سے شروع کیا۔
- ۱۴۔ روزنامہ "اقبال" اردو زبان میں بمبئی سے ارشد بیگ چخانی نے نکالا۔
- ۱۵۔ روزنامہ "اللال" بمبئی سے اردو زبان میں محمد احسان نے جاری کیا۔
- ۱۶۔ ہفت روزہ "انصاف" گجراتی زبان میں قفع خاں منشی نے اسلام پورہ گول پیشما بمبئی سے شروع کیا۔
- ۱۷۔ روزنامہ "انقلاب جدید" اے حاد انصاری نے اردو زبان میں بمبئی سے اجراء کیا۔
- ۱۸۔ "پندرہ روزہ" بیدار۔ اردو زبان میں شیخ خیال نے رپن روڈ بمبئی سے جاری کیا۔
- ۱۹۔ ہفت روزہ "پیغام"، مولانا فضل اللہ خاں نے گجراتی میں بمبئی نے نکالا۔
- ۲۰۔ روزنامہ "خلافت" اردو زبان میں ریاض الدین فریدی نے لودھیں بمبئی سے شروع کیا۔
- ۲۱۔ ہفت روزہ "خلافت" لیج ای ولیانی نے گجراتی زبان میں بمبئی سے جاری کیا۔
- ۲۲۔ ہفت روزہ "سٹار" انگریزی زبان میں عزیز بیگ نے مصطفیٰ بلڈنگ، سربی موتا

- روڈ بیسی سے اجراء کیا۔
- ۲۳ ہفت روزہ "عامل" اے جے سکین نے اردو زبان میں ڈنگری سٹریٹ بمنڈی پازار بمبئی سے فضیل کیا۔
- ۲۴ روزنامہ "مارنگ ہسپرلڈ" انگریزی زبان میں یوسف افغان نے ۱۵ بینک سٹریٹ بمبئی سے چاری کیا۔
- ۲۵ ہفت روزہ "مجاہد" ستار جحاویری نے اردو زبان میں پیر غان سٹریٹ بمبئی سے نکالا۔
- ۲۶ روزنامہ "مسلم" اردو زبان میں ڈاکٹر اے حامد قاضی نے بلاسٹ روڈ بمبئی سے فضیل کیا۔
- ۲۷ ہفت روزہ "مسلم" انگریزی زبان میں ڈاکٹر اے حامد قاضی نے جان منیشن سرپی ممتاز روڈ سے چاری کیا۔
- ۲۸ روزنامہ "مسلم مائز" گجراتی زبان میں اسلام پورہ بمبئی سے ایم صادق نے نکالا۔
- ۲۹ ہفت روزہ "مسلم مائز" ایم صادق نے گجراتی زبان میں اسلام پورہ بمبئی سے فضیل کیا۔
- ۳۰ ہفت روزہ "ملت" گجراتی زبان میں فرماتری نے بمبئی سے اجراء کیا۔
- ۳۱ ہفت روزہ ملت مرائی زبان میں عبد القادر سون نے قاضی پورہ بمبئی سے فضیل کیا۔
- ۳۲ ہفت روزہ ملت ہندی زبان میں ۳۱۸ - لوکھنڈ والا چوک بمبئی سے عبد القادر سون نے چاری کیا۔
- ۳۳ روزنامہ "وطن" علام حسین تھور نے گجراتی زبان میں لولین بمبئی سے چاری کیا۔
- ۳۴ ہفت روزہ "وطن" گجراتی زبان میں علام حسین تھور نے بمبئی سے چاری کیا۔
- ۳۵ روزنامہ "ہندوستان" اردو زبان میں علام احمد خال آرزو نے رپن روڈ بمبئی سے چاری کیا۔
- ۳۶ ہفت روزہ "انصار" مرائی زبان میں بمبئی سے اے ایم قاضی نے اجراء کیا۔
- ۳۷ ہفت روزہ "پاکستان" لیچ جے بہرو نے گجراتی زبان میں کالو پور، احمد آباد سے

شروع کیا۔

- ۳۸ ہفت روزہ "دین" "گجراتی زبان میں این این قریشی نے بھنپٹی احمد آباد سے چاری کیا۔
- ۳۹ روزنامہ "روزگار" این این قریشی نے احمد آباد سے گجراتی زبان میں شروع کیا۔
- ۴۰ ہفت روزہ "ریاست" گجراتی زبان میں اسے ایس فاضلی نے پانی دروازہ، بڑوہ سے نکالا۔
- ۴۱ ہفت روزہ "مسلم گجراتی" عظیم الدین نے گجراتی زبان میں جناح روڈ مسروت سے چاری کیا۔
- ۴۲ روزنامہ "آزاد نوجوان" اردو زبان میں محمد کریم اللہ نوجوان نے رایا پیغمبر مدرس سے شروع کیا۔
- ۴۳ ہفت روزہ "تحریل سر" محمد کریم اللہ نے انگریزی زبان میں رایا پیغمبر مدرس سے نکالا۔
- ۴۴ روزنامہ "چندر کا" ملیالم زبان میں کے وی عبدالحق نے کالی کٹ سے آغاز کیا۔
- ۴۵ ہفت روزہ "دکن مائز" اسے اسے رووف نے انگریزی زبان میں ۷۱۳- براؤوے مدرس سے چاری کیا۔
- ۴۶ ہفت روزہ "دی ملک" اسے ڈاکٹر محمد علی نے انگریزی زبان میں شروع کیا۔
- ۴۷ سہ روزہ "سراسرم" تامل زبان میں ایم ایس سلطان بندادی نے پکارائے ترچنابی سے شائع کیا۔
- ۴۸ ہفت روزہ "سیف الاسلام" مولوی احمد سعید نے تامل زبان میں ۷۳۸- سہ بود داس سٹریٹ مدرس سے نکالا۔
- ۴۹ ہفت روزہ "مسلمان" انگریزی زبان میں محمد حسن نے مدرس سے چاری کیا۔
- ۵۰ روزنامہ "مسلمان" اردو زبان میں عبداللطیف فاروقی نے ۷۲۲- ہائی روڈ مدرس سے شروع کیا۔

- ۵۱ روزنامہ "نجیون" عبداللطیف فاروقی نے ۲۲ جانوری روڈ مدرسے اردو زبان میں
- ٹکالا۔
- ۵۲ روزنامہ "ہمدرد" اردو زبان میں ایس ایم ایم بھٹی نے مدرسے سے جاری کیا۔
- ۵۳ روزنامہ "رہبر دکن" ایس ایم وحید الدین نے اردو زبان میں ہلکی کوشی ترکمان گیٹ دہلی سے اجراء کیا۔
- ۵۴ سرروزہ "اللان" کا مولانا مظہر الدین نے اردو میں ہلکی کوشی ترکمان گیٹ دہلی سے اجراء کیا۔
- ۵۵ روزنامہ "انعام" محمد عمر فاروقی نے اردو زبان میں دہلی سے جاری کیا۔
- ۵۶ ہفت روزہ "جنگ" دہلی سے سیر خلیل الرحمن نے اردو میں شروع کیا۔
- ۵۷ روزنامہ "ڈان" انگریزی زبان میں الطاف حسین کی زیر ادارت دہلی سے شروع ہوا۔
- ۵۸ روزنامہ "مشور" اردو زبان میں سلم لیک کی ترجمانی کے لیے سید حسن ریاض نے دہلی سے جاری کیا۔
- ۵۹ ماہنامہ "مولوی" منشی عبد الحمید خاں نے اردو زبان میں علی گوچ چیلائ دہلی سے شروع کیا۔
- ۶۰ ہفت روزہ "آسام ہیرلڈ" محمد رضی الدین نے انگریزی میں سلسلہ سے ٹکالا۔
- ۶۱ ماہنامہ "الاصلاح" بھٹکالی زبان میں مولوی محمد نور الحق نے درگاہ محمد سلسلہ سے جاری کیا۔
- ۶۲ ہفت روزہ "جگا بسری" محمد رضی الدین نے بھٹکالی میں سلسلہ سے شروع کیا۔
- ۶۳ سرروزہ "اتحاد" سلطان احمد نے اردو زبان میں بائیکی پور پٹش سے ٹکالا۔
- ۶۴ روزنامہ "حدائقِ عام" اردو زبان میں سید نذیر حیدر نے بائیکی پور پٹش سے چاری کیا۔
- ۶۵ ہفت روزہ "مسلم بلیشن" عثمان فتحیاب شبنم نے گجراتی میں کامٹھیاواڑ سے شروع کیا۔

- ۶۶۔ روزنامہ "الكلام" بیگلور سے کے ایم غفاری نے اردو میں نکالا۔
- ۶۷۔ ماہنامہ "پاسبان" اسما عیل تابش نے اردو زبان میں بیگلور سے نکالا۔
- ۶۸۔ ہفت روزہ "دی میمورین" انگریزی زبان میں اسے ایج آر عبد الغفار نے بیگلور سے اجراء کیا۔
- ۶۹۔ ہفت روزہ "عادل" اسے کیوں نگینہ نی نے اردو میں اجسیر شریف سے چاری کیا۔
- ۷۰۔ ماہنامہ "اشاعت تعلیم" اردو زبان میں سید بشیر احمد نے تالے گاؤں، امراؤں سے فروع کیا۔
- ۷۱۔ ہفت روزہ "بہان" ایس زید یحییٰ علی نے اردو میں اکول، برار سے نکالا۔
- ۷۲۔ ہفت روزہ "القاروئ" اردو زبان میں اسے ایس فاروق نے ناگپور سے چاری کیا۔
- ۷۳۔ ہفت روزہ "سٹرل ٹائمز" اے۔ ستار نے انگریزی زبان میں ناگ پور سے شروع کیا۔
- ۷۴۔ ہفت روزہ "ابزرور" انگریزی میں ایس اسے نقوی نے ۲۱۔ کلائی روڈ ال آباد سے نکالا۔
- ۷۵۔ روزنامہ "تصور" مشقون الزنان نے اردو میں ایمن آباد لکھنؤ سے چاری کیا۔
- ۷۶۔ ہفت روزہ "جدت" کا اجراء سلطان احمد خاں نے اردو میں پرانی روڈ مراد آباد سے شروع کیا۔
- ۷۷۔ روزنامہ "حق" اردو زبان میں عبد الرؤوف عباسی نے گولہ گنج لکھنؤ سے فروع کیا۔
- ۷۸۔ ہفت روزہ "ذرا قرئین" اسے یونیٹی نے اردو میں سوشا سٹریٹ بدایوں سے نکالا۔
- ۷۹۔ ہفت روزہ "قومی زبان" مولانا اسما عیل ذیں نے اردو میں کانپور سے چاری کیا۔
- ۸۰۔ ہفت روزہ "محیر عالم" اردو زبان میں سراسرے اردو مراد آباد سے عبد علی رضوی نے شروع کیا۔
- ۸۱۔ ہفت روزہ "پیراعظم" اردو زبان میں مراد آباد سے عبد علی رضوی نے شروع کیا۔

- ۸۲ روزنامہ "ہدم" حبیب انصاری نے اردو میں لکھنو سے نکالا۔
- ۸۳ روزنامہ "احسان" اردو زبان میں ملک نور الہی نے بیرون دہلی دروازہ لاہور سے جاری کیا۔
- ۸۴ ہفت روزہ "الفقیرہ" مراجع الدین احمد نے اردو میں امر تسری سے شروع کیا۔
- ۸۵ روزنامہ "انقلاب" مولانا عبد الجید سالک نے اردو میں ریلوے روڈ لاہور سے نکالا۔
- ۸۶ ہفت روزہ "ایمان" اردو میں لاہور سے عبد الجید قریشی نے جاری کیا۔
- ۸۷ روزنامہ "ایسٹرن ٹائمز" انگریزی میں اسے یونگ خال نے سرکل روڈ لاہور سے شروع کیا۔
- ۸۸ روزنامہ "پاکستان ٹائمز" کا اجراء فیض احمد فیض کی ادارت میں مال روڈ لاہور سے شروع ہوا۔
- ۸۹ ہفت روزہ "وطن" اردو زبان میں مولوی انشاء اللہ خاں نے لاہور سے نکالا۔
- ۹۰ روزنامہ "پیسہ اخبار" منتی محبوب عالم نے اردو زبان میں لاہور سے جاری کیا۔
- ۹۱ ماہنامہ "تہذیب نواحی" امیاز علی تاج نے ریلوے روڈ لاہور سے شروع کیا۔
- ۹۲ روزنامہ "سیاست" مولوی سید حبیب نے اردو زبان میں نکالا۔
- ۹۳ ہفت روزہ "سن رائے" انگریزی زبان میں اسے خادم نے میکل روڈ روڈ لاہور سے جاری کیا۔
- ۹۴ روزنامہ "شہزاد" اردو میں ملک نور الہی نے سرکل روڈ لاہور سے نکالا۔
- ۹۵ روزنامہ "مشور" ملک نور الہی نے کسان بلڈنگ لاہور سے اردو میں شروع کیا۔
- ۹۶ ہفت روزہ "ستارہ صبح" مولانا ظفر علی خاں نے کرم آباد، وزیر آباد سے اردو میں جاری کیا۔
- ۹۷ روزنامہ "زیندار" مولانا ظفر علی خاں نے کرم آباد اور بعدزاں لاہور سے نکالا۔
- ۹۸ روزنامہ "نوائے وقت" اردو زبان میں حمید نظایی نے شاہ دین بلڈنگ مال روڈ لاہور سے شروع کیا۔
- ۹۹ ہفت روزہ "نیو ٹائمز" انگریزی زبان میں ایم علی نے ٹپل روڈ لاہور سے جاری

- کیا۔
- ۱۰۰ ہفت روزہ "آزاد سندھ" آئی اے برلن نے سندھی زبان میں کراچی سے نکالا۔
- ۱۰۱ ہفت روزہ "امداد بلوجستان" اردو میں خلیفہ محمد اسماعیل بلوج نے کراچی سے شروع کیا۔
- ۱۰۲ ہفت روزہ "المجاعت" محمد سرور نے اردو زبان میں کراچی سے جاری کیا۔
- ۱۰۳ روزنامہ "الوحید" سندھی میں مولوی عبدالغفور نے بلاس سٹریٹ کراچی سے نکالا۔
- ۱۰۴ ہفت روزہ "انقلاب" اے احمد کے بروڈی نے سندھی میں کوتز روڈ کراچی سے شروع کیا۔
- ۱۰۵ ہفت روزہ "پاکستان عالم" مگر اتنی زبان میں اے احمد کے بروڈی نے ساؤنچ نیپر روڈ کراچی سے جاری کیا۔
- ۱۰۶ روزنامہ "حیات" حاجی نذر الدین نے اردو زبان میں کراچی سے نکالا۔
- ۱۰۷ روزنامہ "ذوق الفقار" مگر اتنی زبان میں محمد علی، حافظ علی نے واٹرور کس روڈ کراچی سے شروع کیا۔
- ۱۰۸ ہفت روزہ "سلم و انس" پیر علی محمد راشدی نے انگریزی میں کراچی سے جاری کیا۔
- ۱۰۹ ہفت روزہ "ملت" اردو میں کراچی سے حکیم شیر حسین قادر نے نکالا۔
- ۱۱۰ ہفت روزہ "نصرت" کراچی سے مولوی عبدالحقی حقانی نے اردو میں جے رام سٹریٹ کراچی سے شروع کیا۔
- ۱۱۱ ہفت روزہ "نومسلم" شیخ حاجی عبداللطہ نے سندھی زبان میں کراچی سے جاری کیا۔
- ۱۱۲ ہفت روزہ "ہلال پاکستان" کا اردو زبان میں عبدالکھور منشی نے کراچی سے اجراء کیا۔
- ۱۱۳ ہفت روزہ "ہمدرد" حاجی محمد بلالی نے سندھی زبان میں کراچی سے شروع کیا۔
- ۱۱۴ ہفت روزہ "الخلج" اردو زبان میں امیں عبد اللہ شاہ نے لال کلّتی پشاور سے

- ٹکالا۔  
۱۱۵۔ مہنامہ "اردو نے معنی" مولانا حضرت موبانی نے علی گڑھ سے جاری کیا۔  
۱۱۶۔ سروزہ "وکیل" امر تسری سے اردو زبان میں شیخ علام محمد نے شروع کیا۔  
۱۱۷۔ ہفت روزہ "خبر میل" انگریزی زبان میں ذکا اللہ خاں نے بہرمن ہبہتال روڈ پشاور سے نکالا۔  
۱۱۸۔ ہفت روزہ "جہاد" درانی بنی اے نے اردو زبان میں فدہ اساعیل خاں سے جاری کیا۔  
۱۱۹۔ ہفت روزہ "نوجوان سرحد" ہری پور ہزارہ سے اردو میں تاج محمد طاہر خلی نے شروع کیا۔  
۱۲۰۔ ہفت روزہ "ہدم" اردو میں علام حیدر اختر نے پشاور سے اجراء کیا۔  
۱۲۱۔ ہفت روزہ "الاسلام" مولانا عبد الکریم نے اردو زبان میں کوشش سے نکالا۔  
۱۲۲۔ ہفت روزہ "تنظيم" کوئٹہ سے اردو زبان میں معروف ناول نگار نیسم جہازی نے جاری کیا۔  
۱۲۳۔ ہفت روزہ "جمور" مسعود غزنوی نے کوئٹہ سے اردو زبان میں شروع کیا۔  
۱۲۴۔ ہفت روزہ "ملت" پشاور سے سردار اور نگ ریب نے اردو میں نکالا۔  
۱۲۵۔ ہفت روزہ "پاسان" اردو زبان میں خلیم حسین جیانی نے جموں سے شروع کیا۔  
۱۲۶۔ ہفت روزہ "اصلاح" اے خوار سے اردو میں سری نگر سے جاری کیا۔  
۱۲۷۔ ہفت روزہ "پاسان" اردو زبان میں جموں سے ایم ڈی احمد نے اجراء کیا۔  
۱۲۸۔ ہفت روزہ "جمور" عبدالجبار قربی نے اردو زبان میں عزیز شمسیری نے شروع کیا۔  
۱۲۹۔ پندرہ روزہ "روشنی" سری نگر سے اردو زبان میں عزیز شمسیری نے شروع کیا۔  
۱۳۰۔ ہفت روزہ "صادق" عزیز شمسیری نے پونچھ سے اردو زبان میں جاری کیا۔  
۱۳۱۔ ہفت روزہ "ملت" اردو زبان میں میر عبد العزیز نے سری نگر سے اجراء کیا۔  
۔ یہ وہ اخبارات و رسائل ہیں جو خواجہ ظفر نطای کی تحقیقی و جسمی کا تیجد ہے۔ جبکہ اس کے علاوہ کئی اور اخبارات و رسائل کا تیجد ہے گا ہے تذکرہ ملتا ہے، جنہوں نے اپنی بساط کے

طابق تحریک پاکستان میں حصہ لیا۔

## غیر جانبدار مسلم اخبارات و رسائل

تحریک پاکستان کے دو زان ایسے اخبارات و رسائل بھی تھے، جنہوں نے مسلم لگبڑ اور کانگریس کی جدوجہد میں براہ راست حصہ لینے سے احتراز کیا۔ ان اخبارات و رسائل کی طوبی فہرست ہے لیکن دستیاب معلومات کے مطابق درج ذیل غیر جانبدار اخبارات و رسائل کا مختصر تذکرہ کیا جا رہا ہے:-

۔ پنجابی اخبار: منتشری محمد عظیم نے لاہور سے جاری کیا۔ اس کی ادارت حافظ عمر دراز کے ذریعہ تھی۔ مندرجات کے لحاظ سے اس کی پالیسی غیر جانبدار نہ تھی۔ غیر سیاسی مصنایف اور انگریزی اخبارات کے تراجم شائع کیے جاتے تھے۔

۔ اکمل الاخبار: دہلی سے حکیم محمود خاں نے جاری کیا۔ اس کے ایڈٹر منتشری بہاری لال مشتاق تھے، یہ متنیں اخبار تھا اور میانہ روزی کافائل تھا۔ سیاسی معاملات سے عموماً احتراز کی پالیسی پر کارروائی تھا۔

۔ قصیر الاخبار: منتشری سراج الدین نے لاہور سے ہفت روزہ "قصیر الاخبار" فروع کیا۔ اس میں زیادہ تر غیر ملکی خبریں شائع ہوتیں، ملکی خبروں کی نمائندگی قدرے کم ہوتی تھی۔

۔ مہذب: مولانا عبدالحکیم فخر نے ہفتہ ولار کی صورت میں لکھنؤ سے جاری کیا۔ اس کے مندرجات میں علمی و ادبی توعیت کے اواریوں، شذرزوں اور مصنایف کو زیادہ جگہ دی جاتی تھی۔

۔ ہفت الاخبار: بمبئی سے منتشری ایمان علی لکھنؤی نے جاری کیا۔ آٹھ صفحات پر مشتمل یہ اخبار علمی و ادبی تعریفوں کو زیادہ اہمیت دیتا تھا۔ سیاسی معاملات میں دلچسپی نہ ہونے کے برابر تھی۔

۔ قاسم الاخبار: منتشری محمد قاسم فتح نے جاری کیا۔ اس کے مندرجات عموماً علمی و ادبی توعیت کے ہوا کرتے تھے۔ دیگر اخبارات کے مقابلے میں اس میں نقل کیے جاتے تھے۔

۔ مذہب: بمنور سے سر روزہ کی صورت میں جاری ہوا۔ اس کے ایڈٹر خادم انصاری تھے۔ پالیسی کے اعتبار سے یہ نیشنلٹ اخبار تھا۔ اس کی پالیسی کے مقابض لوگ بھی دلچسپی سے مطالعہ کیا کرتے تھے۔

- نہن: لاہور سے شیخ سر عبد القادر کی زیر ادارت شروع ہوا۔ اس رسائلے کے اجراء کا مقصد مذہبی اور سیاسی بسوں سے الگ رہ کر اردو ادب کی خدمت کرنا تھا۔
- اردو گائید: گلگت سے عزیز الباری کے زیر انتظام شروع ہوا۔ اس کے ایڈٹر مولوی کبیر الدین احمد تھے۔ اس اخبار نے ملکی و غیر ملکی خبروں کی اشاعت کے ساتھ علمی و ادبی تحریروں کو نسایاں جگہ دی۔
- روزنامہ پنجاب: خواجہ احمد حسن کی زیر ادارت لاہور سے شروع ہوا۔ چار صحفت پر مشتمل اس روزنامہ میں عمومی قسم کی خبریں اور تبصرے شامل ہوتے تھے۔
- رہبر ہند: سید نادر علی سلیمانی نے لاہور سے سروزہ اخبار نکالا۔ بعد میں یہ روزنامہ بن گیا۔ اس میں بچوں، خواتین اور طلبہ کی دلچسپی کی خاص تحریریں ہوتی تھیں۔ جمعہ کے روز اس کا خاص نمبر نکلتا تھا۔
- شام وصال اور نیسم صبح: یہ دونوں اخبارات ملٹی مہر بخش نے لاہور سے جاری کیے۔ دونوں اخبارات میں عام خبروں کے علاوہ علمی و ادبی تحریروں کو زیادہ نمائندگی دی جاتی تھی۔
- روزنامہ لکھنؤ: اس اخبار کے مالک خدا بخش بنارسی اور ایڈٹر ملٹی سید عبدالصیر بلگرامی تھے۔ دو صفحے کے اس مختصر سے اخبار میں ملکی و علاقائی خبروں کی اشاعت کو زیادہ اہمیت دی جاتی تھی۔
- آئینہ ناش: علام علی ہمدانی نے گلگت سے جاری کیا۔ یہ بڑا حکم عرصہ زندہ رہا۔ اس میں زیادہ تر ملکی اور غیر ملکی خبریں شامل ہوتی تھیں۔ دوسرے روزناموں کے مقابلے میں اس کا سائز درجہ بند گتا تھا۔
- پیک صباح: گلگت سے سید عبدالحیم کی زیر ادارت شروع ہوا، اس کے مالک عمر محمد ناخدا تھے۔ یہ اوسط درجے کے سائز پر دو صفحات پر مشتمل ہوتا تھا۔ عمومی قسم کی خبریں اور واقعہات اس میں جگہ پاتے تھے۔
- روزانہ لکھنؤ: چاری ہونے والی ہفت روزہ شروع میں "انوار الاخبار" کے نام سے شامل ہوتا تھا، بعد میں اس نے روزنامے کی شکل اختیار کر لی۔ اس کے ایڈٹر ملٹی محمد علی خاں عرشی تھے۔
- پیک آصفی: حیدر آباد کنکاپور روزنامہ تھا۔ اس کے مالک سید احمد زید بلگرامی تھے۔ یہ

دو صفحات پر مشتمل اخبار اوسط درجے کے سائز پر چھپتا تھا۔ عمومی خبریں زیادہ جگہ پاٹی تھیں۔ زیادہ تر ملکی اور غیر ملکی خبریں شائع ہوتی تھیں۔ دوسرے روزناموں کے مقابلے میں اس کا سائز بڑھ گنا تھا۔

• پہیک صبا: گلگت سے سید عبدالحیم کی زیر ادارت شروع ہوا، اس کے مالک عمر محمد ناخدا تھے۔ یہ اوسط درجے کے سائز پر دو صفحات پر مشتمل ہوتا تھا۔ عمومی قسم کی خبریں اور واقعیات اس میں جگہ پاٹتے تھے۔

• روزانہ: لکھنؤ سے ہماری ہونے والا یہ ہفت روزہ شروع میں "انوار الاخبار" کے نام سے شائع ہوتا تھا، بعد میں اس نے روزنامے کی شکل اختیار کر لی۔ اس کے ایڈٹر منشی محمد علی خاں عرشی تھے۔

• پہیک آصفی: حیدر آباد کی کاپہلار روزنامہ تھا۔ اس کے مالک سید احمد زید بلگرامی تھے۔ یہ دو صفحات پر مشتمل اخبار اوسط درجے کے سائز پر چھپتا تھا۔ عمومی خبریں زیادہ جگہ پاٹی تھیں۔

• مشیر دکن: مولوی جیب اللہ تنانی اس کے ایڈٹر تھے۔ محلہ پالیسی کا حامل اخبار تھا، اس

لیے تمام مکاتب کفر کے لیے قابل قبول تھا۔ اس اخبار نے مختصر اداری نویسی کا آغاز کیا۔

• انیس بہار: سید اصغر علی کی زیر ادارت پہلے ہفت روزہ، پھر سو روزہ اور آخر میں روزنامہ بن گیا۔ یہ دو صفحات پر مشتمل ہوتا تھا۔ اس میں عمومی خبریں اور تبصرے شائع ہوا کرتے تھے۔

• علم و عمل: مولوی محب حسین کی زیر ادارت حیدر آباد کی سے روزنامہ علم و عمل ہاری ہوا۔ اس میں زیادہ تر علمی و ادبی تحریریں شائع ہوتی تھیں۔ سیاسی معاذ آرائی سے پہنچو بھا کر رکھا۔

• صحیفہ: مولوی اکبر علی نے حیدر آباد کی سے روزنامہ "صحیفہ" شروع کیا۔ صحیفہ پالیسی بر سر نکل چاری رہا۔ سیاست و معاشرت کے بارے میں اس کی پالیسی قدامت پسندانہ رہنمائی کی حامل تھی۔

• صدائے عام: پٹنسے سے نذر حیدر نے ہماری کیا۔ آغاز میں ہفت روزہ تھا، بعد میں روزنامہ بن گیا۔ اس میں عمومی خبریں شائع ہوتی تھیں۔ سیاسی خبروں کو زیادہ نہایاں نہیں کیا جاتا تھا۔

• ساتھی: سیل عظیم آبادی نے پٹنسے سے "ساتھی" شروع کیا۔ بعد میں اسے غلام سرور نے خرید لیا۔ یہ غیر جانبدار اخبار تھا۔ کانگرنس اور مسلم لیگ دو نوں کو مساوی کوئی درستہ تھا۔

## ۔ مسلم اخبارات جنہوں نے تحریک پاکستان کی مخالفت یا پھر کا نگریں کی ہمنوائی کی کی:-

- ۰ ہندوستان: بمبئی سے علام محمد خالی کی زیر ادارت روزنامہ "ہندوستان" کا آغاز ہوا۔ شروع میں یہ غیر جانبدار اخبار تھا لیکن بعد میں کانگریس کی حمایت میں صروف ہو گیا۔
- ۰ نیازنازہ: کھیونٹ پارٹی کا اخبار "قوی جنگ" سجاد ظہیر کی زیر ادارت تھا۔ بعد میں اس اخبار کا نام نیازنازہ کرویا۔
- ۰ نیازنازہ: کھیونٹ پارٹی گیا۔ یہ مسلمانوں کی مخالفت میں ہمیشہ محبت رہا، ہندوؤں کے معاملہ میں خاموشی اختیار کی۔
- ۰ استقلال: کوئٹہ سے خال عبد الصمد اچھنی نے جاری کیا۔ اس کی ادارت اللہ علیم کے ذمہ تھی۔ یہ اخبار قائم عظم اور مطالبہ پاکستان کا سنت مخالف تھا۔ اس نے مسلمانوں کی جدوجہد کو نقചان پہنچانے کی بھرپور کوشش کی۔
- ۰ پاسبان: یہ اخبار بھی استقلال کی طرح کانگریس کا حامی اور مسلم لیگ کا سنت مخالف تھا۔
- ۰ سرفراز: آل انڈیا شیعہ کافرنیس کے زیر اہتمام شائع ہونے والا اخبار "سرفراز" کانگریس کی سیاست کا ترجمان تھا۔ مطالبہ پاکستان کی جدوجہد میں اس کا کوئی کردار نہیں تھا۔
- ۰ اجمل: بمبئی سے "اجمل" کے نام سے اخبار جاری ہوا، یہ اپنی خبروں، اواریوں اور دیگر مصائب میں کانگریسی نقطہ نظر کی ترجمانی کیا کرتا تھا۔
- ۰ تریاق: ڈاکٹر محمد عالم نے لاہور سے تریاق کے نام سے اخبار جاری کیا۔ یہ مسلم لیگی نظریات کا مخالف تھا اور کانگریس کے خیالات و نظریات کا ترجمان تھا۔
- ۰ الجمیت: ہلال احمد زبردی کی زیر ادارت پر اخبار جمیت الحدائقے ہند کی ترجمانی کرتا تھا۔ سیاسی اعتبار سے قوم پرستی کے نظریات اور کانگریس کی حمایت کرتا تھا۔
- ۰ ہند: گلکتہ سے مولوی عبد الرزاق نے "ہند" کے نام سے اخبار جاری کیا۔ یہ اشتراکیت کا علمبردار تھا۔ سامرراج دسمی میں کانگریس کی حمایت اور مسلم لیگ کی مخالفت اس کا طبعیہ تھا۔
- ۰ نئی زندگی: سید محمود کی زیر ادارت جاری ہونے والا اخبار "نئی زندگی" متحده قومیت کا علمبردار اور کانگریس کے نظریات کا پرستار تھا۔ تحریک پاکستان کے نمایاں مخالفین میں اس

کاشمار ہوتا ہے۔

یہ وہ اخبارات و رسائل ہیں جن کے مدیر ان اور مالکان مسلمان تھے۔ ان میں سے کچھ  
ذاتی وجوہات کی بناء پر اور کچھ سیاسی وجوہات کی بنیاد پر مطالبہ پاکستان کے خالق تھے۔ ان  
کے علاوہ سینکڑوں کی تعداد میں وہ غیر مسلم بالخصوص ہندو اخبارات و رسائل ہیں جنہوں نے  
قدم قدم پر مطالبہ پاکستان کی خالفت کی اور اس سلسلہ میں ایسی چوٹی کا زور لایا مگر اس سب  
کے باوجود اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاکستان کے قیام کا خواب ہر مندہ تعبیر ہوا اور تمام  
خالق قوتوں کو ذلت آسمیزناکائی سے دوچار ہونا پڑا۔



## باب ششم

# قیامِ پاکستان کے بعد صحافت کا مختصر جائزہ

انگریزوں اور ہندوؤں کی تمام تر کوششوں کے باوجود ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ بظایہن ۱۳ اگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نتے پر ایک نیا ملک، مملکتِ خدا و پاکستان معرض وجود میں آیا۔ لاکھوں انسانوں نے اپنا گھر بارچھوڑ کر اسلام اور نظریہ پاکستان کی خاطر دنیا کی سب سے بڑی ہجرت کی۔ بات پھیلوں کی جانوں اور ماں بہنوں کی عزت و عصمت کی قربانی دے کر آگ اور خون کا دریا عبور کر کے لوگوں نے پاک سر زمین پر قدم رکھا تو بے اختیار اسے چھوم لیا۔

ہندوؤں نے قیامِ پاکستان کا مطالبہ اس یقین کی بنیاد پر تسلیم کیا تاکہ تمام ترمادی وسائل سے محروم پاکستان، چند ماہ میں خستہ حالی و مغلک الحالی کا شکار ہو کر دوبارہ ہندوستان میں خصم ہو جائے گا۔ اسی لیے ہندو ہندو نے مشترکہ اتناں کی طے شدہ تسلیم میں، ہیر پسیر کر کے پاکستان کو معافی طور پر سوت کے گھاث اتارنے کا منصوبہ بنایا لیکن پاکستان جسے مسلمانان بر صنیر نے لاتعداد جانوں کی قربانی دے کر اسلام کی تبر پہ گاہ کے طور پر حاصل کیا تھا، تمام ترمادی وسائل و مشکلات کے باوجود انہوں نے پاکستان کی بقاء و سلامتی کے لیے اپنا آئین من دھن سب کچھ وقف کر دیا۔

پاکستان وجود میں آیا تو جہاں دوسرے تمام شعبوں میں وسائل کی عدم دستیابی سے تباہی میں صحافت کے میدان میں بھی تھی دامن تباہ۔ مشرقی و مغربی پاکستان میں مسلمانوں کے اخبارات و رسائل کی تعداد کو انگلیوں پر گناہ کیا سکتا تھا۔ ہندو، لاہور اور دوسرے اہم شہروں سے اپنے اخبارات و رسائل ہندوستان لے گئے۔ لاہور میں صرف زندگانی، انقلاب، احسان، نوازے وقت، شہزاد، سول اینڈ ملٹری گزٹ اور پاکستان مائنر زرے گئے۔ کہاں میں صرف ایک اخبار روزنامہ "ملت" بجا۔ پشاور میں خبریں میل کے علاوہ بے قاعدگی سے شائع ہونے والے

الفلاح، الجمیعت اور سرحد تھے۔ کوئٹہ میں الاسلام اور ستظام میں کچھ دم خم تھا۔ کراچی دارالخلافہ بناتو "جگ" دیلی، "انجام" دیلی اور "ڈان" دیلی، کراچی مسئلہ ہو گئے۔ انہی دنوں چند نئے اخبارات "نئی روشنی"، "انقلاب" اور "مسلمان" بھی چاری ہوتے لیکن زیادہ در بر نہ چل سکے۔ لاہور سے چند نئے اخبارات چاری ہوتے۔ روزنامہ "سفینہ" وقار انہالوی نے، "لماقت" علی محمد برق نے، "آنوار" ملک احسان الحق نے، "آزاد" تاج الدین انصاری نے، "کفیم اور قاصد" نصر اللہ خاں عزیز نے، "المت" شلبی بی کام نے اور "ہلال پاکستان" صلح محمد صدیق نے شروع کیا لیکن یہ تمام رسائل مختلف فرم کے مسائل کا شکار ہو کر یکے بعد دیگرے بند ہو گئے۔ تحریک پاکستان کی جدوجہد میں جن اخبارات نے نمایاں کروار ادا کیا تھا، وہ بھی بتدیر بخ بند ہوتے چلے گئے، سب سے پہلے "انقلاب" نومبر ۱۹۴۷ء میں بند ہوا، اس کی ایک وجہ معاشری اہتری تھی تو دوسرا جانب حکومت کی ناروا پابندیاں بھی رکاوٹ نہیں۔

قیام پاکستان کے وقت "زیندار" کی اشاعت لاہور کے تمام اخبارات میں سب سے زیادہ تھی لیکن جب ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں لاہور میں مارشال لام تاقد ہوا تو بعض دوسرے اخبارات کے ساتھ "زیندار" کو بھی ایک سال کے لیے بند کر دیا گیا۔ مولانا ظفر علی خاں کی علافت اور ان کے بیٹے مولانا اختر علی خاں کی گرخاری کی وجہ سے "زیندار" اپنی بھائی کے باوجود دوبارہ عروج نہ حاصل کر سکا۔ مولانا ظفر علی خاں کے پوتے منصور علی خاں نے "زیندار" کی بقا کے لیے تمام تر صلاحیتیں وقف کر کے اسے کئی سال تک زندہ رکھا لیکن مسلسل غزارہ کی وجہ سے مجبور آبند کرنا پڑا، اس طرح صاحفتی دنیا پر نصف صدی سے زیادہ جگہ کرنے والا ستارہ ہمیشہ کے لیے ڈوب گیا۔ معروف اور محنت مشن صاحفی ملک نور الحق کی زیر ادارت شائع ہونے والا اخبار "احسان" بھی مارشال لام کی پابندیوں کا صدر نہ سوار سکا۔ پابندیاں ختم ہونے کے بعد "احسان" دوبارہ چاری ہوا لیکن چل نہ سکا۔ ملک نور الحق کے بیٹے مقبول الحق نے بھنی سی کوشش کر دیکھی لیکن یہ ماضی کا حصہ بن گیا۔ ملک نور الحق نے روزنامہ "شباز" خرید رکھا تھا، جسے وہ پشاور لے گئے۔

مارچ ۱۹۴۸ء میں میاں اغفار الدین نے پروگریسو پیپرز لمیٹڈ کے تحت روزنامہ "امروز" لاہور کا اجراء کیا۔ اس کے اوازہ تحریر میں فیض احمد فیض اور چراغ حسن حضرت شامل تھے۔ چراغ حسن حضرت نے بطور ایڈٹر، امروز کو اس انداز میں پیش کیا کہ اس کی انفرادیت نے

دوسرے اخبارات کو بہت پچھے چھوڑ دیا۔ اچھی کتابت و طباعت اور خبروں کی مثالی پیش  
 کش امروز کی نمایاں خصوصیات تھیں۔ امروز پھلا اخبار ہے، جس نے مرد جب  
 $\frac{۳۰}{۲} \times ۳۰$  سائز کی بجائے آج کے دور میں رائج سائز کو ۲۰۰۸ سال قبل اپنایا، روزنامہ امروز  
 میں بچوں، خواتین، طلبہ اور دوسرا سے شعبہ پاکے زندگی سے وابستہ لوگوں کی دلچسپی کا سامان بھی  
 ہوتا تھا۔ ادبی سرگرمیوں کو خصوصی اہمیت دی جاتی تھی۔ بین الاقوای سیاست میں اس نے  
 مغربی سارے اجنبی طاقتوں کی خلافت اور اشتراکی بلاک کی حمایت کی پالیسی اپنائی۔ ۱۹۵۸ء کے  
 مارچ لامیں حکومت نے ایک آرڈیننس کے ذریعے اپنی تحول میں لے لیا۔ جو راغ حسن  
 حسرت کے بعد احمد ندیم قاسمی نے "امروز" کی ادارت منحلی تو کرائی سے بھی "امروز"  
 چاری کیا گیا لیکن یہ تجربہ کامیاب نہ رہا اس لیے کہ ابتدی ایڈیشن ۱۹۴۲ء میں بند کر دیا گیا۔  
 ۱۹۴۳ء میں "امروز" نیشنل پریس ٹرست میں چلا گیا۔ اس کے مدیر غمیر ہابر بنے۔ اس کا مکان  
 ایڈیشن چاری کیا گیا۔ غمیر ہابر کے بعد ہارون سعد اور اس کے بعد حمید جملی ایڈیٹر بنے۔ صنایع  
 الحکومت کے دور میں عبد القادر حسن کو امروز کا ایڈیٹر بنایا گیا۔ سرکاری اخبار کی حیثیت اختیار  
 کرنے کے بعد اس کی اشاعت دن بہ دن کم ہوتی گئی۔ فوبت یہاں تک آتی کہ آمدن کم اور  
 اخراجات مسلسل بڑھتے چلے گئے۔ گذشتہ حکومتیں کسی نہ کسی طرح یہ سفید ہاتھی پالتی رہیں  
 لیکن ۱۹۹۱ء میں نواز غیریفت حکومت نے امداد کا سلسہ بند کیا تو یہ اخبار ۲۰۰۸ سال زندہ رہنے  
 کے بعد تباہ کا اور حسین یادوں چھوڑ کر ماحدی کا حصہ بن گیا۔

قیام پاکستان کے چھ سال بعد ۱۹۵۳ء میں نیم جہازی نے روزنامہ "غمیر راولپنڈی"  
 سے ترک تعلق کے بعد عنایت اللہ کے اشتراکی سے "کوہستان" راولپنڈی چاری کیا۔ ۱۹۵۲ء  
 میں یہ روزنامہ لاہور سے بھی ضرور ہو گیا، بعد میں اس کا مکان ایڈیشن بھی لٹھنے لگا۔  
 "کوہستان" کے پس پردہ عنایت اللہ کی صلاحیتیں تھیں جس نے چدید میک اپ کے ذریعے  
 "کوہستان" کو منفرد روزنامہ بنادیا۔ زیادہ مواد کے لیے اخبارات کے صفحات کی تعداد چھ سے  
 بڑھا کر بارہ کر دی کی۔ "امروز" کی طرح "کوہستان" بھی آفٹ پر چھپتا تھا۔ ہر جھنڈ کو  
 اشاعت لئی بھی پیش کرتا تھا۔ عنایت اللہ نے لندن جا کر چدید طباعت و اشاعت کے نظام کا  
 بغور مطالعہ کیا۔ واپس آکر "کوہستان" کے ظاہری و باطنی حسن کو مزید جلا بخشی۔ انتہائی مختصر  
 مدت میں صفت اول کا اخبار بن گیا۔ "کوہستان" عروج پر تھا کہ اپنا نک اخبار سے وابستہ

کار کان میں اخلاقیات پیدا ہو گئے۔ عنایت اللہ دل برواشتہ ہو کر اپنے ساتھیوں سمت کوہستان سے الگ ہو گئے اور ایک نیا اخبار "مشرق" جاری کیا۔ اسی عرصہ میں ستمبر ۱۹۶۳ء میں طلبہ مظاہروں کے متعلق غلط خبر چاہنے کی پاداش میں حکومت نے کوہستان کو دواہ کے لیے بند کر دیا۔ اس بندش کے ساتھ کوہستان کا زوال شروع ہو گیا۔ بر سر اقدار پارٹی کونٹری مسلم لیگ نے اسے خرید لیا لیکن تین سال کے بعد اس بماری پتھر کو چوم کر چھوڑ دیا۔ اس کے بعد جماعت اسلامی کے ایک رہنماء اشرف طاہر نے اسے خرید لیا، لیکن کارکنوں اور استنسائی کی پامی نشکش سے یہ اخبار سک سک کردم تو رد گیا۔ "امروز" کی طرح عروج کی بلندیوں کو چھوٹنے کے بعد ہمیشہ کے لیے ڈوب گیا۔

دنیا نے صافت میں نت نے تجربات کرنے والے عنایت اللہ نے ۱۶ ستمبر ۱۹۶۳ء کو لاہور سے کار کن صحفیوں کے ساتھ مل کر "مشرق" کا آغاز کیا۔ آسمانِ صافت پر "مشرق" سورج بن کر طلوع ہوا جس نے تمام ہم عصر اخبارات کی چمک دک کو ماند کر دیا۔ اس کے گھٹ آپ اور پیش کش نے تمام اخبارات کا حسن دھن دلادیا۔ عنایت اللہ نے اپنی صافتی زندگی کا تمام ترجیب "مشرق" کی نذر کر دیا۔ اُردو صافت میں "مشرق" اپنی نویعت کا منفرد ترجیب تھا۔ اس نے لے آؤٹ اور خبروں کی پیش کش میں انفرادیت پیدا کی۔ اُردو صافت میں "مشرق" نے پہلی بار غیر ملکی خبروں کے لیے پورا صفو و قفت کیا۔ "سندھ" میں "مشرق" میں چھپنے والا سے ہفتہ وار ایڈٹیشن فروع کیا۔ "مشرق" نے "سپیشل ایڈٹیشن" کے نام سے طلبہ، خواتین، سپورٹس، دینی و علمی اور ادبی ایڈٹیشن لکھا لے۔ ہر روز اخبار کے ساتھ چار رنگوں پر مشتمل "مشرق سپیشل" جاری کیا گیا۔ مشرق نے "ریڈرز سروس" کا سلسلہ بھی فروع کیا۔ جس کے ذریعے بے شمار غریب لاکریوں کی شادی کے لیے جیزز مہیا ہوا۔ گھنٹہ چیزیں اصل ماکان تک پہنچیں۔ گھنٹہ سچے والدین کو ملے اور مخدودوں بے کس لوگوں کو مدد ملی۔ روز نامہ "مشرق" کی انفرادیت ریاض بٹالوی کا ہر ہفتے "سندھ" میں چھپنے والا صافتی فیپر ہوتا ہے۔ گذشتہ ۲۸ سال سے ریاض بٹالوی باقاعدگی سے ہر ہفتے صافتی میں پر چونکا دینے والے اور دل دہلا دینے والے فیپر کس کر حکومت اور عوام کو بے کوں اور بے آسرالوگوں کی دارسی پر آمادہ و مجبور کرتے ہیں۔ یہ اخبار یکم ستمبر ۱۹۶۳ء کو نیشنل پرنس ٹرست نے اپنی تحریل میں لیا تھا۔ اس کے بعد یہ ملک کے جاروں صوبائی دارالملکوں

لاہور، پشاور، کراچی اور کوئٹہ سے بیک وقت شائع ہونے لگا۔ یہ پاکستان کا واحد روزنامہ ہے جو چاروں صوبائی دارالحکومتوں سے شائع ہوتا ہے۔ اکتوبر ۱۹۸۱ء میں لاہور سے روزنامہ "جنگ" جدید ترین طرز طباعت (کمپیوٹر کمپوزنگ) کے ساتھ منتظرِ عام پر آیا تو اس نے سب سے زیادہ "شرق" کو متاثر کیا۔ جس کی وجہ سے "شرق" دن بہمن غیر مقبول ہوتا چلا گیا۔ اس وقت لاہور ایڈیشن کی تعداد چند ہزار رہ گئی ہے، روزنامہ مشرق پشاور کے علاوہ باقی تینوں ایڈیشن خارے میں چل رہے ہیں۔ مسوں ہوتا ہے کہ یہ اخبار زیادہ دیرزندہ نہیں رہ سکے گا۔ قیام پاکستان کے بعد روزنامہ آفاق چاری ہوا، اس میں کئی کھنہ مشق صحافی موجود تھے۔ ٹھوڑا عالم شہید، میاں محمد شفیع (م ش) لورڈ گیر کئی ناسور صحافی عملہ ادارت میں شامل تھے۔ اس اخبار کو معروف سیاستدان میاں مستاز دولانہ کی سرپرستی بھی حاصل تھی، دولانہ کی سرپرستی کے بعد اسے مشور صفت کار سید سغل نے خرید لیا۔ آفاق لاہور کے علاوہ فیصل آباد سے بھی لکھتا تھا۔ یہ اپنے معاصر اخبارات کا مقابلہ نہ کر سکا اور ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔ روزنامہ "منزی پاکستان" بھی بڑی آب و تاب کے ساتھ لاہور سے منتظرِ عام پر آیا لیکن حالاتِ زنا نے نے اسے عروج سے پہلے ہی زوال سے دوچار کر دیا۔ لاہور کے علاوہ بہاولپور اور سکھر سے اس کے ایڈیشن چاری ہوئے۔ ان کا وجود آج بھی ہر چند کہ کمیں ہے کہ نہیں ہے کہ مصدقہ ہے۔

پاکستان کا ناقدِ کم ترین اخبار روزنامہ "نوائے وقت" ہے، جو ۲۳ مارچ ۱۹۳۰ء کو منتظر ہونے والی تاریخی قرارداد پاکستان سے دو دن پہلے ۲۱ مارچ ۱۹۳۰ء کو چھوٹے سائز کے چھ صفحات پر مشتمل۔ حمید نظایی کی زیرِ ادارت فرروع ہوا۔ اس میں تحریک پاکستان کے حوالے سے خبروں اور تحریروں کو نمایاں جگہ دی جاتی تھی۔ ۱۵ نومبر ۱۹۳۲ء کو یہ ہفت روزہ بن گیا، اور پھر دو سال کی مختصریت کے بعد ۲۳ جولائی ۱۹۳۴ء کو روزنامہ کے قالب میں داخل گیا۔ ۱۹۳۴ء سے لے کر اب تک روزنامہ کی صورت میں شائع ہو رہا ہے۔ روزنامہ "نوائے وقت" اسلام اور نظریہ پاکستان کا ملکبردار ہے۔ ہر دور حکومت میں مسلم لیگ کا غیر سرکاری ترجمان رہا ہے۔ پنجاب کے جاگیرداروں سندھ کے جی ایم سید اور صوبہ سرحد کے سرحدی گاندھی، خان عبدالغفار خان کی ملک دشمنی کا سنت ناقد رہا ہے۔ "نوائے وقت" کی خبریں معاصر اخبارات کی طرح متنوع ہوتی ہیں لیکن اس کا ادارتی صفحہ خاصاً مستین اور سنبھیڈہ ہوتا ہے، جسے

پڑھے لکھے لوگ بہتی دلپسی کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ اداریوں میں حزب اتحاد اور حزب اختلاف دونوں کی خبری جاتی ہے۔ اداریوں کی سنتی اور تعلیٰ و ترشی کو کالم "سر را ہے" کے ذریعے کم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ نواۓ وقت اردو کا پہلا اخبار ہے جس نے اندرون ملک ہر چھوٹے بڑے شہر اور قصبات میں اپنے نمائندے مقرر کیے۔ حمید نظامی مرحوم بانی "نواۓ وقت" نے لاہور کے علاوہ اسے فیصل آباد سے بھی جاری کیا لیکن فیصل آباد سے زیادہ درمکب جاری نہ رہ سکا۔ حمید نظامی کے استقال کے بہت عرصہ بعد بیگم حمید نظامی اور حمید نظامی میں بعض معاملات پر اختلافات رونما ہوئے تو حمید نظامی "نواۓ وقت" کے اچھے خاصے علیٰ کے ساتھ الگ ہو گئے اور "نداۓ ملت" کے نام سے نیا اخبار جاری ہوا۔ بعد میں حمید نظامی اور نواۓ وقت کے چاہنے والوں نے بیگم حمید نظامی اور حمید نظامی میں صلح کروادی تو "نواۓ وقت" نئی آن بان سے حمید نظامی کی زیر ادارت شائع ہونے لگا۔ ان دونوں نواۓ وقت" لاہور کے علاوہ کراچی، لخاں اور راولپنڈی سے بھی چھپتا ہے۔ اس کے علاوہ "دی نیشن" انگریزی اخبار بھی جاری کیا گیا ہے۔ اس کی ادارت حمید نظامی کے بیٹے عارف نظامی کے سپرد ہے۔ پڑھے لکھے لوگوں کے لیے "فیصل سیکریٹ" کا اجراء بھی عمل میں لایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بھوپال کے لیے "پھول" کے نام سے خوبصورت رسالہ مصروف کیا گیا ہے۔

بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کی خواہش پر پنجاب میں مسلم لیگ کے مشن کو ہام کرنے اور حصول آزادی کی جدوجہد کو تیز تر کرنے کے لیے فوری ۱۹۴۷ء میں لاہور سے انگریزی روزنامہ "پاکستان نائیز" کا آغاز ہوا۔ اس اخبار نے تحریک پاکستان میں بصر پور کردار لا اکیا۔ اس کے پہلے ایڈٹر مسٹنڈنگ تھے۔ یہ اخبار "سول اینڈ ملٹری گزٹ" کی طرز پر چھپتا تھا۔ میاں اقبال الدین اس کے ماں تھے۔ مسٹنڈنگ کے بعد فیض احمد فیض کو پاکستان نائیز کا ایڈٹر مقرر کیا گیا۔ اسی دوران ۱۹۵۸ء کے مارٹل لاء کے نتیجے میں ایک آرڈری ننس کے ذریعے پاکستان نائیز کو حکومت نے لپنی تحویل میں لے لیا۔ اس وقت مظہر علی خاں اس کے ایڈٹر تھے۔ انہوں نے استغفار دے دیا تو احمد علی خاں اس کے ایڈٹر بنے۔ کچھ عرصہ بعد اسے حکومت کی تحویل سے بحال دیا گیا۔ اس وقت زید اے سلمی اس کے چیف ایڈٹر تھے۔ ۱۹۵۹ء میں پاکستان نائیز کا راولپنڈی ایڈٹریشنی بھی مصروف ہو گیا۔ زید اے سلمی کے بعد بر صنیر کے مناز اور بھے ہوئے اردو انگریزی دونوں زبانوں پر یکساں عبد رکھنے والے

صحابی مولوی محمد سعید پاکستان خاتمہ کے ایڈٹر شریعت ہوتے۔ ان کے بعد مشمول فریف چیف ایڈٹر بنے۔ ۱۹۷۲ء سے لے کر آج تک حالات کے مذہبی مسئلے کے گزرا ہوا، جانبِ منزل گامزین ہے۔

پنجاب میں لاہور کے بعد سندھ کے اہم شہر کراچی میں کئی اخبارات ہاری اور بند ہوتے۔ روزنامہ "ڈان" جو دہلی سے ہاری ہوا تھا، قیام پاکستان کے بعد کراچی منتقل ہو گیا۔ دہلی میں اس کے ابتدائی ایڈٹر پوچھن جوڑتھے، جبکہ کراچی منتقلی کے بعد الطاف حسین نے اس کی ادارت سنپھالی۔ "ڈان" کے ادارے، تبصرے اور تجزیے اندر وون اور بیرولڈ ملک برمی دلچسپی سے پڑھتے ہاتے ہیں۔ روزنامہ "ڈان" قیام پاکستان کے بعد پاکستان بیرولڈ پبلی کیشنز کراچی کے تحت شائع ہوتا ہے۔ اسی ادارہ کے تحت معروف پہانچ انگریزی رسالہ "بیرولڈ" بھی چھپتا ہے۔ جسے اندر وون و بیرولڈ ملک فارمین کا و سبع صندوق دستیاب ہے۔

۱۹۷۰ء میں دہلی سے شام کے وقت شائع ہونے والا منحصر اخبار آج پاکستان کا کشیر الاداعت اخبار روزنامہ "جنگ" ہے۔ قیام پاکستان کے بعد میر ظیل الرحمن کی زیر ادارت شائع ہونے والا اخبار "جنگ" دہلی سے کراچی منتقل ہوا تو وفا قی دراں حکومت کی وجہ سے اس اخبار کو ظاصی اہمیت حاصل ہو گئی۔ اس کا صاحب روزنامہ "انعام" دہلی جو اس کے ساتھ ہی پاکستان منتقل ہوا تھا، کئی سال تک کاسیابی کے ساتھ شائع ہونے کے بعد حالات زانہ کا شکار ہوا کر ہمیشہ کے لیے اپنے ابدی انعام کو پہنچ گیا۔ روزنامہ "جنگ" کراچی نے بعد تریج ترقی کی منزلیں طے کرنا شروع کیں۔ کراچی کے بعد راولپنڈی اور کوئٹہ سے بھی اس کے ایڈٹر جاری ہوتے۔ ۱۹۸۱ء میں روزنامہ "جنگ" کی انتظامیہ نے ایک نیا تحریر کی۔ انہوں نے معروف خطاط احمد جمیل مرزا اور برطانوی سونوٹاپ کمپنی کے اشتراک سے تیار ہونے والے "نوری نستعلیقین کمپیوٹر" کو رائج کرنے کے لیے لاہور نے روزنامہ "جنگ" کا اجراء کیا۔ عام خیال بھی تھا کہ آئکھوں کو نہیں خیلے والا کمپیوٹر کا خط نستعلیقین اور نوابے وقت اور مشرق کی موجودگی میں لاہور سے "جنگ" نکلنے کا تجوہ بنایا کام ہو جائے گا لیکن میر ظیل الرحمن کے انشک اور جدت طراز یہی میر ظیل الرحمن نے دن رات ایک کر کے، تمام ترویجیں صرف کر کے تمام اخبارات کے اہم اور نیاپال صحافیوں کو بھاری معاوضہ دے کر "جنگ" لاہور میں جمع کر لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چار رنگوں کی بھترین طباعت کے ساتھ منظر عام پر آنے

وائے "جنگ" لاہور کی نوری نستعلیق بھی لوگوں کی آنکھوں کو مانوس لگنے لگی اور پھر "جنگ" کی تقلید میں روزنامہ نوازے وقت لاہور اور روزنامہ مشرق لاہور نے بھی مونوٹاپ نوری نستعلیق کو اپنا لیا۔ روزنامہ "جنگ" لاہور نے "جنگ فورم" قائم کر کے سیا اور منفرد تحریر کیا۔ اس فورم کے ذریعے زندگی کے ہر شعبہ زندگی سے وابستہ افراد کو نمایاں کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ روزنامہ "جنگ" ان دونوں کراچی، لاہور، راولپنڈی میں اور کوئٹہ کے صلاحدہ لندن سے بھی شائع ہوتا ہے۔ یہ اخبار دی انڈی ہند نیوز پیپر (پرائیویٹ) لمبڈا کے تحت شائع ہوتا ہے جس کے زیر استام معرفت بہت روزہ "اخبار جمال" شام کا "ڈیلی نیوز"، انگریزی کا بہت روزہ "میگ" اور انگریزی روزنامہ "دی نیوز" لاہور، اسلام، کراچی اور نیویارک سے بیک وقت شائع ہوتا ہے۔ "دی نیوز عالمی معیار کا بھترین انگریزی روزنامہ ہے جس میں خبروں کے ساتھ رنگین تصاویر نے اسے پُر کش اخبار بنادیا ہے۔ "دی نیوز" کے ساتھ تحریر باہر روز مختلف شعبہ ہائے زندگی سے وابستہ افراد کے لیے صفحیں میکریں بھی شامل ہوتے ہیں۔

عنایت اللہ مرحوم بانی "مشرق" کی طرح نت نے تبربات کرنے والے معروف صحافی ضیاء شاہد نے روزنامہ نوازے وقت اور روزنامہ جنگ لاہور کے تبربات سے بھر پور استفادہ کرنے کے بعد لاہور سے ایک نیا اخبار بنانے کا تحریر کیا۔ قومی اسلامی کے سابق رکن اور ملکان ڈویٹن کے زیندار اکبر علی بھٹی کے سرماںے سے ضیاء شاہد نے ۲۵ دسمبر ۱۹۹۰ء کو لاہور سے روزنامہ "پاکستان" کا اجراء کیا۔ اس اخبار کا تمام تر گٹ آپ اور لے آؤٹ "جنگ" لاہور کی طرح تھا، جبکہ اس کا ادارتی صفحہ روزنامہ نوازے وقت کی مانند تھا۔ اس طرح ضیاء شاہد نے جنگ اور نوازے وقت دونوں کے قارئین کو ایک ساتھ اپنی جانب متوجہ کیا۔ روزنامہ "پاکستان" نے ایک نئی روایت قائم کی۔ اس نے پہلی بار "پاکستان" کی لوح کے ساتھ ملکی خبروں کے لیے الگ صفحہ اور بین الاقوامی خبروں کے لیے "پاکستان" کی لوح کے ساتھ الگ صفحہ متعارف کروایا۔ قارئین کے لیے یہ ایک نیا اور دلپس تحریر تھا۔ اس انداز کے گٹ آپ نے "پاکستان" کو "جنگ" اور نوازے وقت سے منفرد و ممتاز کر دیا۔ "جنگ" لاہور کی طرح روزنامہ "پاکستان" لاہور نے بھی معروف صحافیوں اور کالم نگاروں کو پُر کش مشاہروں پر ان کی خدمات حاصل کیں۔ آغاز میں ان معروف صحافیوں اور کالم نگاروں میں عبد اللہ ملک،

میب الٹمن شامی اور اثر چہیان شامل رہے ہیں۔ روزنامہ "پاکستان" کی کتابت و طباعت کا معیار روزنامہ "جنگ" لاہور کے برابر ہے۔ اس لیے دونوں میں موازنہ کرنا خاصاً مشکل ہو جاتا ہے۔ روزنامہ "پاکستان" نے ظبی جنگ کے دوران اپنے فوجی مسیرین کے تبصروں اور خبروں کی جدت کی وجہ سے دوسرے اخبارات کے مقابلے میں زیادہ قبل عام حاصل کیا۔ "پاکستان" ابھی ترقی کی منازل ملے کر رہا تاکہ اخبار کے مالک نے چیف ایڈیٹر صیاد شاہد کو اخبار کی ادارت سے الگ کر کے چیف ایڈیٹر کی ذمہ داریاں خود سنپال لیں۔

روزنامہ پاکستان لاہور کی انتظامیہ نے ۲۵ دسمبر ۱۹۹۲ء کو وفاقی دارالعلوم اسلام آباد سے روزنامہ پاکستان کی اشاعت کا آغاز کیا۔ اسلام آباد ایڈیشن کے زیدیٹ نٹ ایڈیٹر قدرت اللہ چودہری، میں جو اس سے قبل روزنامہ نوازے وقت لاہور اور روزنامہ جنگ لاہور میں رہ چکے ہیں اور عملی صافت کا وسیع تر پر رکھتے ہیں۔

روزنامہ پاکستان کے ادارتی صفات پر مستقل کالمون میں دینی تعلیمات پر مبنی ابوالحسنین کا کالم تعمیر ملت ہے جبکہ تلح نوافی، راوی نامہ بھی مستقل سلسلے ہیں۔ جحمد ایڈیشن، ہفت روزہ "تصیر پاکستان" کے نام سے شائع ہوتا ہے۔ ۲۲ صفات پر مشتمل اس ایڈیشن میں ملک کی سیاسی، معاشری اور معاشرتی سائل اور آرٹ و ثقافت کے حوالے سے تحریریں شائع کی جاتی ہیں۔

روزنامہ نوازے وقت لاہور، روزنامہ جنگ لاہور اور روزنامہ پاکستان لاہور میں اپنی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کرنے اور ان اخبارات کے مالکان کے رونیے سے نالال ہو کر ملک کے معروف اختراع پسند صافی صنایاد نے کارکن صافیوں اور عام لوگوں سے حص کے ذریعے سرمایہ جمع کر کے بستمبر ۱۹۹۲ء کو لاہور، اسلام آباد اور مظفر آباد (آزاد کشمیر) سے "خبریں" کے نام سے روزنامے کا اجرا کیا۔ لاہور اور راوی بندی اسلام آباد میں بھلے سے موجود حکم اردو اخبارات روزنامہ جنگ اور روزنامہ نوازے وقت کی موجودگی میں کمی اور پرچے کا چنانا مشکل ہی نہیں، نامکن بھی نظر آتا تا لیکن جدت پسند صنایاد نے کارکن صافیوں کی آن شک سیم کے ساتھ "جمان علم، وہاں خبریں" کے ماثو کے تحت معاشرے کے پر ہوئے طبقات کی آواز بلند کرنے کا آغاز کیا۔

روزنامہ "خبریں" کے اسلام آباد ایڈیشن کے مدینہ زنٹ ایڈیٹر خوشنود علی خال میں

جو ضیاء شاہد کے درستہ اور ہر مسئلہ گھری کے ساتھی رہے، ہیں۔ انہوں نے محدود وسائل کے باوجود روزنامہ خبریں کو اسلام آباد کا معروف اخبار بنالیا ہے۔ "خبریں" کی لوح پر یہ لکھا ہوا ہے۔ "باقاعدہ تصدیق شدہ اشاعت، اسلام آباد سے شائع ہونے والا سب سے بڑا اردو اخبار"۔

روزنامہ خبریں کے ادارتی صفحہ پر جو مستقل کالم شائع ہوتے ہیں ان میں ابوالاہم برلاس کا دینی کالم "روشنی" رفیق باجودہ کا سیاسی کالم "توہج طلب" معروف سیاسی کارکن اور صاحب طرز ادب حسن نثار کا "چورلہا" مراجعہ ادب کی مقابلہ شخصیت ضمیر جغری کا کالم "ضمیر حاضر، ضمیر غائب" مہمنہ مشتمل صافی بیدار بنت کا کالم "بلاغ عنوان" کارنین کی دلپی کا باعث بنتے ہیں۔ اس کے علاوہ اخبار کے صفحہ دو پر عدنان شاہد کا مستقل کالم "رد عمل" بھی خاصاً مقبول ہے۔

روزنامہ "خبریں" کا ہفتہوار ایڈیشن، ہفت روزہ "صحافت" کے نام سے شائع ہوتا ہے۔ یہ لاہور سے طبع ہو کر اسلام آباد اور مظفر آباد کے ایڈیشنوں کے ساتھ قسم ہوتا ہے۔ آغاز میں اس ایڈیشن کے ایڈیٹر خالد یزدانی تھے جنہوں نے ایک سال سے زیادہ عرصہ تک ہر ہفتے "صحافت اور صحافی" کے عنوان سے معروف صحافیوں سے صحافت کے مختلف پہلوؤں اور خود ان کی نبی و صحافتی زندگی کے حوالے سے ولپ اور معلوماتی انسرویور کا سلسہ جاری رکھا۔ اب اسی عنوان کے تحت ہفتہوار ایڈیشن کے نئے ایڈیٹر سلیم چودھری اپنے فٹی ایڈیٹر ہمایوں سلیم "صحافت اور صحافی" کے مقابلہ سلسلے کو جاری رکھے ہوتے ہیں۔

روزنامہ خبریں نے لاہور، اسلام آباد اور مظفر آباد (آزاد کشمیر) کے بعد اپنی اشاعت کا دائروہ پنجاب کے صنعتی شہر شیخوپورہ تک پڑھا دیا ہے۔ پاکستان کی صحافتی دنیا میں دوڑتے اخبارات "جنگ" اور "نوائے وقت" کی موجودگی میں کسی نئے پرچے کا جل نکلتا اور کامیابی سے چل نکلتا بڑی خوش آئند بات ہے اور اس کا کریڈٹ بلاشبہ ضیاء شاہد کو جاتا ہے۔

## صحافتی ترقی

سانس اور ملکنا لوچی کی ترقی نے جہاں دیگر شعبہ ہائے زندگی کو ہام عروج تک پہنچایا ہے، وہیں صحافت نے بھی سرعت کے ساتھ ترقی کی ہے۔ ایک عشرہ پہلے تک صحافت کو

دستیاب سولتوں کے مقابلے، آج کی تیز رختار ترقی نے اخبارات و رسائل کو جس سطح پر پہنچا دیا ہے، اس کا چند برس پہلے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ خبروں کی تسلی نے انتہائی سرعت اختیار کر لی ہے۔ کسی دور میں اخبارات کے دفاتر میں شور مچانے والے پرانے زمانے کے ملکی پرنٹرز رکھتے ہوتے تھے لیکن آج ملکی پرنٹر کے علاوہ ریڈیو مانیشرنگ اور ٹی وی مانیشرنگ سے بڑھ کر فیکس نے جگہ لئی ہے۔ اس کے ذریعے ہزاروں میل دور میں میں لکھا ہوا کاغذ رکھتے، اسی لئے ہزاروں میل دور ہو ہواں قسم کا لکھا ہوا کاغذ آپ کے ہاتھ میں ہو گا۔ اس طریقہ ریجاد نے اخباری دنیا میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔

کسی دور میں اخبارات میں خبروں کی صحت و معیار کو ترجیح و اہمیت دی جاتی تھی لیکن اب خبروں کی صحت و معیار کی بجائے ظاہری رنگ و روپ پر زیادہ توجہ دی جانے لگی ہے۔ اخبارات کے درمیان مقابلے اور مسابقت نے اخبارات کے صفحات کو رنگوں کی برسات میں نہلا دیا ہے۔ اس سلسلہ میں روزنامہ جنگ اور دی نیوز کو سبقت حاصل ہے۔

قیامِ پاکستان سے پہلے اخبارات کے ادارے اور تحریریں جدوجہد آزادی سے عبارت ہوتی تھیں۔ سماجی و معاشرتی سائل پر بہت کم لکھا جاتا تھا لیکن اب اخبارات کے اداروں میں خاصاً توازن موجود ہے۔ طویل اداروں کی بجائے تین چار اہم موضوعات کو ادارے اور ادارتی نوٹ میں سویا جاتا ہے۔ اب سیاسی، معاشرتی اور دیگر موضوعات کو اداروں میں شامل کیا جاتا ہے۔

بیرونی دنیا کی طرح اب پاکستان میں بھی طباعت و اشاعت کے ایک ادارے کی جانب سے کئی کئی اخبارات و رسائل جاری کیے جا رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں روزنامہ جنگ، روزنامہ نوازے وقت، روزنامہ مشرق، روزنامہ پاکستان اور روزنامہ خبریں نمایاں ہیں۔ جدید سولتوں نے کئی کئی شہروں سے ایک اخبار کی بیک وقت اشاعت کو بہت آسان بنادیا ہے۔

اخبارات میں پہلے کبھی کبھار تواروں اور خاص ایام کے موقع پر خصوصی ایڈیشن شائع ہوا کرتے تھے لیکن اب ہر بڑا اخبار روزانہ خاص ایڈیشن جو چار رنگوں پر مشتمل ہوتا ہے، باقاعدگی سے شائع کرتا ہے۔ جنگ، نوازے وقت، مشرق، پاکستان اور خبریں کا ایڈیشن عموماً ہفتہ کے روز ملکی سیاسی صورتِ حال پر مشتمل ہوتا ہے۔ اتوار کے دن کھلیلوں اور کھلڑیوں کا

ایڈیشن ہوتا ہے سو موار کو خواتین کا ایڈیشن ہوتا ہے۔ مگل کو طلبہ و طالبات کے لیے ایڈیشن چھپتا ہے۔ بُدھ کے روز بچوں کے لیے رنگین ایڈیشن ہوتا ہے۔ جمعرات کو دینی و علمی ایڈیشن ہوتا ہے۔ جبکہ جمعہ کے روز ۲۳ صفحات پر مشتمل مکمل رسائل کی طرز پر جمعہ میگزین ہوتا ہے۔

ماضی میں اردو اخبارات میں کبھی کبھار ایک آدھ تصور چھپ جایا کرتی تھی لیکن آج کے دور میں بلیک اینڈ واٹ تصور تو ایک طرف، رنگ بکھیرتی تصور میں ہر روز قارئین کو اپنی جانب متوجہ کر رہی ہوتی ہیں۔ مادیت اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی دوڑنے اخبارات نے سنبھیدہ مزاج کو بُری طرح متاثر کیا ہے۔ تصوروں کی تعداد اور جدت میں دن بہ دن اضافہ ہی ہوتا ہے۔

مکالم میں خواندگی کی شرح اگرچہ قبلِ رشک نہیں ہے لیکن پھر بھی قیامِ پاکستان سے لے کر اب تک پڑھے کئھے طبیعے میں خاصاً اضافہ ہوا ہے، اسی حساب سے اخبارات کی اشاعت میں بھی اضافہ ہوا ہے اور اخبارات و رسائل کی تعداد میں بھی غیر معمولی اضافہ ہوا ہے، اخبارات و رسائل نے جدید طرزِ طباعت اور ٹیکنالوجی کے دوسرے ذرائع کو استعمال کر کے اخبارات کو پُر کش اور دلپیپ بنادیا ہے۔ اس لیے اب ماضی کے مقابلے میں بعض اخبارات کی تعداد ہزاروں سے بڑھ کر لاکھوں تک جا پہنچی ہے۔

ایک دور تھا جب کسی کو کرنے کے لیے کوئی کام نہیں ملتا تھا تو وہ کسی اخبار یا رسائل سے وابستہ ہو جاتا تھا اور سالہا سال قلیل معاوضے پر مالکان کے استھان کا شکار ہوتا رہتا تھا، لیکن آج کے دور میں جماں صحفت نے دوسرے شعبوں میں ترقی کی ہے۔ وہیں اچھے اور معیاری اخبارات و رسائل نے اپنے ملزمان کو مراعات سے بھی فوڑا ہے۔ اس سلسلہ میں حکومت کی جانب سے قائم شدہ ویج بورڈ ایوارڈ نے کارکن صحافیوں کے مذاہات کے تحفظ کے لیے پیغامی کروار ادا کیا ہے۔ اب صحفت میں زیادہ تر تعلیم یافتہ اور تربیت یافتہ افراد کی آمد کا رحمان بڑھتا جا رہا ہے۔

ماضی میں سیاسی و سماجی نویعت کے اخبارات کے ساتھ ساتھ خالص مراجعہ اخبارات بھی شائع ہوا کرتے تھے۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ مراجعہ اخبارات نے دم توڑ دیا، جبکہ اس کی جگہ عام اخبارات میں فکاہی کاملوں نے لے لی ہے۔ نصر اللہ خاں کا "آداب عرض" -

مبہبِ الظمن شایی کا "جلسہ عام"، عبد القادر حسن کی "غیر سیاسی پاتیں" روزنامہ جنگ کی زندگی ہیں۔ روزنامہ نوائے وقت میں عظام الحنف قاسی کا کالم "روزنِ دیوار" نے "اور سررا ہے" عوام کی دلپیچی کا باعث ہیں، اسی طرح دیگر اخبارات بھی فکاہی کالوں کو نمایاں جگہ دیتے ہیں۔

آج کا دور کاروبار کا دور ہے، جس طرح جنرل سٹور کا مالک، گاہکوں کی ضروریات کا تمام سامان اپنے ہاں رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح اخبارات بھی ہر مراجع کے قارئین کے ذوق طبع کے لیے ایک وقت میں کئی چیزوں کو اپنے صفحات پر سجائے کی کوشش کرتے ہیں۔ صنعت و حرف اور تجارت کی خبروں کے لیے الگ سے صفحہ مخصوص کیا جاتا ہے۔ کھیلوں کے لیے ہفتہوار نگین ایڈیشن کے علاوہ ہر روز کھیلوں کی تازہہ خبروں کی فراہمی کے لیے بھی ایک گوشہ محفوظ کیا جاتا ہے۔ فلی ادا کاروں اور ادا کاروں کی سرگرمیوں اور صروفیات سے بھی عوام پسند اخبارات روزانہ کچھ سڑک پر ضرور شائع کرتے ہیں۔

صنعت و تجارت کے فروع کے لیے پرانیویں کاروباری ادارے اور حکومت اپنی پالیسیوں کی تحریر کے لیے اخبارات کو فریدہ بناتی ہے۔ موجودہ جموروی دور میں وزیروں کے دورے، وزراء اعلیٰ کے استقبالیے اور وزیراً عظم کے جلسے جلوسوں کی ہر ممکن تحریر کے لیے روپیہ پانی کی طرح بھایا جاتا ہے۔ آج کے دور میں روپے کے اس بہاؤ کا رخ اشتہارات کی صورت میں اخبارات کی چاہب بھی ہوتا ہے۔ بڑے اخبارات میں خبریں کم اور اشتہار زیادہ ہوتے ہیں۔ اشتہارات کی اس بھرمار نے اخبارات کا مراجع خالص کاروباری بنادیا ہے۔ اس کے نتیجہ میں پہنچنے کے حصول کی نہ ختم ہونے والی دور طور پر ہو جکی ہے۔

موجودہ دور میں اخبارات کے درمیان مقابلہ و مسابقت کا رحیان بھی بڑھتا جا رہا ہے۔ سب سے پہلے خبر کی اشاعت کا باقاعدہ مقابلہ ہوتا ہے۔ اپنے حلقوں میں اعتماد کے لیے تازہہ ترین خبروں کے حصول کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں قارئین کو زیادہ سے زیادہ اور تازہہ خبریں پڑھنے کو ملتی ہیں۔ اندروں اور بیرون ملک خبروں کے حصول کے لیے تمام تر ممکنہ ذرائع کو استعمال کرنے کا رحیان بڑھتا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ میں الاقوامی سطح پر شائع ہونے والے اخبارات و رسائل کے اعلیٰ معیار اور گٹ آپ کو اپنانے کی وجہ سے قوی سطح کے اکثر اخبارات کا معیار میں الاقوامی سطح پر شائع ہونے والے اخبارات و رسائل کے

قریب تر ہو گیا ہے۔

پاکستان میں روزانہ صحافت کے ساتھ ساتھ ہفتہ وار اور ماہانہ رسائل نے بھی خوب ترقی کی ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اس وقت تک بھر میں تین ہزار کے قرب ہفت روزے اور ماہانہ رسائل شائع ہو رہے ہیں جبکہ اخبارات کی تعداد اس کے مقابلے میں کمیں کم ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عوام میں روزانہ اخبارات کے علاوہ ہفتہ وار اور ماہانہ رسائل میں دلچسپی کا رحیم موجود ہے۔

پاکستان کے شعبہ آٹھ بیورو آف سرکولیشن کے مطابق جون ۱۹۹۳ء تک تک کے چاروں صوبوں سے مختلف زبانوں میں شائع ہونے والے ان اخبارات و رسائل کی تعداد اشاعت دی جا رہی ہے، جو ہر چھ ماہ کے بعد کے تناضے پرے کرتے ہیں۔

### • روزانہ اخبارات : (چاروں صوبوں میں)

= اردو زبان میں: ۱۹۶:

= انگریزی زبان میں: ۲۵:

= سندھی زبان میں: ۱۳:

= پشتو زبان میں: ۲:

### • ہفتہ وار اور ماہانہ رسائل (چاروں صوبوں سے)

= اردو زبان میں: ۶۰۶:

= انگریزی زبان میں: ۸۶:

= سندھی زبان میں: ۲۳:

= پشتو زبان میں: ۳:

- اس طرح سے اردو، انگریزی، سندھی اور پشتو زبان میں شائع ہونے والے یافتر روزانہ اخبارات کی کل تعداد ۲۳۶ ہے۔

- جبکہ اردو، انگریزی، سندھی اور پشتو زبان میں یافتر ہفتہ وار اور ماہانہ رسائل کی کل تعداد ۷۲۲ ہے۔

- ادیٹ بیورو سرٹیفکیٹ (۰) کے حامل روزانہ، ہفتہ وار اور ماہانہ ۹۵۸ اخبارات و رسائل کی میں تعداد اشاعت ۳۵ لاکھ ۷۲ ہزار اور ۷۸۵ (۳۵، ۷۲، ۷۸۵) ہے۔ اسی طرح سے۔

## پاکستان پریس ڈائریکٹری ۱۹۹۳ء کے مطابق۔

پاکستان کے چاروں صوبوں، پنجاب، سندھ، سرحد، اور بلوجستان سے ان دونوں جو روزانہ، ہفتہ وار، ماہانہ، سماہی، شماہی اور سالانہ جرائد و اخبارات شائع ہو رہے ہیں، ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۲۱۲	روزانہ اخبارات:	-
۶۸۸	ہفتہ وار رسائل:	-
۲۰۲	پندرہ روزہ رسائل:	-
۱۲۱۲	ماہانہ رسائل:	-
۱۲۳	سماہی اور سالانہ رسائل:	-

ان اخبارات و رسائل میں بڑی تعداد ایسی ہے جو بقول شاعر ہر چند کہ کہیں، میں کہ نہیں، کے مترادف ہے۔ جنوری ۱۹۸۹ء میں حکومت کی جانب سے ڈیکلنشن کے حصول میں حائل تمام رکاوٹیں دُور کرنے کا تیجہ یہ لٹکا کہ کوچوانوں اور ریڈھی بانوں تک نے "ایسا اور اپنے خاندان کا نام روشن کرنے کے لیے" اخبارات و رسائل کے ڈیکلنشن حاصل کر لیے ہیں۔ ان اخبارات و رسائل کی بہت بڑی تعداد چند شماروں کی اشاعت کے بعد "وہنی" کے قابل میں داخل گئی ہے۔

## مسائل صحافت

قیامِ پاکستان کے بعد جہاں اخبارات و رسائل کو بتدیریع وسائل دستیاب ہونے، اسی طرح انہیں بے شمار مسائل و مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑ رہا ہے۔ پاکستان جمیوری نظام کے ذریعے لا الہ الا اللہ کی بنیاد پر حاصل کیا گیا لیکن یہ بڑی ستم ظریفی کی بات ہے کہ باقی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کے انتقال کے بعد جنی رہنماؤں کے ہاتھ میں اقتدار کی باغ ڈور آئی،

وہ اپنے آپ کو اسلام اور جمیوریت کے قیام و نخاذ کا اہل ثابت نہ کر کے جس کے نتیجہ میں محلاتی سازشوں کے ذریعے صبح و شام بر سر اقدار لوگوں کے چہرے بدلتے گئے۔ ایسے میں سکندر مرزا کے ایمان پر جنرل محمد ایوب خاں نے اکتوبر ۱۹۵۸ء میں مارشل لام ناقذ کر دیا۔ مارشل لام نے نواز نیدہ جمیوریت کی بساط پہبیٹ کر کر دی اور سیاستدان "ایبدھ" کا تختہ سجائئے گوں کھدروں میں چھپ گئے۔ کئی سال کے بعد مارشل لام کی پابندیوں میں مارشل لام کی جانب سے نرمی اور ۱۹۶۲ء کے آئینے کی متغیری کے بعد "بنیادی جمیوریت" (بی ڈی سسٹم) رائج ہوا، اس نظام میں بھی سیاسی تکھنیں بدستور موجود تھیں۔ اخبارات و رسائل مسلم پابندیوں اور رسائل و مشلات کا شکار چلے آ رہے تھے کہ ۱۹۶۹ء میں صدر ایوب خاں کے خلاف زبردست عوای تحریک کا آغاز ہوا جو ایوب خاں کی حکومت کی معزولی پر منتج ہوئی۔ اس معزولی کے نتیجہ میں ایک اور مارشل لام ملک و قوم پر سلطہ کر دیا گیا۔ ۱۹۷۰ء میں جنرل یعنی خاں نے عام انتخابات کے انعقاد کا اعلان کیا تو اخبارات و رسائل کو مادر پدر آزادی دے دی گئی جس کے نتیجہ میں اہلک و کردار کی دھیان سر عام اڑنے لگیں۔ شرفاء کے ہیے اخبارات و رسائل کا مطالعہ ملکی ہو گیا۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات اگرچہ پاکستان کی تاریخ کے پہلے منصفانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات تھے لیکن یہ انتخابات مشرقی و مغربی پاکستان میں ہمیشہ کے لیے جداً اور سقط و خاک کا کافر یہ بنتے۔ مشرقی پاکستان، بھگد دیش بنا اور مغربی پاکستان، "نیا پاکستان" بن گیا۔ اس نے پاکستان میں جماں سول مارشل لام ایڈمنیسٹریٹ کے روپ میں شری آزادیوں پر قد علم لگایا گیا، وہیں اخبارات و رسائل کی آزادی کو بھی محدود کر دیا گیا۔ اخبارات و رسائل کی بندش اور مدیران اخبارات و رسائل کو پابند سلاسل کرنا معمول بن گیا۔

جو لالیٰ ۱۹۷۰ء میں اس "نئے دور" کے خلاف، عام انتخابات مارچ ۱۹۷۱ء میں دھاندیوں کے الزمات کی بنیاد پر زبردست عوای تحریک نظام مصطفیٰ کے نام پر چلانی گئی۔ حزب اقتدار اور حزب اختلاف میں خانہ جنگی کی نوبت آئنے سے ذرا پہلے، تیسرے مارشل لام نے اہل پاکستان کا استقبال کیا۔ جنرل محمد ضیام الحق نے دستوری مدت ۹۰ دن کے اندر عام انتخابات کروائے بیر کوں میں واپس جانے کا اعلان کر کے سند اقتدار سنبھالی لیکن وہ ۹۰ دن، ۱۹۷۰ء سے طویل تر ہوتے چلے گئے۔ اس دور میں بھی تاپابندیہ اخبارات و رسائل کا گلگھوٹنا گیا۔ کئی صحافیوں اور مدیران کو "سرکاری مہمان" بتئے کا اعزاز حاصل ہوا۔

اگست ۱۹۸۸ء میں صدر ضمایہ المعنی فضائی حادثہ میں اپنے ماں کھٹکی سے جا ملے تو سینٹ کے چیئرمین غلام اسحاق خال نے قائم مقام صدر کا عہدہ سنپھال کر ٹکران حکومت کے قیام کا اعلان کیا۔ اس ٹکران حکومت کے وزیر الاتصالات و نشریات الہی بخش سورو نے سینٹ کی سینئنڈگ کمیٹی کی سفارشات کی روشنی میں آزادی صحت کا نیا انصاف طیار کروایا، جسے ستمبر ۱۹۸۸ء میں رسوائے زمانہ پر مس لندن پبلی کیشنز آرڈی نس ۱۹۶۲ء کی جگہ صدارتی آرڈیننس کے طور پر جاری کیا گیا۔ دسمبر ۱۹۸۸ء میں بے نظیر بھٹو نے عام انتخابات میں کامیابی کے بعد اقتدار سنپھالا تو یکم جنوری ۱۹۸۹ء کو اس صدارتی آرڈیننس کو نافذ کر دیا۔ یوں قیام پاکستان کے بعد پہلی بار اخبارات و رسائل کو آزادی میسر آئی۔ آزادی تحریر اور طباعت و اشاعت نواز شریف کے دور حکومت میں بھی موجود ہی لیکن اس کے باوجود بھی پاکستانی صحت مختلف قسم کی مشکلات اور رسائل سے دچار رہی۔ جن کا نہ کردہ بے چلنہ ہو گا۔ اخبارات و رسائل کی بغا کے لیے اشتہارات ریڑھ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اخبارات کے زیادہ تر اخراجات اشتہارات کی آمدنی سے پورے کیے جاتے ہیں، جنوری ۱۹۸۹ء سے ڈیکلائرشن کے حصول میں غیر معمولی آسانیوں سے جہاں اخبارات و رسائل کا سیلا ب بلا خیز آیا، ویسے اشتہارات کا سندھ سنگین صورت حال اختیار کر گیا ہے۔ سرکاری اور غیر سرکاری اشتہارات اتنی زیادہ تعداد میں نہیں ہوتے کہ تمام اخبارات و رسائل کو دیے جا سکیں، اس لیے بے شمار نئے نئے والے اخبارات و رسائل اشتہارات کے بنیاد پر تورتے چار ہے: ہیں۔

ماجنی میں اشتہارات کی طرح اخباری کاغذ (نیوز پرنٹ) پر بھی حکومتی کنٹرول ہوتا تھا جس کے نتیجہ میں بڑے بڑے اخبارات کے مالکان اور اسلامیہ کو اخباری کاغذ کے کوٹ کے حصول کے لیے حکومت کے سامنے جھکنا پڑتا تھا۔ بعض چھوٹے اخبارات کے "بڑے" مالکان، حکومت سے کاغذ کے کوٹے کا پرم حاصل کر کے کئی گناہ زیادہ قیمت پر پیپر مار کیشوں میں فروخت کر دیتے تھے۔ ۱۹۸۹ء میں بے نظیر دور حکومت میں اخبارات کے مالکان کو اپنی ضرورت کے مطابق کچھ عام اخباری کاغذ ملکوں نے کا احتیار مل گیا لیکن ایک بار پھر ان خطوط پر سوچا جا رہا ہے کہ نیوز پرنٹ کے سلسلہ میں عام درآمدی پالیسی کے بجائے کوٹ سسٹم رائج کر دیا جائے۔ اگر اس تجویز پر عملدر آمد ہوا تو اخبارات کی شرگ (اخباری کاغذ) حکومت کے رحم و کرم پر ہو گی۔

اخبارات اور حکومت ہر دور میں ایک دوسرے کے رقیب رہے، میں۔ اخبارات کوئی ایسا موقع باتھ سے نہیں جانے دیتے، جس سے حکومت کی پالیسیوں کو ہدف تنقید بنایا جاسکے جبکہ حکومت کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ عوام "کوب اچا ہے" کی لوری سننا کر سلاادیا جائے۔ بسا اوقات اس سلسلہ میں اخبارات اور حکومت دونوں ہی افراط و تفرط کا شکار ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے اخبارات کو مشکلات اور حکومت کو نہ امت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسے میں حکومت اپنا مخصوص حربہ "پریس ایڈوائس" استعمال کرتی ہے۔ پریس ایڈوائس، اخبارات کے مالکان کے نزدیک آزادی اظہار رائے کی خلاف ورزی ہے لیکن یہ سلسلہ ہر دور میں کسی نہ کی صورت میں چاری رہتا ہے۔

عراق ایران جنگ اور پھر عراق کوست تنازعہ کے نتیجہ میں تیل کا بحران پیدا ہوا۔ اس بحران نے دنیا بھر میں مسلحائی کی شدت میں بے پناہ اضافہ کر دیا ہے۔ غلبی جنگ میں جو چند ممالک زیادہ متاثر ہوئے ان میں پاکستان سر فہرست ہے۔ اس جنگ کے نتیجہ میں جہاں اشیائے خود رفتی میں بے پناہ اضافہ ہوا، وہیں دیگر ضروریات زندگی کی قیمتیں بھی آسان سے باقی کرنے لگیں۔ اس سلسلہ میں اخبارات کے پرمنگ پریسوں میں استعمال ہونے والی بنیادی ضروری اشیاء میں بھی غیر معقول اضافہ ہوا، جس کی وجہ سے اخبارات کو ناروا بوجھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اخبارات کے مالکان نے اگرچہ قارئین سے پوچھے بغیر اخبارات کی قیمتیں میں اضافہ کر دیا ہے لیکن ہر روز چار رنگ کی پرمنگ ہر اخبار کے بس کی بات نہیں رہی۔ اگر یہ سلسلہ چاری رہا تو اخبارات کے مالکان قیمتیں میں اضافہ کر کے غریب قارئین پر مزید بوجھ لادنے کی کوشش کریں گے۔ اس کے نتیجہ میں قارئین کی تعداد میں کمی واقع ہو گی اور اخبارات بدستور مشکلات سے دوچار میں گے۔

پاکستان اُن ممالک میں شامل ہے جہاں کے اخبارات کی تعداد اشاعت بڑی محدود ہوتی ہے۔ پاکستان ایشیا کا واحد ملک ہے جس کی فوج خواندگی سب سے کم ہے۔ جب پڑھے لکھے لوگ کم ہوں گے تو اس کا اثر لازماً اخبارات کی اشاعت پر بھی ہو گا۔ جب تک حکومت سنبیدگی کے ساتھ فوج خواندگی میں اضافہ کے اقدامات نہیں کرتی۔ اس وقت تک اخبارات کی سر کو لیشیں میں اضافہ مثل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔

پاکستان میں اخبارات کی تقسیم کافر سودہ نظام ابھی تک رائج ہے۔ دوسرے شروں

کو اخبارات کی ترسیل کے لیے بندھل بنا کر بیوں کے اڑوں اور ریلوے اسٹیشنوں کے پلیٹ فارم نکل پہنچا دیے جاتے ہیں اس کے بعد ان کا منزل مقصود نکل پہنچنا متعلقہ بس ڈرائیور یا رسیل کے عملہ کے رحم و کرم پر ہوتا ہے، کئی بار تو اخبارات کے کئی بندھل راستے ہی میں گم ہو جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے متعلقہ شہر یا قصبه کے لوگ اس روز اخبار کے مطالعہ سے محروم رہتے ہیں۔ اسی فرسودہ نظام کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے تاکہ قارئین بروقت اخبارات سے استفادہ کر سکیں۔

جس طرح سمندر میں بڑی مچھلیوں کی موجودگی میں چھوٹی مچھلیوں کی زندگی ہمیشہ خطرے میں رہتی ہے اسی طرح اخباری دنیا میں چند بڑے اخبارات کی موجودگی میں چھوٹے اخبارات کو پہنچنے کا موقع نہیں ملتا۔ حکم وسائل کے ساتھ رنگوں کی قوس قزح کے بغیر اخبار آج کے دور میں کون خریدتا ہے۔ اخبار نکالنا اب مٹن کی بجائے کاروبار بن گیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں حکم وسائل اور مشتری جذبہ کے ساتھ اخبار نکالنا اور اسے جاری رکھنا جوئے شیر لانے سے بھی زیادہ مشکل ہو چلا ہے۔

یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ جتنا بڑا اخبار ہوتا ہے اس کے ماکان کا دل اتنا ہی چھوٹا ہوتا ہے۔ بڑے اخبارات کے ماکان کی اکثریت اس سوچ کی حامل نظر آتی ہے کہ اخبار کو مقبول بنانے کے لیے کارکن صحافیوں کی تمام تر صلاحیتوں سے استفادہ کیا جائے لیکن جب ان صحافیوں کے حقِ محنت کی ادائیگی کا معاملہ آتا ہے تو ان کی تجویزوں کے مُنْسَکوں نے لگتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کارکن صحافیوں میں بددلی پیدا ہوتی ہے اور وہ جواب آک غزل کے طور پر اپنی صلاحیتوں کا بصر پورا استعمال نہیں کرتے۔ اس کا نتھاں جمال اخبار اور اس کی انتظامیہ کو ہوتا ہے، وہیں اخبار نویس کی صلاحیتوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے اور ایک وقت آتا ہے کہ وہ عنوان معطل بن کر رہ جاتا ہے۔

آج کا دور ایک شرائیک میڈیا کا دور ہے۔ ریڈیو، ٹی وی اور فلم کے بعد وڈیو نے پرنٹ میڈیا کو محدود کر دیا ہے۔ وڈیو نے نئی اور پرانی نسل دونوں کو اپنے حصار میں لے رکھا ہے۔ پی ٹی وی تو منصوص اوقات میں چلتا تھا لیکن اب سی ایں ایں کی جو بیس گھنٹے کی مسلسل نشریات اور ڈش انسٹیٹوں کی بدولت لوگوں کا سارا وقت کسی اور ہی دنیا میں صرف ہونے والا ہے۔ ایسے میں اخبارات و رسائل پڑھنے کا کسے ہوش اور فرصت ہے۔ وڈیو اور غیر ملکی ٹی وی

اسٹینجنوں کی مسلسل نشریات نے اخبارات کی سرکولیشن کو متاثر کیا ہے۔ اس کے علاوہ اخبارات کی باہمی مسابقت و رقابت، اخبارات کی سرکاری و نجی ملکیت کا مسئلہ، اخبارات کی انتظامیہ کا صحافیوں سے ناروا اسلوک اور کئی دوسرے عوامل اخبارات و رسائل کی ترقی و ترویج میں سدراہ، ہیں۔ جب تک ان بینیادی مسائل پر قابو نہیں پایا جائے گا اخبارات و رسائل اکیسویں صدی کے چینجنوں کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔

## باب ہفتہم

# صحافت کے اہم پریس سسٹم کا مختصر جائزہ

اس کائنات رنگ و بُو میں انسان نے جب سے مل جل کر ہبنا شروع کیا اور ریاست کا پاصلہ و جود عمل میں آیا تو اسی دن سے آزادی اظہار پر پابندیوں اور حدود و قیود کا سلسہ چل تکلا۔ صدیاں گزرنے کے باوجود یہ مسئلہ پہلے دن کی طرح آج بھی لامحل چلا آ رہا ہے۔ آزادی اظہار کی حدود و قیود میں توازن اور عدم توازن کا سلسہ ہر دور میں بنتا اور بگشراہا سے۔ ریاست کی ابتدائی غیر مذب شکل و صورت سے لے کر آج کے مذب دور میں یہ مسئلہ کسی نہ کسی صورت میں حکرانوں اور عوام کے درمیان وجہ زیاد بن رہا ہے۔ اسی کے نتیجہ میں مختلف ادوار میں مختلف نظریہ ہائے ابلاغ نے جنم لیا۔

ماضی اور آج کے دور میں جن نظریہ ہائے ابلاغ کو فوج حاصل ہوا، ان میں مقتدرانہ نظریہ ابلاغ، تصور آزادی پر بُنی نظریہ ابلاغ، سماجی ذمہ داری کا نظریہ ابلاغ اور کمیونٹ نظریہ ابلاغ نامیاں طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ اسلامی نظریہ ابلاغ کو ظہور اسلام سے لے کر خلافت راشدہ کے دور تک عروج حاصل رہا لیکن جیسے ہی خلافت، ملوکیت میں اور پھر آمریت میں تبدل ہوئی تو اسلام کا آفاقی نظریہ ابلاغ بھی پس پشت ڈال دیا گیا۔

یہاں ہم ان تمام نظریہ ہائے ابلاغ کا اختصار سے جائزہ لیں گے، جنہوں نے انسانی معاشرے پر دور میں اثرات مرتب کیے ہیں۔

### • مقتدرانہ نظریہ ابلاغ (Authoritarian concept of communication)

مقتدرانہ نظریہ ابلاغ کا آغاز پندرہویں صدی عیسوی میں ہوا اور سترہویں صدی تک یہ نظریہ مختلف معاشروں میں عروج حاصل کر چکا تھا۔ اس نظریہ کے بانیوں میں سب سے پہلا نام الفاظطون کا آتا ہے۔ میکاولی، ہابز اور ہیگل اس کے نقشِ قدم پر چلنے والے تھے۔ اس نظریہ کے مطابق، ریاست میں آزادی کا تصور یہ ہونا چاہیے کہ تمام ت اختیارات عوام کی بجائے

ریاست کو حاصل ہوں اور وہ ہر معاٹے میں سیاہ و سفید کی مالک ہو۔ اس نظریہ میں حکمرانی کا تصور یہ تھا کہ کچھ لوگ پیدائشی طور پر برتو بالاتر ہوتے ہیں، اس لیے دوسروں پر حکمرانی کرنا ان کا پیدائشی حق بتتا ہے، اسی لیے اتحادار چند مخصوص افراد کے ہاتھوں میں رہتا ہے، جو نسل در نسل حکومت کرتے ہیں۔ اس نظریہ میں اتحادار کے حق دار صرف وہی لوگ ہیں جو مرتبے حیثیت، طاقت اور دولت میں دوسروں سے برتو بالاتر ہیں۔

افلاطون کے مطابق۔ "اگر ریاست میں اختیارات کو بہت سے افراد میں تقسیم کر دیا جائے تو ریاست کا زوال شروع ہو جاتا ہے، اس لیے حاکم کو چاہیے کہ ریاست کے استسلام میں عوام کے عمل و خل کو محدود کر دے۔"

مقندرانہ نظام میں ابلاغ کے تمام ذرائع کو اس نقطہ نظر سے کنٹرول میں رکھا جاتا ہے کہ ریاست کے قومی مقاصد کے حصول کی جدوجہد میں پریس کی مداخلت سے باز رکھا جائے۔ یہ ایک منفی پالیسی تھی جو سوابوں صدی عیسوی میں ٹیوڈروں کے دور میں انگلستان میں اختیار کی گئی۔ اس کا مقصد مخصوص افراد کی اتحادار پر اجارہ داری کو مضبوط کرنا تھا۔ اس نظریہ کو جہاں بادشاہوں اور حکمرانوں نے پروان چڑھایا، وہاں مذہبی رہنماؤں نے بھی اسے اپنے حق میں بہتر ہانا جس کے نتیجہ میں پاپائیت نے بے حد مقبولیت حاصل کر لی۔ پادریوں نے اپنے اتحادار کے لیے یہ جواز تلاش کیا کہ چونکہ وہ بہت نیک اور پارسا لوگ ہیں، وہ خدا کی طرف سے نجیب گئے ہیں، اس لیے ان کا یہ حق بتتا ہے کہ وہ لوگوں پر حکومت کریں۔ اس جواز نے پاپائیت کو مضبوط تر بنانے میں مدد دی۔

جب یہ نظریہ معاشرے میں جڑ پکڑ گیا تو آمریت کے علیحدہ بادشاہوں اور پاپائیت کے بھی خواہوں نے اسے باقاعدہ فلسفے کی شکل میں ضبط تحریر کیا تاکہ ریاست کے معاملات میں مخصوص افراد کی اجارہ داری قائم رہے۔ اس نظریہ کو تحریری شکل دے کر سیاسی فلسفہ کی حیثیت سے آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ کر لیا گیا۔ مقندرانہ نظریہ ابلاغ کو فروع دینے میں جن بادشاہوں کا نام سر فہرست آتا ہے، ان میں برطانیہ کا بادشاہ سچل اور فرانس کا بادشاہ غرقہ شامل ہیں۔ اس نظریہ نے جہاں پاپائیت کو فروع دیا، وہیں پاپائیت بھی مطلق العنان حکمرانوں کا دست و بازو بنی۔ سولینی نے اٹلی کے عوام کو یہ نعرہ دیا کہ "تمام چیزیں ریاست کے دائرہ اختیار میں شامل ہیں۔ کوئی چیز ریاست سے باہر نہیں ہے" ہتلہ جو طاقت

اور شند پر یقین رکھتا تھا، اس نے بھی تمام اختیارات ریاست کے پاس رہنے پر زور دیا۔ جس کے نتیجہ میں معاشرتی آزادی ختم ہو کرہ کی اور تحریر و تحریر پر ہر قسم کی پابندی اور اظہار راست کی آزادی پر قد غن لگادی گئی۔

مقدارانہ نظریہ ابلاغ کی شدت میں کمی کا آغاز اس وقت ہوا جب ۱۸۷۳ء میں ایڈورڈ کیو نے "جنٹل میں میگزین" چاری کیا۔ جس میں نہایت ہنسنی کے ساتھ نام بدل کر پارلیمنٹ کی کارروائی کی خبریں شائع کرنا شروع کیں۔ اس نے پارلیمنٹ میں اپنے ایک باعتہاد ساتھی کو نامہ تکار مقرر کیا جو تمثالتیوں کی گلیری میں بیٹھ کر کارروائی سنتا اور بعد ازاں اپنے حلقے کی بنیاد پر واپس آ کر ڈائری لکھتا اور جسے فرضی ناموں کے ساتھ شائع کیا جاتا۔ اس کے نتیجہ میں میگزین عوام میں مقبولیت حاصل کرنے لگا۔ حکام نے یہ دیکھا تو میگزین کے نامہ تکار کے پارلیمنٹ میں داخلہ پر پابندی لگادی۔ مگر یہ اخبارات اور پارلیمنٹ میں سرد جنگ کا آغاز تھا جو بالآخر صحافیوں اور سیاستدانوں کی مشترک کوششوں سے ۱۸۰۲ء میں بند ہوئی اور صحافیوں کو پارلیمنٹ میں داخل ہونے اور پارلیمانی خبروں کی اشاعت کی اجازت دے دی گئی۔ اس طرح مقدارانہ نظریہ کی شدت میں بدرج گئی کا آغاز ہوا۔ اس نظریہ کی شدت میں کمی کا سبب بعض دیگر عوامل بھی بنے جن میں سب سے نمایاں چیز شرح خواندگی میں اضافہ تھا جس کے نتیجہ میں اخبارات کی اشاعت میں اضافہ اور ان کے حلقو اثر میں وسعت پیدا ہوئی۔ جب حکمرانوں نے محسوس کیا کہ عوام میں اخبار نویسی کا رحجان برپھتا جا رہا ہے اور اخبارات رائے عامہ کی تکمیل میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں تو انہوں نے مجبوراً حکومتی کنشروں میں کمی کر دی۔ اس کے باوجود آج بھی بعض ممالک میں اس سخت گیر نظریہ ابلاغ پر عمل کیا جا رہا ہے۔ سعودی عرب میں ذرائع ابلاغ پر پابندی ہے، کوئی اخبار یا رسالہ حکومت کی اجازت و مرضی کے بغیر شائع نہیں ہو سکتا۔ یعنی حال رویدیوں اور ٹیلیویژن کا بھی ہے۔ لبیا میں بھی یہی صورت حال ہے کہ پریس پر حکومت کا کمل کنشروں ہے۔

مطلق العنان ریاست میں ذرائع ابلاغ کا نظام:

- ۱۔ ملکیت: پرائیویٹ اور سرکاری دونوں طبق پر ہے۔
- ۲۔ کنشروں: یہ بھی پرائیویٹ اور سرکاری دونوں بنیادوں پر ہے۔
- ۳۔ پالیسی: ریاست کی وضع کردہ ہوتی ہے۔

-۳۔ مقصد: حکومت کی خدمت و اطاعت ہے۔

## ۴۔ مقتدرانہ نظریہ کی خوبیاں اور خامیاں

بنیادی طور پر یہ نظریہ، آمرانہ حکومت کی پیداوار ہے۔ ۱۹۵۰ء میں جب اس نظریے کی ابتداء ہوئی تو ہر طرف آمربیت کا دور دورہ تھا۔ ریاست کو عوام کے مقابلے میں ترجیح دی جاتی تھی۔ حکمرانی کا تصور یہ تھا کہ یا تو نسلی طور پر برتر ہو یا پیدائشی طور پر بادشاہ ہو۔

### = فرد کی حیثیت کا تعین:

فرد کی حیثیت کے بارے میں طے ہوا کہ ریاست خود فیصلہ کرے گی کہ کوئی آدمی معاشرے میں کیا مقام رکھتا ہے، اور ایک شخص کتنی عقل کا الک ہے۔ ریاست اگر کسی کو اہل سمجھے گی تو خود اس کے مقام و حیثیت کا تعین کرے گی لیکن اگر وہ ریاست کے کسی مسئلے یا فیصلے کو غلط سمجھے تو ریاست اسے اس مقام سے ہٹا بھی سکتی ہے، کیونکہ اس سے مطلقاً العناشت کو خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔

### = سچائی کا منبع:

عوام کو اطلاعات دینے میں ریاست کو مکمل اختیارات حاصل ہیں۔ کیونکہ اطلاعات کے پارے میں ریاست ہی سچائی کا منبع ہے۔ حکومت کے نقطہ نظر کے مطابق سچائی نہ کم رسائی لوگوں کے لیے ضروری نہیں ہے۔ عام شہری کو یہ حق حاصل نہیں کہ اسے ملکی اور غیر ملکی حالات سے باخبر رکھا جائے۔ اسے صرف اتنا علم اور معلومات میا کی جاتی ہیں جس قدر حکمران طبقہ مناسب محسوس کرے۔ سچائی نہ کم رسائی صرف اہل اقتدار کا حق ہے، وہی یہ فیصلہ کرنے کے مجاز ہیں کہ کون سی اطلاعات عوام کو دیں، ہیں اور کون سی نہیں۔

سمیثیت مجموعی یہ نظریہ، ابلاغ کے تمام ذرائع پر پابند یوں کا نظریہ ہے۔ عوام کی حیثیت بھیز بکریوں کی مانند و کھافی دستی ہے۔ جس انسان کو آزادی اظہار کی نعمت حاصل نہ ہو، وہ عملاء حیوانوں سے بدتر ہے۔

## آزادی پسندانہ نظریہ ابلاغ (Libertarian concept of communication)

تصور آزادی پر مبنی نظریہ ابلاغ، مقتدرانہ نظریہ ابلاغ کے ردِ عمل کے طور پر وجود میں آیا۔ ساتھی اور جفرافیائی دریافت، انسانی شعور اور استدلال، درمیانے درجے کے لوگوں کا گلیسا کے خلاف ردِ عمل، تحریک انسانیت اور بیداری چیزے مختلف عناصر نے آزادی پسندانہ نظریہ کی لشکری میں ایک کارداوا کیا۔ حریت فکر نے ایک فلسفہ کے طور پر پستروں صدی میں اپنی جڑیں مضبوط کیں۔ (۱) پندرہویں اور سولہویں صدی میں جو ساتھی اور جفرافیائی دریافتیں ہوتیں، اس کے نتیجے میں عقلیت کے تصور کو فروغ حاصل ہوا، اور کائناتی سماں کے عقلی تجزیے کے نتیجہ میں عوام کے اندر شعور پیدا ہوا۔ (۲) اصلاحی تحریک نے کامیابی کے ساتھ چرچ کی مقتدرانہ حیثیت کو چیخنے کیا اور دنیاوی امور میں بالواسطہ طور پر مقتدرانہ نظریات کو نقصان پہنچایا۔ (۳) متوسط طبقے کو عروج حاصل ہوا۔ (۴) ڈیکارٹس، لاک، ملٹن اور جیفرسن اور دوسرے مسکریں کی تحریروں نے حریت فکر کی سماجی اور سیاسی بنیادیں استوار کیں۔ (۵) روش خیالی کے تصور نے آزادی پسندی کے نفوذ اور مقبولیت میں غیر معمولی مدد کی۔ معروف مسکرل کے مطابق "آزادی قدرت کا دیباہما حق ہے۔ ہر فرد کو اس وقت تک سوچنے اور عمل کرنے کی آزادی ہونی چاہیے، جب تک وہ ایسا کرتے ہوئے دوسرے فرد کو نقصان نہ پہنچائے۔"

آزادی پسندانہ نظریہ ابلاغ کے فروع کے لیے امریکہ کے دستور میں سب سے پہلی ترسیم یہ کی گئی کہ کانگرس کوئی ایسا قانون نہیں بنائے گی، جس سے آزادی تحریر اور آزادی صحافت میں کمی ہو۔ اس کے بعد چودھویں آئینی ترسیم میں بھاگ لیا کہ امریکی ریاستوں میں کوئی ریاست ایسا قانون نہیں بنائے گی اور نہ نافذ کرے گی، جس سے ریاست ہائے متحدہ کے شہریوں کے حقوق میں کمی واقع ہو۔ برطانیہ میں اگرچہ تحریری دستور موجود نہیں لیکن آزادی اظہار وہاں کا مسلمہ اصول ہے۔ ۱۶۸۹ء میں انگلستان میں حقوق کا بل منظور ہوا۔ یہ پریس کی آزادی میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے نتیجے میں فرد کو بلا جواز گرفتاری اور قید سے آزادی کا حق مل گیا۔

آزادی پسندانہ نظریہ ابلاغ، مقتدرانہ نظریہ ابلاغ کی صند ہے۔ اگر مقتدرانہ نظریہ ابلاغ

میں تمام افراد ریاست پر انحصار کرتے ہیں تو آزادانہ نظریہ، ہر فرد کو آزاد قرار دتا ہے۔ مقتدرانہ نظریہ میں کشرون اور انتظام کمکل طور پر ریاست کے ہاتھ ہوتا ہے جبکہ آزادی پسندانہ نظریہ میں کشرون اور انتظام افراد کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ مقتدرانہ نظریہ ابلاغ میں فرد کے اظہار رائے پر پابندی ہوتی ہے جبکہ آزادی پسندانہ نظریہ میں فرد کو کمکل طور پر آزادی اظہار حاصل ہوتی ہے۔ آزادی پسندانہ نظریہ ابلاغ کا تصور معروف منکر جان لاک کے اس نظریے کی بنیاد پر استوار ہوا کہ ریاست کی قوت کا سرچشمہ عوام ہیں۔ حکومت کو جو اختیارات مواصل ہوتے ہیں وہ عوام ہی کے عطا کردہ ہوتے ہیں۔ عوام جب چاہیں، یہ اختیارات حکومت سے واپس لے سکتے ہیں۔

## ۰ آزادی پسندانہ نظریہ ابلاغ کی پالیسی:

آزادی پسندانہ نظریہ کا مقصد، اسی نظریہ کی حفاظت، عوام کے حقوق اور اختیارات کی وکالت کرنا ہے۔ اس نظریہ کے تحت ہر فرد کو یہ فیصلہ کرنے کا خود حق حاصل ہے کہ کیا اچھا ہے اور کیا مُرا ہے۔ آزادی پسندانہ نظریہ ابلاغ منطق اور علم پر مبنی ہے۔ ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ہر اطلاع کو اپنی منطق اور اصولوں پر پرکھ کر دیکھے اور ہر شخص کو زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے اور علمی تحقیق، دوسروں نکل پہنچانے اور اس کا قائل کرنے کا حق حاصل ہے۔ اس نظریہ کی رو سے ابلاغ عام پر قانونی پابندیاں عائد نہیں کی جاسکتیں۔ ہر شخص کو اپنے نظریات دوسرے لوگوں نکل پہنچانے کی آزادی حاصل ہے۔ اس نظریہ کی خصوصیات پیش نظر رکھی جائیں تو یہ بات بہت واضح انداز میں سامنے آتی ہے کہ ابلاغ ایک نبی معاملہ ہے جسے کھلی بار کیٹ میں متابدہ در پیش ہوتا ہے۔ ابلاغ کے ذرائع پر کسی قسم کی پابندی نہیں ہوتی۔ جس شخص کے پاس کسی ذریدہ ابلاغ کو شروع کرنے کے لیے سرمایہ موجود ہو، وہ بلا رُوك نوک اس جانب اقدام اٹھاسکتا ہے۔

## ۰ آزادی پسندانہ نظریہ کے تحت ذرائع ابلاغ کا نظام:

- ۱۔ ملکیت: پرائیوریٹ ہوتی ہے۔
- ۲۔ کشرون: پرائیوریٹ ہوتی ہے۔
- ۳۔ مقصد: عوام الناس کی خدمت ہے۔
- ۴۔ پالیسی: انفرادی ہوتی ہے۔

مقدارانہ نظریہ ابلاغ کی طرح آزادی پسندانہ نظریہ ابلاغ کو بھی سب سے پہلے امر کہ اور برلنیہ نے اپنایا، بعد تھریباً سو فیصد ہے۔ بعد ازاں کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، ناروے اور ڈنمارک نے اس نظریہ کو اپنایا، کیونکہ ان ممالک میں شرح خواندگی تھریباً سو فیصد ہے۔

## ۰ آزادی پسندانہ نظریہ ابلاغ کے معاشرے پر اثرات:

ذرائع ابلاغ کی کھلی آزادی کا معاشرے پر سب سے پہلا اثر یہ ہوا کہ عوام کی بھی زندگی بالکل ختم ہو کر رہ گئی۔ شروع میں جموروی ممالک نے ذرائع ابلاغ کو مکمل آزادی دی لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت کے تمام اہم راز ذرائع ابلاغ کے ہاتھوں میں آگئے۔ ذرائع ابلاغ کی آزادی کی وجہ سے بعض حکومتی کاموں میں رکاوٹ پیدا ہونے لگی جس سے بہت زیادہ مشکلات پیدا ہوئیں۔ اس کے بعد آزادی کو ایک حد تک محدود کر دیا گیا۔

بیشیت مجموعی، آزادی پسندانہ نظریہ ابلاغ کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات بڑے واضح انداز میں سامنے آتی ہے کہ مادر پدر آزادی اور حدود و قیود سے بے نیاز آزادی کو کسی بھی اندھب معاشرے میں برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے آزادی برائے آزادی بے شمار خرابیوں کا باعث بنتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ نظریہ عوام میں جلد ہی اپنی قدر و س منزلت کھو پیدھا۔

## ۰ سماجی ذمہ داری کا نظریہ ابلاغ (Social Responsibility of Communication)

سماجی ذمہ داری کا نظریہ ابلاغ، روشن خیالی کے عالی تصور کا نتیجہ ہے۔ یہ تعلیم یافتہ طبقوں کی سوچ میں تبدیلی کے نتیجے میں وجود میں آیا۔ یہ تبدیلی ڈاروں اور آئن سٹائیں کے فکری انقلاب اور بیوس صدی کی ترقی کا نتیجہ ہے۔ اس نظریے کے مطابق پرمیں معاشرے کے سامنے اپنی تمام ترسیروں کے لیے جواب دہ ہے۔ اگر پریس اپنی ذمہ داریوں کی ضمانت نہیں دیتا تو کوئی اور اوارہ اس کی نگرانی کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ سماجی ذمہ داری کے نظریے کو سمجھنے کے لیے آزادی صحافت کے کمیش نے پریس کی کارکردگی بہتر بنانے کے لیے جو تجاویز پیش کیں، ان کا مختصر تذکرہ ضروری ہے۔

۱۔ پریس، واقعات کی صداقت پر بھی جام و اور قابل فهم تفصیل پیش کرے۔

- پریس، تقدیم اور مختلف آراء کے تبادلے کے لیے ایک فورم فراہم کرے۔
- پریس، معاشرے کے تمام گروہوں اور طبقوں کی سچی تصویر پیش کرے۔
- پریس معاشرے کی اندار اور مقاصد کا ترجیح ہو۔

سمجھیش نے یہ بھی تجویز کیا کہ پریس کی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش میں اگرچہ عوام اور حکومت کو بھی شرکت کرنا ہے لیکن بنیادی ذمہ داری خود پریس پر عائد ہوتی ہے، لہذا اسے اطلاعات کی فراہمی اور بحث کی ذمہ داری قبول کرنا چاہیے۔

آزادی اظہار ایک فطری اور قطبی حق ہے، سماجی ذمہ داری کے نظریہ کے مفکرین اسے نہ صرف یہ کہ ایک قطبی بلکہ اخلاقی حق اور اس کے ساتھ اسے ایک فرض بھی تصور کرتے ہیں، اور ایک انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنے تصورات اور مشترک اچائیوں کے لیے کام کرے۔ جدید نظریات کے مطابق آزادی سے مراد ماضی بیرونی پابندیوں سے آزادی نہیں ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ اہم ہے، یعنی وہ معاشرے کی ضروریات کو پورا کرنے کی ذمہ دار ہے۔ آزادی اظہار کو تسلیم کرنے کا اصل مقصد سماجی تنازعات کا رُخ کشید کی جائے باہم مذاکرات اور بحث و مباحثہ کی جانب سوٹنا ہے۔ اس طرح کسی بھی فرد کے آزادی اظہار کے حق کا مطلب سنبھیڈہ، صریح اور واضح انداز میں کسی دوسرے فرد کے حقوق اور سماجی مفادات پر حملہ نہیں ہے۔ اس نظریے کے تحت جو صابطہ اخلاقی مرتب کیا گیا ہے، اس کے مطابق.....

- کسی بھی باعزت اور معزز شہری کا تحفظ کیا جائے۔
- کسی شخص پر جب تک عدالت جرم ثابت نہ کر دے، اس کی تشریز نہ کی جائے۔
- من شدہ تصاویر شائع کرنے سے اجتناب کیا جائے۔
- جرام کو پھیلانے والی خبریں شائع نہ کی جائیں۔
- بلیک سینگ اور جھوٹی افواہیں پھیلانے سے اجتناب کیا جائے۔
- امن عالم میں خلل ڈالنے سے روکنے کی ترغیب دی جائے۔
- فاشی و عریانی سے متعلق کوئی چیز شائع نہ کی جائے۔
- ملکی دفاع سے متعلق ایسے بیانات شائع نہ کیے جائیں جن سے ملک و قوم کو نقصان پہنچنے کا خدشہ ہو۔

یہ وہ اہم نکات ہیں، جو آزادی کو ذمہ داری کے ساتھ مشروط کرتے ہیں۔  
 پروفیسر محمد شمس الدین نے "ابلاغ عارس کے نظریات" میں سماجی ذمہ داری کے  
 نظریہ ابلاغ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ذرائع ابلاغ کا بنیادی مقصد اطلاعات کی فراہی ہے۔  
 لیکن اشیفزئر کے بقول "صحافت کا اصل کام" ہے کہ وہ ان معاملات کو منظر عام پر لائے جن  
 سے ہم بے خبر یا نابلدہ ہیں۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے ایرک ڈگز کے مطابق "ذرائع ابلاغ"  
 کو صحت، تحریکی اور تیری کے ساتھ خبروں کی ایک جگہ سے دوسرا جگہ پہنچانے کا فرض  
 اس طرح انجام دنا چاہیے کہ صرف حقیقت اور صداقت ہی منظر عام پر آئے گویا عوام کو  
 صرف اطلاعات فراہم کرنا نہیں بلکہ حق و صداقت سے فراہم کرنا، جس میں ذمہ داری کا عنصر  
 نمایاں ہو۔

ذرائع ابلاغ کا بنیادی فرض اور ذمہ داری یہ ہے کہ اس امر کو یقینی بنایا جائے کہ عوام  
 کو جلد از جلد نتیٰ معلومات فراہم کی جائیں۔ اس مقصد کے لیے خبروں میں معروضیت  
 انتہائی ضروری ہے۔ ذرائع ابلاغ کی کوششیں نظریہ سماجی ذمہ داری کے تحت اپنے سامنے،  
 قارئین یا صارفین کو معلومات کی اطلاعات جلد فراہم کرنے اور معاشرے کی ضروریات کے  
 مطابق مواد فراہم کرنا ہے۔ درحقیقت واقعات کی درستگی میں ایک وقتنی عنصر بھی بلوٹ ہوتا  
 ہے۔ نیویارک ٹائمز کے برنس مینبر کے بقول۔ "دریں، خبروں کی سب سے بہتر کمائی شائع  
 کرتا ہے۔ اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ ذرائع ابلاغ ایک محدود وقت میں کام کرتے  
 ہیں اور جس شخص نے خبر سے متعلق خائن فرائیم کیے، میں وہ بہر حال ایک انسان ہے۔"

پریس پر مختلف نقطہ ہائے نظر سے ہونے والی تتفقید کو پیر ٹس نے اس طرح بیان کیا  
 ہے:

- ۱۔ پریس کے مالکان اپنے مخاوات اور ذریتی نظریات کی تشریکرتے ہیں۔
- ۲۔ پریس، سماجی عمل میں رکاوٹ ہے۔
- ۳۔ پریس، خبروں کی ترسیل کی بجائے سطحیت اور جذباتیت کو زیادہ اہمیت دتا  
 ہے۔
- ۴۔ صحافت سے عوام کے اخلاق کو خطرہ لاحق رہتا ہے۔
- ۵۔ پریس بلا جواز فرد کی خلود میں مداخلت کرتا ہے۔

- ۴ پرسس پر سرمایہ داروں کا قبضہ ہے۔

اس تقدیم کے نتیجہ میں امریکہ میں ۱۹۳۰ء میں صحفی صابطہ اخلاق کی تعسیر کے لیے خود اصلاحی ڈھانچہ تکمیل دیا گیا۔ اس طرح ۱۹۳۲ء اور ۱۹۵۲ء میں ریڈ یو اور ٹیلیویشن کے صابطہ ہائے اخلاق تکمیل دیے گئے۔ اس کے نتیجہ میں آزادی اظہار کو ذمہ داری اور احساس فرض کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا۔ سماجی ذمہ داری کا عند کرہ کرتے ہوئے یہ بات پیش نظر رسمی ہائے ہے کہ ذمہ داری کا نظریہ حکومت، صحفیوں اور عوام، تینوں کے دائروں کا رہ کار میں ذمہ داری کے احساس سے بکھریں پاتا ہے۔ کوئی بھی گروہ اپنی ذمہ داری پوری کیے بغیر سماجی ذمہ داری کے نظریے کے ذریعہ کا تصور نہیں کر سکتا۔ حکومت، صحفیوں اور عوام کے نمائندے مل کر ہی ذمہ داری کا صحیح تعین کر سکتے ہیں، بصورت دیگر کسی بھی ایک گروہ کی ترجیحات اس نظریے کو یا تو مطلق العنانیت کے نظریے کی جانب مائل کر دیں گی یا اس کا رُخ آزادی پسندی کے نظریے کی جانب مُرْطِجاً نہیں کا۔

### ۵. کمیونٹ نظریہ ابلاغ (Communist concept of Communication)

کمیونٹ نظریہ ابلاغ کا آغاز ۱۸۸۲ء میں ہوا، اس کے پانیوں میں کارل مارکس کا نام سب سے زیادہ نمایاں ہے، مارکس خود ایک کارکن صحفی تھا، اس نے ۱۸۱۸ء سے لے کر ۱۸۸۳ء تک اس نظریے کے لیے کام کیا۔ مارکس کے علاوہ انجلز نے اس نظریے اور جدید اشتراکی فلسفے کے لیے کام کیا۔ مارکس اور انجلز کے بعد اشتراکی تحریک کی قیادت یعنی کے ہاتھ میں آگئی، اس نے ۱۸۷۰ء سے ۱۹۲۳ء تک اس نظریے کے لیے بھرپور انداز میں کام کیا، اور روس میں ۱۹۲۷ء کو برپا ہونے والے اشتراکی انقلاب کا سربراہ بھی یعنی ہی تھا۔

کمیونٹ نظریہ ابلاغ کو پیش کرنے والے مکھریں کے مطابق اس نظریہ پر عمل کرنے کے نتیجہ میں طبقاتی تکش ختم ہو جائے گی، معاشرے میں کوئی فرد کسی دوسرے فرد کی محنت کے بل بوتے پر گذر اوقات نہیں کرے گا بلکہ ہر شخص خود کام کرے گا۔ اس نظریے کے دو بنیادی متصاد تھے۔ (۱) سرمایہ داری کا خاتمہ (۲) غیر طبقاتی سماج کا قیام۔

مارکس کے مطابق "عدل و انصاف کا اتحاد" یہ ہے کہ معاشرے کو سرمایہ داروں کے وجود سے پاک کر دیا جائے، اور ذرائع پیداوار پر بغی کنٹرول کی بجائے اجتماعی ملکیت قائم کر دی

چاہتے "جبکہ لینین کے قول کے مطابق۔ "سچ قطبی جانبدارانہ ہے، اشتراکی ریاست کی بنیاد مار کریںج پر ہے اور وہ ایسا سچ جو متحارب نظریات میں خلظاط ہے، لہذا ریاست کے مفاد کے خلاف کوئی نظریہ پیش نہیں کیا جاسکتا۔"

## • کمپیونٹ معاشرے میں ذرائع ابلاغ کا مرکزی نقطہ:

کمپیونٹ معاشرے میں تمام ذرائع ابلاغ ریاست کا لازمی حصہ ہیں۔ وائی شنیسکی (Vyshinsky) کے مطابق۔ "اشتراکیت ایک اجتماعیت ہے اور مختلف نظریات کی مشترکہ اساس کو ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔" بنیادی طور پر رویہ قوانین کے مطابق پریس کا مقصد سو شلسٹ نظام کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنا ہے۔

سودویت یونین کے آئین میں آزادی اظہار کے حق کو یونیورسیٹی کیا گیا ہے۔ "منت کنوں کے مفاد کے مطابق اور اشتراکی نظام کو تقویت دینے کی خاطر سودویت یونین کے شہریوں کو آزادی تحریر کی قانونی طور پر اچانست دی جاتی ہے۔ ان شہری حقوق کی حفاظت یوں ہو گی کہ ان کے استعمال کے لیے چھاپ خانے، کاغذ کے ذخیرے، ابلاغ کی دوسری سو لئیں منت کش عوام اور ان کی جماعتوں کے حوالے کیا جائے گا۔

## سودویت ذرائع ابلاغ کے مقاصد:

سودویت یونین میں اخبارات قومی ملکیت ہیں۔ نیوز ہجنسی بھی حکومت کا ہی ایک پالا گھر ہے۔ سودویت یونین کا تصور ذرائع ابلاغ یہ ہے کہ کمپیونٹ کے نظریے کو زیادہ سے زیادہ تقویت دی جائے اور حکومت کی تمام پالیسیوں کی تائید و حمایت کا موڑ سامان فراہم کیا جائے۔ سودویت یونین کے اخبارات دُنیا کے دیگر ممالک کے اخباروں سے بالکل مختلف ہیں، ان کے درمیان اشاعت بڑھانے کے مقابلہ نہیں ہوتا۔ بے رنگ، سپاٹ اور رنگینی و دلپی سے عاری ہوتے ہیں۔ سودویت اخبارات میں شائع ہونے والے مواد میں زیادہ تر پارٹی کے ہدایت نامے، رپورٹیں، پالیسیاں اور فیصلے جگہ پاتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں قاری کو نہ تازہ خبریں ملتی ہیں، نہ بے لگ تجزیے اور تبصرے اور نہ ہی مقافعات نظر نظر کے حامل مصنایں شائع ہوتے ہیں۔

فریڈ سی برٹ ایٹھال کے مطابق۔ "ابلاغ عارسہ کی جانچ پر مثال اس کی معروضی سچائی کی بجائے، اس کے اثرات کے نقطہ نظر سے کی جاتی ہے۔" پروفیسر ان گز کے مطابق۔ "روس میں طباعتی صحفات کی انتظامی و نظریاتی گزاری کے لیے پریس کمپنیاں قائم کی گئی ہیں۔ کمپنیوٹ پارٹی کے ارکان ان کمپنیوں کے کرتاؤ ہوتا ہیں۔ کمپنیوں کے ارکان کی اہمیت ان اخبارات میں کام کرنے والے ہر شخص سے کھمیں زیادہ ہے۔ اخبارات پر گزاری کا ایک اور دائرہ سنر شپ ہنسی گلوبولیٹ کی صورت میں موجود ہے۔" روسی ذرائع ابلاغ، کمپنیوٹ پارٹی کی سوچ اور رحمات سے کارکنوں کو پا خبر رکھنے اور اشتراکی عقیدے سے روشناس کرانے اور اس عقیدے پر عمل پیرا کروانے کی ذمہ داری انجام دیتے ہیں۔ روس کے علاوہ مشرقی یورپ اور دوسرے تمام کمپنیوٹ ممالک میں ذرائع ابلاغ، پارٹی کے کنشروں میں ہیں۔

## کمپنیوٹ نظریہ ابلاغ کی خوبیاں اور خامیاں:

کمپنیوٹ نظام میں انتہائی مرکزیت ہوتی ہے، حزب اختلاف کا سرے سے کوئی وجود نہیں ہوتا، تمام تر ذرائع ابلاغ حکومت کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ کو پارٹی کے لیے بطور ستصیار استعمال کیا جاتا ہے۔ لینن نے ۱۹۱۸ء میں سمجھا تھا کہ "ہم اخباروں کا رنگ روپ بدل کر کھو دیں گے، ہم نہ سختی خبریں چھاپیں گے اور نہ ایسی خبریں اور مواد چھاپیں گے جن سے الانوں کو فائدہ نہ پہنچتا ہو، ہم اخبارات کو ایسا آکر بنائیں گے جس کے ذریعے عوام کو بتایا جائے کہ وہ کس طرح نئے مذہب سے نیا معاشرہ بنائیں۔"

لینن کے نزدیک آزادی اخبار کا مطلب یہ نہیں کہ کھلے بندوں حکومت کی مخالفت کی جائے۔ لینن کے مطابق، وہ حکومت نکتہ چینی کیوں برداشت کرے جو جانتی ہو کہ وہ جو کچھ کر رہی ہے وہ صحیح ہے۔ جب مہلک ستصیاروں سے مخالفت کی اجازت نہیں دی جاتی تو ایسے مخالفانہ نظریات کو پہنچنے کی اجازت کیوں کر دی جا سکتی ہے۔ گویا کمپنیوٹ نظریہ ابلاغ کے مطابق، ذرائع ابلاغ کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ وہ پارٹی کی پالیسیاں عوام تک پہنچائیں۔ دوسرا ہم فرض یہ ہے کہ ملکت کے بنیادی نظریے کمپونیوٹ نظریے اور عوام کو اس کا سمنوا بنایا جائے۔ بحیثیت مجموعی کمپنیوٹ نظریہ ابلاغ مجبور و متصور لوگوں کی ریاست کا نظام

ہے، جہاں عوام کو آزادی اظہار سے یکسر مروم کر دیا جاتا ہے، ایسا نظام جس میں انسان سک سک کردم تو توڑ سکتا ہے لیکن اس کی آواز دوسرے لوگوں تک نہیں پہنچ سکتی۔

بیسویں صدی کا آخری عشرہ کمیوزم کی تباہی و بر بادی کا پیغام لے کر آیا۔ جب روس نے اپنے توسعہ پسندانہ عزم کی تھیں اور گرم پانیوں تک رسائی حاصل کرنے کے لیے افغانستان پر قبضہ کرنے کی سننیں عملی کی۔ اہل افغانستان نے لاکھوں جانوں کی قربانی دے کر دنیا بھر میں کمیوزم کی علیحدہ اسپر طاقت روس کو تاریخی شکست و ہزست سے دوچار کیا۔ اس کے نتیجہ میں آہنی پردوے کے پیچے ۳۰ سال تک کیا کچھ ہوتا رہا، وہ اب کوئی راز نہیں رہا۔ اب کمیوزم اور اشتراکیت کے بانیوں کے مجموعوں کو ٹھوڑے ٹھوڑے کر کے گھی کو جوں میں گھسیٹا جا رہا ہے۔ یہ عوام کی آزادی رائے کو پالا کرنے کا نتیجہ ہے۔ اس روڈ عمل کے نتیجہ میں اب کمیوزم دنیا بھر میں اپنا بوریا بستر سینٹ پر مجبور ہو گیا ہے۔

## ۰ اسلام کا نظریہ ابلاغ (Islamic Concept of Communication)

اسلامی نظریہ ابلاغ انسان کا تخلیق کردہ نہیں ہے، اس لیے اس آفاقی نظریے کا انسان کے بنائے ہوئے دوسرے نظریہ ہائے ابلاغ سے موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔ انسانوں کے پیش کردہ نظریات عارضی اور تغیر پذیر ہوتے ہیں، جبکہ قرآن مجید کے پیش کردہ نظریہ ابلاغ کی حیثیت مستقل اور دائی ہے۔

اسلام میں ذرائع ابلاغ کا بنیادی مقصد خیر کو پھیلانا، شر کو مٹانا اور حق کی گواہی دینا ہے، اس کے علاوہ صحیح اطہارات و نظریات کو پیش کرنا ہوتا ہے، تاکہ امت مسلمہ کو اس دنیا کا بہترین علم حاصل کرنے کے قابل بنایا جائے، اسلام میں نیکی اور بھلائی کو فروغ دینا، آزادی اظہار محض ایک حق ہی نہیں بلکہ امت مسلمہ پر فرض بھی ہے اسلام ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے، جہاں ذرائع ابلاغ، فرد کے حقوق و فرائض ریاست کے مخادوات سے ہم آہنگ ہوں۔ افراد، حکومت، پارلیمنٹ اور دوسرے ادارے ذرائع ابلاغ پر پابندی نہیں لگ سکتے۔ نہ معطل کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان سے تجاوز کر سکتے ہیں۔ اسلامی نظریہ ابلاغ درج ذیل حقوق و فرائض کا تعین کرتا ہے۔

۰ آزادی اظہار: عوای رابطہ کے ذریعہ کوریاستی امور سے متعلق اپنی رائے کے آزادانہ

اظہار کے اس لیے اجازت ہے کہ اہل اختیار کے قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے ان کی کسی بھی لحاظ سے خلاف ورزی نہ کرنے کی یقینی دہانی حاصل ہے۔ اس ذریعہ کو خوف یا حمایت سے بالآخرہ کراس حق کا استعمال کرنا چاہیے۔ یہ ذریعہ ریاست کی سب سے اعلیٰ انتاری سے سوال کرنے کا حق رکھتا ہے۔

۰ احتجاج کا حق: اس ذریعہ پر واجب ہے کہ وہ ناالنصافی اور بُرانی کے خلاف احتجاج کرے اور لڑے۔ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام ﷺ سے فرمایا کہ وہ بُرانی کو ساتھ سے مٹا دیں اور اگر وہ ایسا نہ کر سکیں تو پھر بُرنی زبان سے اور اگر وہ یہ بھی کرنے کے قابل نہ ہوں تو اسے اپنے دل میں مُرا سمجھیں اور اس سے نفرت کریں مگر یہ ایمان کی محض ورثیہ ترین حالت ہے۔ اس ذریعہ پر لازم ہے کہ وہ ناالنصافی اور بُرانی کے ماحول میں ذرائع ابلاغ کے ذریعے ظلم و جبر کے خلاف پوری قوت کے ساتھ آواز بلند کرے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ ناالنصافی کا ارتکاب ہوتے تو کھ کر خاموش رہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے غصب کا شکار ہوں گے۔ آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو کسی ظالم کو جانتے ہوئے اس کی تائید و حمایت کرتا ہے، وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

۰ پرائیویسی کا حق: ذرائع ابلاغ کو فرد کے حق خلوت و اخفاء کا احترام کرنا چاہیے۔ افزاد کے بغیر امور کی ٹوہ لٹانے سے احتراز کرنا چاہیے، ذرائع ابلاغ کو نہ تہست و بہتان لجاؤ کرنا چاہیے اور نہ پھیلانا چاہیے وہ تمام لوگ جو احترام و بہتان کو پھیلانے میں حصہ لیتے ہیں، وہ برابر کے مجرم ہیں۔ ذرائع ابلاغ کو چادر چشم دید گواہوں کے بغیر خواتین پر ازالات لٹانے سے منع کیا گیا ہے اور جو لوگ کسی ثبوت کے بغیر خواتین پر الزام لٹاتے ہیں، وہ سنت سرزا کے مستحق ہیں۔

۰ ثقاہست: ذرائع ابلاغ کو سچائی پھیلانے والا ہونا چاہیے، نہ کہ جھوٹ کو فروغ دینے والا ذرائع ابلاغ کو سچ اور جھوٹ میں آسمیرش نہیں کرنی چاہیے اور نہ جان بوجھ کر سچ کو چھپانا چاہیے۔ شہادت و گواہی کو دبانا نہیں چاہیے، تاہم اس اصول میں ایک استثناء ہے کہ اگر خبر یا اطلاع سے ملک و قوم کی سلامتی کو خطرہ لاحق ہو اور ملک و قوم کے مذاہات اور بسہو داس سے تباہ ہو سکتی ہے، تو اس خبر کو دبایا جا سکتا ہے۔ اگر اس سے خوف و ہر اس پھیلنے کا

اندیشه ہو تو اسے عام لوگوں میں عام نہیں کرنا چاہیے۔ رپورٹوں اور اطلاعات کی بنیاد افواہوں پر نہیں رکھنی چاہیے۔ جعلی رپورٹیں اور دستاویزات تیار نہیں کرنی چاہیں۔

۰ زبان: ذرائع ابلاغ کی زبان سادہ اور عام فہم ہونی چاہیے۔ ذرائع ابلاغ کو ہمیشہ زبان کی نفاست اور پروقار انداز کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ ذرائع ابلاغ کو فرش گوئی اور دشنام طرزی سے اختناب کرنا چاہیے بے ہودہ اور پر طریق انتہاء سے ذرائع ابلاغ کو ہمیشہ بینا چاہیے۔

۰ اخلاقی اقدار: ذرائع ابلاغ کو معاشرے میں عمل صلح اور اخلاقی قدروں کو ترویج دینی چاہیے۔ کسی قسم کی بد عنوانیوں کو روایج دینے کا ذریعہ نہیں بنتا چاہیے۔ ذرائع ابلاغ کو جرم یا مجرموں کی پشت پناہی نہیں کرنی چاہیے۔ منسni خیری سے احتراز کرنا چاہیے اور سوسائٹی میں انتشار پیدا کرنے سے باز رہنا چاہیے۔

**تکلیم و تربیت:** اسلامی ذرائع ابلاغ کی ایک اہم ذمہ داری یہ ہے کہ عوام کو اعلیٰ اخلاقی اقدار کی تربیت دی جائے۔ فرش اور عربان تصویریں اور تحریریں، غیر مہذب اور اخلاق پا خذ لظریب، حیا سوز ڈرامے اور فلمیں عوام کے اخلاق و کردار کو بالکل نہ کا ذریعہ ہیں۔ ان سے حتیٰ الامکان اختناب کرنا چاہیے۔

۰ با مقصد تغیریح: ذرائع ابلاغ کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ جائز حدود و قیود میں رہتے ہوئے عوام کو با مقصد تحریریں، ذرا سے اصلاحی فلمیں اور دلچسپ ثقہ دی پر گرام درکھنے کے لیے میا کیے جائیں۔

اسلام کا نظریہ ابلاغ، تدبید و توازن کا نظریہ ہے۔ اس لیے پرمادی دنیا کے دیگر نظریہ ہائے ابلاغ سے منفرد اور جدا ہے۔ اسلامی ذرائع ابلاغ ہمیشہ انسانیت کی فلکی کے سرگرم عمل رہتے ہیں۔ الحصص اسلامی نظریہ ابلاغ کا بنیادی مقصد تیکی اور خیر کو پھیلانا اور برائی و بے حیاتی کو مٹاننا ہے۔



## بابہستم

# پاکستان میں آزادی صحافت

انسان کو اللہ تعالیٰ نے جتنی بھی نعمتیں عطا کی، میں، ان میں آزادی سب سے بڑی نعمت ہے۔ اس کے بغیر دنیا کی تمام نعمتیں اور رُنگینیاں، بے معنی و بے حقیقت ہیں۔ حضرت عمر فاروق رض نے فرمایا تھا۔ ”ماں کے پیٹ سے آزاد جسم لینے والے پچھے کو غلام بنانے کا کسی کو حق حاصل نہیں۔“ یہاں آزادی کا مطلب یہ نہیں کہ انسان اپنے آپ کو تمام حدود و قیود سے آزاد سمجھ کر جو دل میں آئے کر گزرے بلکہ آزادی تو تحدید و توازن (Cheque and Balance) کا نام ہے۔ آزادی کے معنی بے مدار اور مادر پر آزادی کے نہیں، اسی آزادی جگل میں بھی نظر نہیں آتی۔ فطرت نے وہاں حیوانوں میں بھی اعتماد و توازن پیدا کیا ہوا ہے۔ وہاں چرند، پرند سبھی فطری نظام کے تحت اپنی حدود و قیود میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ آج کے انسانی معاشرے کی ہدایت و رہنمائی کے لیے جہاں اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو مسیح عیسیٰ عظیم نعمت کے استعمال کے لیے احکامات و تعلیمات بھی نازل کیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل انسانوں کو غلام بنانا اور ان کی خرید و فروخت کا کاروبار پوری دنیا میں عروج پر تھا مگر جب نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے قبح کم کے بعد جنت الدواع کے موقع پر واضح انداز میں ارشاد فرمایا کہ۔ ”آج سے کوئی کسی کا غلام نہیں ہے“ اور یوں ہر انسان کو اس دنیا میں آزادی کے ساتھ رہنے کا حق حاصل گیا۔ دین اسلام کا یہ اعجاز ہے کہ اس نے غلامی کی زنجیروں کو ہمیشہ کے لیے کاٹ کر کھو دیا، مختلف قسم کی پابندیوں میں جکڑے ہوئے انسانوں کو فطری آزادیوں سے ہمکنار کر دیا۔

## آزادی صحافت کا مسئلہ

آزادی سے مراد جہاں انسان کے ظاہری جسم کی آزادی ہے، وہیں اظہار رائے کی آزادی بھی بہت اہمیت کی حامل ہے۔ آزادی اظہار رائے کے لیے ہر دور میں لوگوں نے

بے پناہ قربانیاں دی میں۔ موجودہ دور میں آزادی الہمار رائے کا سب سے بڑا ذریعہ صحفت ہے۔ جرمنی سے ۱۹۰۹ء میں شائع ہونے والے پہلے مطبوعہ خبرنامے سے لے کر آج تک، ہر نافذ میں مطلقاً العنان اور جابر حکمرانوں کی جانب سے آزادی الہمار پر پابندیاں عائد کر کے صحفت کا گھنگھوٹا جاتا رہا ہے۔

آزادی صحفت کے مسئلہ کے سلسلہ میں جو ممکنہ اقدامات تجویز کیے جاسکتے ہیں، ان میں ایک یہ ہے کہ جس ملک میں آزادی صحفت ہو، وہاں اس بات کی آزادی ہونی جا ہے کہ جو معلومات سوسائٹی کے لوگ پسند کرتے ہیں اور ان کی دلچسپی کا باعث بنتی ہیں، ان ملک آزادانہ رسانی ہو۔ ہر حکومت کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ ان باتوں کو راز میں رکھنے جن کے افشاء پر عوام یا ملک کو نقصان پہنچنے کا خدا نہ ہو۔ سٹائلکی دفاع سے متعلق، امور خارجہ کے متعلق خصیہ امور، حکومت کو حق ہے کہ وہ ایسی اطلاعات تک اخبارات کی رسانی نہ ہونے دے۔ آزادی صحفت کے تصور میں یہ بات آتی ہے کہ خبر رسان اور اولوں کو حق حاصل ہونا جا ہے کہ وہ خبریں اسی طرح جاری کر سکیں جس طرح ان کے پاس پہنچی، ہیں اور اسی طرح اخبارات کو آزادی ہونی جا ہے کہ وہ بھی ان کی اشاعت اسی طرح کریں۔ خبروں کو کسی قسم کے سنسرا کا شکار نہیں ہونا جا ہے۔ اخبارات تک جو معلومات پہنچیں، اخبار کو یہ حق ہو کہ حکومت کے غیر ضروری دہاؤ سے بے نیاز ہو کر ان کی اشاعت کریں۔

پاکستان کے دستور بریہ ۱۹۷۳ء میں آزادی صحفت کے لیے جو دفعات شامل کی گئی ہیں ان کے مطابق اسلامی جمہوریہ پاکستان کے شریوں کو آزادی الہمار رائے کا حق چند پابندیوں کے ساتھ حاصل ہے ان میں سب سے پہلے احترام مذہب ہے۔ مملکت پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہے۔ پاکستان میں اسلام کے علاوہ جتنے بھی مذاہب موجود ہیں، انہیں بھی مسلمانوں کی طرح اپنے مذہب کی ترویج و اشاعت کی اجازت ہو گی۔ اخبارات کو یہ اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ ملکی اختلافات کی بنیاد پر مسلمانوں کے درمیان کثیدگی کو فروغ دیں اور امن و لام کا مسئلہ پیدا کر دیں۔ کسی اخبار کو یہ اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ ملکی سلامتی اور دفاع کے متعلق ایسی اطلاعات شائع کریں، جس کے نتیجہ میں اندروفی اور بیرونی دشمنوں کو اپنے دنوم مقاصد کی تکمیل میں مدد ملے۔

دستور پاکستان میں آزادی صحفت کے ضمن میں صافیوں پر واضح کیا گیا ہے کہ وہ غیر

مکنی سخاوت کاروں سے اس نوعیت کے تعلقات قائم نہ کریں، جس سے ملکی مفادات کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو، ایسی خبروں کی اشاعت سے گزیز کیا جائے جس سے پاکستان کے خارجہ تعلقات متاثر ہونے کا خدشہ ہو۔ کسی اخبار کو اس بات کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ اخلاق پاختہ تحریریں شائع کرے، اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ذرائع ابلاغ کے ذریعے فرش اور غیر اخلاقی خبروں کو عام کریں۔ اہل صافت کو اس بات کی بھی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ عدالتی کارروائی میں دخل اندازی کریں۔ عدالتی کارروائی کو عدالت کے وضع کر دے اصولوں کے مطابق شائع کرنا چاہیے۔ اگر کوئی اخبار ان اصولوں کی پابندی نہ کرے تو اس کے خلاف تو میں عدالت کے تحت کارروائی ہو سکتی ہے۔

آزادی صافت کے سلسلہ میں یہ بات بھی پیش نظر ہے کہ صافت کی آزادی کے راستے میں حائل مشکلات اور رکاوٹوں کا اور اک بھی حاصل کیا جائے۔ ترقی پذیر مالک میں اہل صافت کی بہت بڑی تعداد ہمیشہ مالی مشکلات سے دوچار ہتی ہے۔ ان مالک میں شرح خواندگی کی کمی اور عوام کی غربت و جالت اخبارات کی وسیع اشاعت میں سب سے بڑی رکاوٹیں ہیں۔ بعض مالک میں سیاسی جماعتیں اور سیاسی پریشان گروپ اپنے مقاصد کی مطلب برداری کے لیے اخبارات پر ناروا دباو دلتے ہیں۔ اخبارات کے دفاتر پر حملہ، اخبارات کے ایڈٹریشور کے گھروں کا گھیرو اور جلوہ صافیوں کا اغوا اور اشند کی مذہوم کارروائیوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ آج کے دور میں آزادی صافت کے لیے یہ سب سے بڑا خطرہ ہے۔

اخبارات کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے قارئین کو حقائق پر مبنی اطلاعات بروقت پہنچانیں لیکن سابقت کے موجودہ دور نے اخبارات کو بھی متاثر کیا ہے۔ ایک دوسرے سے سبقت اور ہازی لے جانے کے لیے تصدیق و تحقیق کے بغیر خبروں کی اشاعت روزنگا معمول بن گیا ہے۔ اخبارات کی اشاعت میں اضافہ کے لیے سنسنی خیزی اور عریانی و فاشی کے فروغ نے سنبھیدہ صافت کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ ایک ہی دن میں رونما ہونے والے سیاسی و سماجی واقعہ کی ہر اخبار میں متفاہ تفصیلات کے ساتھ اشاعت اب معمول بنتا جا رہا ہے۔ ان روحانیات نے خود صافت کے مستقبل کو خداشت سے دوچار کر دیا ہے۔ آزادی صافت کے لیے ضروری ہے کہ اخبارات کو اعلیٰ اخلاقی روایات کا حامل بنایا جائے۔

## آزادی صحافت کے حدود و قیود

جب سے صحافت وجود میں آئی ہے، اس وقت سے اہل صحافت کا یہ مطالبہ رہا ہے کہ صحافت کو مکمل آزادی ملنی چاہیے۔ آج کے جسموری دور میں یہ مطالبہ شدت اختیار کر گیا ہے۔ صحافت کا یہ حق ہے کہ وہ بر سر اقدار جماعت کی دعائیں لیوں اور غلط کاریوں سے قوم کو ہماخبر کرے، معاشرے کی خرابیوں کو عوام کے سامنے پیش کرے۔ صحافت پر کسی قسم کی پابندی نہیں ہونی چاہیے، اس سے خواہ معاشرتی زندگی پر زد پڑتے یا مالک کا اساسی نظریہ متاثر ہو، یا اخلاقی اقدار کو نقصان پہنچے۔ اہل صحافت کی اکثریت کو اصرار ہے کہ ہر قسم کی تصوروں کی اشاعت کی اجازت ہوئی چاہیے کیونکہ تصویریں معاشرے کی صیغح عکاسی کرتی ہیں۔ فن کار بھی مظاہرہ فن کے لیے مکمل آزادی کے طbagار ہیں۔ وہ ہر موضوع ناول، افسانہ، ڈرامہ، شر اور گیت ہر کسی قسم کی پابندی کے مقابلت ہیں، ان کے خیال میں یہ ساری آزادیاں مل کر صحافت کی آزادی کا خواب شرمذہ تعمیر کر سکتی ہیں۔

پاکستان، اسلامی نظریاتی مملکت ہے۔ شریعت ایکٹ ۱۹۹۱ء کی منظوری کے بعد ملک میں آزادی صحافت کے حدود و قیود کو اسی تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اسلام نے ہر مرحلے پر انسان کی آزادی رائے اور اس کی عزت و توقیر کو ہر چیز پر اہمیت دی ہے۔ آزادی اظہار رائے بین الاقوای طور پر انسانی حق تسلیم کیا گیا ہے اور اسلام اسے یہ حیثیت عطا کرنے والا پہلا مذہب ہے۔ اسلام میں اجتماعی اور معاشرتی زندگی کے لیے بنیادی حقوق اسی خلق و مالک کے عطا کردہ ہیں جس نے انسان کو طبعی زندگی کے لیے ہوا، پانی، خوارک اور دوسرا نعمتیں عطا کی ہیں، اس کا اتحاد پوری کائنات پر سمیط ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں اسی کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے۔

## صحافتی قوانین

قیام پاکستان کے فوراً بعد بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح نے پاکستان کی تعمیر و ترقی کے لیے بنیادی اقدامات کا سلسلہ شروع کیا لیکن ان کی زندگی نے وفا نہ کی اور وہ قیام پاکستان کے صرف ایک سال اور ایک ماہ بعد اس جہان فانی سے ہمیشہ کے لیے رخت ہو

گئے۔ قائد اعظم کے بعد قوم کے لیڈروں نے ملک کی تعمیر و ترقی میں حصہ لینے کی بجائے اقتدار کی جنگ شروع کر دی۔ عدالیہ، استحصال اور مفہوم کے ساتھ ساتھ حکومتی نظام کے چوتھے صدتوں صحفت کے حوالے سے اقدامات کی گئے ضرورت تھی۔ دیگر شبہ ہائے زندگی کی طرح صحفت بھی بے بُی کا شار تھی۔ اس کے قوام و صوابط اور آزادی صحفت کے لیے قوانین کی تیاری و اجراء کی جانب کوئی شوری کوشش نہ کی گئی۔ یہاں تک کہ اکتوبر ۱۹۵۸ء میں مارش الہ نافذ ہو گیا جس نے بُری بُلی جمورویت کی باطیل پیش کر کر دی۔ جنرل محمد ایوب خان نے ۱۹۶۲ء کے دستور کی منظوری کے بعد ۱۹۶۳ء میں اخبارات و رسائل کے لیے "پریس لینڈ بیلکیشنز" آرڈی نس برجی ۱۹۶۳ء جاری کیا۔ اس آرڈی نس کی بعض نازوافعات کی بناء پر اہل صحفت نے "کالے قانون" سے تعبیر کیا۔ ۱۹۶۳ء کے آرڈی نس کے خدو خال درج ذیل ہیں:-

"پریس لینڈ بیلکیشنز آرڈی نس (۱۱) ۱۹۶۳ء میں جاری ہوا۔ اس سے قبل رائج "پریس ایگزیکٹو پاورز ایکٹ" خود خود ختم ہو گیا۔ ۱۹۶۳ء میں پی پی او برجی ۱۹۶۳ء میں چند تراجم کی گئیں جبکہ بھروسہ حکومت کے دوران ۱۹۶۳ء میں اس آرڈیننس میں کچھ اضافے بھی کیے گئے۔ اس آرڈی نس کے تحت ضروری تراویحیا گایا کہ:-"

۱۔ اخبار لائے کے لیے صنعتی مجریت سے اجازت لینا ضروری ہو گا۔ صنعتی مجریت ڈیکلشن کے اجراء سے قبل اس بات کا یقین حاصل کرے گا کہ درخواست دہنہ کی اخلاقی جرم میں پانچ یا پانچ سال سے زائد سزا یافتہ تو نہیں؟ اس کے پاس اخبار جاری کرنے کے لیے مناسب سرمایہ ہے؟ وہ خود یا اس کے مبوہ اخبار کا ڈیٹشیٹ تعلیم یافتہ یا صحفت میں تربیت یافتہ ہے۔ اس یقین دہانی کے بعد صنعتی مجریت اخبار کا اجازت نامہ (ڈیکلشن) جاری کر دے گا۔

۲۔ اگر اس بات کا خذش ہو کہ اخبار کا پر نظر یا پبلشر دفاع وطن، خارجہ تعلقات یا امن عامہ کے منافی حرکت کرے گا یا ہنک عزت کے لیے اخبار کا استعمال کرے گا تو صنعتی مجریت ڈیکلشن کی تصدیق سے انکار کر سکتا ہے۔ صنعتی مجریت کے اس فیصلہ کے خلاف پر نظر یا پبلشر حکومت سے اپیل کرنے کا حق رکھتا ہے۔

۳۔ کوئی غیر ملکی شہری حکومت کی اجازت کے بغیر کسی اخبار یا رسائل کی ملکیت

- میں حصہ دار نہیں بن سکتا۔ حکومتی اجازت کے نتیجہ میں وہ صرف چوتھائی حصے کا لامک بن سکتا ہے۔
- ۴۔ کوئی اخبار اسلامیوں اور سینٹ کی ایسی کارروائی شائع نہیں کر سکتا، جسے سمجھ کر یا چیزیں میں سینٹ نے کارروائی سے صرف کروادیا ہو۔ اس کی خلاف درزی کرنے والے اخبار کے خلاف قانونی کارروائی ہو سکتی ہے۔
- ۵۔ اگر کسی عدالت میں کوئی مقدمہ زیر ساعت ہو تو عدالت کا بعیض مکمل کارروائی یا اس کے مخصوص حصوں کی اشاعت پر پابندی عائد کر سکتا ہے۔
- ۶۔ دفعہ ۲۳ (الف) میں ایسے پندرہ جرام کا ذکر موجود ہے، جن پر اخبارات کے خلاف کارروائی ہو سکتی ہے۔
- ۷۔ تشدید پر اکاننا۔
- ۸۔ جرام یا مجرموں کی تسلیم۔
- ۹۔ تشدید یا جنس سے متعلق ایسے جرام کی تشریف، جس کے نتیجہ میں ایسے جرام کی حوصلہ افزائی ہو۔
- ۱۰۔ بلیک میلگ کرنا
- ۱۱۔ قانون کے نظم و نسق میں مداخلت پر اکاننا۔
- ۱۲۔ امن عامہ میں خلل ڈالنے کی کوشش کرنا۔
- ۱۳۔ فرش، غیر شائستہ اور ہنک آسیز مواد کی اشاعت۔
- ۱۴۔ جھوٹی افواہیں پھیلانا۔
- ۱۵۔ تقاضی پاکستان کی مذمت یا اس کی خود منماری کے خلاف مواد کی اشاعت۔
- ۱۶۔ ملک کے مختلف صوبوں کے درمیان منافرت کے جذبات پیدا کرنا۔
- ۱۷۔ کی بیرون ملک سے دوستانہ تعلقات کو بگاڑانا۔
- ۱۸۔ مسلح افواج اور امن و لامان قائم رکھنے والی فور سز کے خلاف گمراہ کن پروپیگنڈہ۔
- ۱۹۔ سرکاری ملازمین کو اپنے فرانصی منصبی کی اوائیگی میں کوتاہی، تاخیر یا استغفار پر آناءہ کرنا۔
- ۲۰۔ ان نکات کی موجودگی میں اخبارات و رسانی کو اس بات کی اجازت ہو گی کہ وہ حکومت

کے کسی اقدام پر ناپسندیدگی کا اظہار کر سکتے ہیں، تاکہ قانونی ذرائع سے اس اقدام کی اصلاح کی جاسکے۔ اس کے علاوہ ایسے بیانات اور تبصرے شائع کیے جا سکتے ہیں، جن میں کسی صوبے یا علاقے کے خلاف نفرت پیدا کیے بغیر اس کے حقوق کے حصول یا ان کے تحفظ کی بات کی گئی ہو۔

۷۔ تمام پرنٹر اور ہبکش اپنے اخبارات اور پرنٹنگ پریس کے آمد و خرچ کے حسابات کا اہتمام کریں گے۔

۸۔ اخبارات کی جانب سے سرزد ہونے والی درج ذیل خلاف ورزیوں کی باز پرس صرف عذر لی کر سکے گی۔

(۱) پرنٹ لائن (ایمڈیا، پرنٹر، ہبکش، پریس اور مقام اشاعت) کی عدم اشاعت۔

(۲) ڈیکلریشن کے بغیر پرنٹنگ پریس لکانا یا اخبار جاری کرنا۔

(۳) ڈیکلریشن کے حصول کے لیے جھوٹا بیان دینا۔

(۴) قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اخبار چاپنا یا مرتب کرنا۔

۹۔ دفعہ ۳۵ کے مطابق اگر حکومت ہاہے تو کسی بھی اخبار کے درج ذیل امور کی چال بیں کے لیے انکو اڑی کھیش کا تحریر کر سکتی ہے۔

(۱) اخبار نقد، منقول یا غیر منقول آمدن کی صورت میں کسی سے مدد لے رہا ہے۔

(۲) اسی مدد مقایی افراد سے لی جا رہی ہے یا بہروںی مالک کے افراد سے حاصل کی جا رہی ہے۔

(۳) کیا یہ رقم حکومتی اداروں، عام اداروں یا افراد کو بلیک میل کر کے حاصل کی جا رہی ہے۔

(۴) کوئی اور معاملہ، جو مندرجہ بالا امور سے متعلق ہو۔

۱۰۔ اخبارات کو یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ حکومتی فیصلے کے خلاف دو ماہ کے اندر ابیل کر سکتے ہیں۔ اسی ابیلوں کی ساعت کے لیے ایک یا ایک سے زائد ٹریبونل کا تحریر کیا جاسکے گا۔ ٹریبونل کو عدالتِ دیوانی تصور کیا جائے گا، اور اسے وہ تمام اختیارات حاصل ہوں گے

جو صابطہ دیوانی کے مطابق کسی عدالت کو دیوانی مقدمات کی ساعت کے وقت حاصل ہوتے ہیں۔ ٹریبونل کا فیصلہ آخری اور حصی ہو گا، اس کے خلاف اپیل نہیں کی جاسکے گی۔

یہ وہ آرڈنی نہس ہے، جسے اہل صحافت نے اپنے سروں پر لکھتی ہوئی تکوار قرار دیا اور اس کو سیاہ قانون سے بھی تعبری کیا۔ اس آرڈنی نہس کے نفاذ کے ساتھ ہی اخبارات کے مالکان کی سلطنت اور کارکنی صحافیوں کی انجمنوں نے احتجاج کا سلسہ فروع کر دیا۔ کبھی تکمیل عالم اور کبھی دبے انداز پر احتجاج ہر دور حکومت میں چاری رہا۔ صدر ایوب خاں کے بعد ذوق القمار علی بھٹو نے بھی اسی آرڈنی نہس کو معمولی رو و بدلت کے ساتھ اپنانے رکھا۔ جنرل محمد ضیاء الحق بر سر اقتدار آئے تو اس آرڈنی نہس کے عمدہ رآم میں زی کارویہ اختیار کیا گیا، جس کے نتیجے میں ایک اخبار نے صدر مملکت کو ایک مضمون میں فش گالی سے بھی نوازا۔

آزادی صحافت اور ۱۹۶۳ء کے پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈنی نہس کی تفسیر کے لیے تین ممتاز صحافیوں اور مدیر ان رسائل، محمد صلح الدین، مدیر ہفت روزہ "لکسیر" کراجی، الاطاف حسن قریشی مدیر ماہنامہ "اردو ڈا بجٹ" لاہور اور میحب الرحمن شامی مدیر ہفت روزہ "زندگی" لاہور نے سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بخش میں صحافت کے کاملے قوانین کو قرآن و سنت کے منافق قرار دے کر اسے منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا۔ ملک کے معروف قانون دانوں نے اس سلسہ میں ان کی بھروسہ معاونت کی جس کے نتیجہ میں جشن نیسم حسن شاہ کی صدارت میں سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بخش نے تاریخ ساز فیصلہ دیا کہ "موجودہ پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈنی نہس میریہ ۱۹۶۳ء کی دس دفعات قرآن و سنت کے خلاف ہیں انھیں جتنی جلدی ممکن ہو، تبدیل کر دیا جائے۔"

حکومت نے اس فیصلہ پر عمدہ رآم کے لیے سینٹ کی سٹینڈنگ کمیٹی تشکیل دے دی۔ جو نیبو حکومت کی برطرفی کے بعد نگران حکومت قائم ہوئی تو نگران وفاقی وزیر اطلاعات و نشریات الحی بخش سرورد نے ۱۲ جولائی ۱۹۸۸ء کو اعلان کیا کہ رسائلے زمانہ پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈنی نہس میریہ ۱۹۶۳ء ایک ماہ میں منسوخ کر دیا جائے گا۔ اس اعلان پر اخبارات کے مالکان اور کارکنی صحافیوں نے خوشی کا اظہار کیا۔ قائم مقام صدر خلام اسحاق خاں نے رجسٹریشن آف پرنٹنگ اینڈ پبلیکیشنز آرڈنی نہس (اگ) میریہ ۱۹۸۸ء جاری کیا تو ۵ اور ۶ ستمبر ۱۹۸۸ء کے اخبارات نے درج ذیل شرخیوں کے ساتھ نئے آرڈنی نہس کا خیر

مقدم کیا۔

-- پریس اینڈ ہلیکیشنز آرڈی نس مریہ ۱۹۶۳ء منسون کر دیا گیا۔ سابق آرڈی نس کی ۷۰ ادفعات ختم کر دی گئیں، ۹ میں اہم تر ایم اور ۱۲ میں معمولی تبدیلی کی گئی ہے (روزنامہ جنگ راولپنڈی ۵ ستمبر ۱۹۸۸ء)۔

- اخبارات نے اپنے اواریوں، شذرات اور مصائب میں خوشی و اطمینان کا اظہار اس طرح کیا:-

- پریس اینڈ ہلیکیشنز آرڈی نس ۱۹۶۳ء کا خاتمہ (روزنامہ جنگ ۸ ستمبر ۱۹۸۸ء)
- پریس اینڈ ہلیکیشنز آرڈی نس کی منسوخی (روزنامہ حیدر ۶ ستمبر ۱۹۸۸ء)
- آزادی صحافت کے منافی قانون کی تائیخ (روزنامہ مشرق ۶ ستمبر ۱۹۸۸ء)
- سیاہ قانون کی تائیخ (روزنامہ جارت ۶ ستمبر ۱۹۸۸ء)
- پریس اینڈ ہلیکیشنز آرڈی نس کی تائیخ (روزنامہ امروز ۸ ستمبر ۱۹۸۸ء)
- انگریزی اخبارات نے اپنے اواریوں میں اس راستے کا اظہار کیا:-

A gift of freedom	(Dawn 6-9-88)
Goes the black laws	(Pakistan Times. 6-9-88)
Repeal the PPO	(Frontier Post. 5-9-88)
PPO repealed	(The Nation. 5-9-88)
PPO goes	(The Multan. 5-9-88)

- اس موقع پر نگران وفاقی وزیر الطیبات و نشیرات الہی بخش سومرو اور روزنامہ جنگ کے چھٹ ایڈٹر مسیح خلیل الرحمن نے کراچی میں ایک اسقابائی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پریس اینڈ ہلیکیشنز آرڈی نس مریہ ۱۹۶۳ء کی تائیخ عبوری حکومت کا کارنامہ ہے (روزنامہ جنگ ۲۷ ستمبر ۱۹۸۸ء)۔

اسی دورانِ عام انتخابات کی گھما گھسی اور مصروفیات شروع ہو چکی تھیں، اس لیے رجسٹریشن پرمنگ اینڈ ہلیکیشنز آرڈی نس چاری تو ہو چکا تھا لیکن اس کا نفاذ عمل میں نہ آ سکا۔ دسمبر ۱۹۸۸ء میں یہ نظری حکومت قائم ہوئی تو اُس نے صدر کی جانب سے چاری ہونے والے RPPO کو یعنی جنوری ۱۹۸۹ء کو نافذ کر دیا، اس موقع پر اخبارات نے خوشی و اطمینان کا اظہار کیا۔ روزنامہ جنگ راولپنڈی نے یہ سُرخی جانی "اخبارات کے لیے

ڈیکھ لیں کا نیا قانون پر منگ اور پبلیکیشنز آرڈیننس نافذ کر دیا گیا۔ "اس آرمی نس کے نفاذ کے کچھ ہی عرصہ بعد بے نظیر حکومت نے اس میں ضروری روبدل کے لیے سینٹ کی سینڈنگ کمیٹی کے سپرد کر دیا۔ روزنامہ جنگ روپنڈی نے ۱۳ مئی ۱۹۸۹ء کو وفاقی وزیر ملکت برائے اطلاعات و نشریات جاوید جبار کا یہ بیان شائع کیا کہ۔ "رجسٹریشن آف پرنٹنگ اینڈ پبلیکیشنز آرمی نس میں ضروری تراسم کی خارش کی گئی ہے۔ یکم جون ۱۹۸۹ء کے روزنامہ "جنگ"، "نوائے وقت" اور "اس" نے یہ خبر شائع کی کہ "رجسٹریشن آف پرنٹنگ اینڈ پبلیکیشنز آرمی نس کا از سر نواحراہ۔ ڈیکھ لیں کی درخواست چار ماہ کے بعد خود بخود تصدیق شدہ تصور کری جائے گی۔"

۳۰ اگست ۱۹۸۹ء کے روزنامہ جنگ روپنڈی نے وفاقی وزیر برائے اطلاعات و نشریات جاوید جبار کا یہ بیان شائع کیا۔ "پریس کے متعلق نیا قانون نافذ کیا جائے گا۔" اس سلسلہ میں قوی اسلامی کی سینڈنگ کمیٹی کے اجلاس میں پریس اینڈ پبلیکیشنز ایکٹ کے مسودے پر غور چاری ہے۔ ۱۹۸۹ء کے آخری ماہ کی پہلی تاریخ، یکم دسمبر ۱۹۸۹ء کو روزنامہ جنگ روپنڈی، روزنامہ پاکستان مائنر اور روزنامہ دی مسلم اسلام آباد نے یہ خبر نمایاں انداز میں شائع کی۔ "پرنٹنگ اینڈ پبلیکیشنز آرمی نس میریہ ۱۹۸۹ء کا احراہ۔"

بے نظیر دور حکومت کے بعد نواز فریض حکومت نے ملکی نظم و نس کی بگ ڈور سنہماں تو اس کی نظر بھی رجسٹریشن آف پرنٹنگ اینڈ پبلیکیشنز آرمی نس پر پڑی۔ حکومت نے اس قانون کا جائزہ لینے کے لیے کمیٹی تشکیل دی۔ پاکستان مائنر روپنڈی اور روزنامہ جہارت کراجی نے ۲۶ فروری ۱۹۹۱ء کو یہ خبر شائع کی: "رجسٹریشن آف پرنٹنگ اینڈ پبلیکیشنز آرمی نس کا جائزہ لینے کے لیے وفاقی وزیر تعلیم سید فخر امام کی زیر صدارت قوی اسلامی کی سیلیکٹ کمیٹی کا اجلاس ہوا، جس میں شیخ رشید احمد، مشیر اطلاعات و نشریات اور اکان اسلامی لیاقت بلوج، چہدری عبد الغفور، محمد اسلم خٹک، مولانا محمد شیر خال شیرافی، سید افتخار حسین کیلانی اور رانا نذر احمد نے فہرست کی۔"

۱۰ اپریل ۱۹۹۱ء کو روزنامہ "دی نیشن" لاہور نے یہ خبر شائع کی۔ "رجسٹریشن پرنٹنگ اینڈ پبلیکیشنز آرمی نس میں تراسم کے سلسلہ میں پی ڈی اے (پاکستان ڈیموکریک الائنس) کے ارکان اسلامی نے تجویز پیش کی ہیں۔ ۳۰ جولائی ۱۹۹۱ء کو روزنامہ

جنگ راولپنڈی نے یہ خبر شائع کی۔ ”پرنٹنگ اینڈ پبلیکیشنز آرڈی نس برجی ۱۹۶۳ء کو نئی شعل میں بحال کرنے کا فیصلہ۔“ اس خبر کی اشاعت کے ساتھ ہی اخبارات و رسائل نے ۱۹۶۳ء کے رسولے زمانہ پی پی لوکی دوبارہ بھالی کے مجوزہ فیصلے پر شدید ترین الفاظ میں رد عمل ظاہر کیا۔ اس سنت ترین رد عمل کے نتیجہ میں ۱۲ اگست ۱۹۹۱ء کے تمام اخبارات میں شیخ رشید احمد وفاقی مشیر برائے اطلاعات و نشریات کا تردیدی بیان جاری ہوا کہ موجودہ آرڈی نس کو تبدیل نہیں کیا جا رہا لیکن اسی ماہ کے آخر میں ۱۳۰ اگست ۱۹۹۱ء کو وفاقی مشیر اطلاعات و نشریات کا یہ بیان چھپا۔ ”نئے پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈی نس کے نفاذ سے پہلے اخبارات کی رائے لی جائے گی۔“ اس اعلان پر بھی اخبارات نے اپنے رد عمل کا اظہار کیا۔

اکتوبر ۱۹۹۱ء میں نواز شریف حکومت نے پاکستان کی تاریخ کی بہت بڑی کابینہ کا اعلان کیا تو عبدالستار لایکا کو وفاقی وزیر اطلاعات و نشریات کا قائمہ ان سونپا گیا۔ عبدالستار لایکا نے اپنے ایک اخباری بیان میں اس عزم کا اظہار کیا کہ۔ ”جموریت اور آزادی صحافت لازم و ملزم ہیں۔“ روزنامہ ”نوائے وقت“ راولپنڈی ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۱ء میں اخبارات و رسائل کے خلاف کو در کرنے کے لیے وزیراعظم نواز شریف نے حکومت کی جانب سے یقین دہانی کروائی گئی ۱۷ نومبر ۱۹۹۱ء کے روزنامہ ”جارت“ کو اپنے یہ خبر شائع کی۔ ”حکومت نے اخبارات اور صحافیوں کے تحفظ کا عزم کر رکھا ہے۔ آزادی صحافت پر کوئی آنچ نہیں آئے دی جائے گی۔ وزیراعظم نواز شریف۔“ ۳ نومبر ۱۹۹۱ء کو روزنامہ جنت راولپنڈی نے وفاقی وزیر اطلاعات و نشریات عبدالستار لایکا کے حوالے سے یہ خبر شائع کی۔ ”آزاد پریس کا صحت مندرجہ حکومت کی خواہش ہے۔ حکومت آزادی پریس پر بخوبی یقین رکھتی ہے۔“

یہ مختصر داستان ہے جو پی پی او برجی ۱۹۶۳ء سے شروع ہوئی اور مختلف مرحلے سے گزرتی ہوئی ۱۹۹۱ء تک پہنچی۔ لیکن اس داستان کا سفر جاری ہے، اور جاری رہے گا کیونکہ ایسا یہی مالک میں موجود ”جموری“ حکومتوں کو آزادی صحافت عموماً اس نہیں آتی۔ مستقبل کا حال تو اثر تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ سر دست ہم نے راجح شدہ ”رجسٹر“ میں آف پرنٹنگ پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈی نس ”بجیرہ ستمبر ۱۹۹۰ء کا جائزہ لیتے ہیں، جو وزارت قانون و انصاف اور پارلیمنٹی امور کی جانب سے ۱۵ نومبر ۱۹۹۰ء کے دی گزٹ آف پاکستان میں صدر پاکستان کی جانب سے جاری کیا گیا۔

## • خاص خاص باتیں:

پرمنگ پریس: کسی صوبے میں چھپنے والی کتاب، اخبار، دستاویز، کتابچے اور پوستر زد غیرہ پر پرنٹر کا نام اور پرمنگ کا مقام دیا ہوگا۔ اور انہیں شائع کیا جائے گا۔ کتابیں اور اخبار چھانپے والا اپنے پرمنگ پریس کے متعلق فارم یا کسی اور مقررہ فارم پر صنی بھریٹ کو مطلع کرے گا، اور صنی بھریٹ ایسے فارم کی وصولی کے فوراً بعد اس کی رسید جاری کرے گا۔ صنی بھریٹ درج ذیل صورتوں میں تحریری حکم کے ذریعے ڈیکلریشن کی تصدیق کرنے سے انکار کر سکے گا۔ اگر وہ مطمئن ہو کہ -----

(الف) زیر عنوان پرمنگ پریس کا ہم نام صوبے میں کوئی اور پرمنگ پریس پہلے ہی چل رہا ہو۔

(ب) ڈیکلریشن کی تصدیق کی درخواست دینے سے قبل پانچ سال کے اندر اغلی و جوہ کی بناء پر وہ سزا یافتہ ہے، تاہم بھریٹ درخواست دینے والے شخص کو صفائی کا موقع دیے بغیر اس کے خلاف کوئی حکم چاری نہیں کرے گا۔ اپنا موقف پیش کرنے کے لیے اسے تحریری نوٹس دیا جائے گا کہ صنی بھریٹ چار ماہ کے اندر ڈیکلریشن کی تصدیق نہیں کرے گا، یا اس سلسلہ میں کوئی حکم صادر نہیں کرے گا تو اس مدت کے اختتام پر ڈیکلریشن تصدیق شدہ تصور ہو گا اور پرمنگ پریس کی جگہ تبدیل کرنے کی صورت میں اس کی تبدیلی کے تین روز کے اندر اس کا مالک تحریری طور پر صنی بھریٹ کو مطلع کرے گا اگر پرمنگ پریس کسی دوسرے صنعت میں منتقل کیا جائے گا تو نہ کوئی صنعت کو بھی اس کی اطلاع کرنا ہوگی۔

## اخبارات:

اخبار پر ایڈٹر کا نام لکھنا ضروری ہو گا۔ ہر اخبار کا پرنٹر اور پبلیشر متعاقہ صنی بھریٹ کے رو برو پیش ہو کر مقررہ فارم داخل کرے گا۔ ۲۱ سال سے کم عمر کے کسی فرد کو ڈیکلریشن نہیں لے گا اور نہ ہی وہ اخبار کی ادارت کر سکے گا۔ ڈیکلریشن کی تصدیق کے تین ماہ کے اندر اخبار شائع نہ ہونے کی صورت میں ڈیکلریشن غیر موثر ہو جائے گا۔ ڈیکلریشن کے لیے ازسر نور خواست دائر کرنا ہوگی۔ اگر اخبار اشاعت کے بعد ایک مہینے میں کم از کم دو مرتب،

ہفت روزہ اخبار دو ہفتے، پندرہ روزہ رسالہ ایک ماہ، ماہانہ دو ماہ میں، سماں چھ ماہ میں اور شماں ہی رسالہ سال میں ایک بار شائع نہ ہوا تو ڈیکٹریشن منسوخ ہو جائے گا۔ متاثرہ پرنٹر اور پبلیشر کو دوبارہ اشاعت کے لیے نئے سرے سے ڈیکٹریشن حاصل کرنا ہو گا، ایسے ڈیکٹریشن کی تصدیق چار ماہ کے اندر ہو گی۔

### زبان و مقام کی تبدیلی:

اخبار کی زبان، مدت یا مقام کی تبدیلی کی صورت میں پرنٹر یا پبلیشور صنعتی مجسٹریٹ کو مطلع کرے گا۔ اگر چھپنے یا شائع ہونے کی جگہ کسی دوسرے مجسٹریٹ کے دائرة کارروائی علاقے میں ہو تو اس مجسٹریٹ ہی کو اطلاع دی جائے گی۔ اگر یہ جگہ کسی دوسرے صوبے میں واقع ہو تو پھر اخبار نئے ڈیکٹریشن کے ساتھ اپنی اشاعت جاری رکھ سکے گا۔ پرنٹر اور پبلیشور بیرون ملک پڑے جائیں تو اس صورت حال میں ڈیکٹریشن غیر موثر ہو جائے گا۔ بشرطیکہ پاکستان سے بیرون ملک جانے سے قبل تحریری طور پر مجسٹریٹ کو اپنی غیر حاضری کے متعلق مطلع کرے اور اپنا فاقہ مقتضی مقرر کرے اور یہ ذمہ دار یا سنجا نے کے لیے اس کی رضامندی کے سلسلہ میں بیان و اظہار کرے تو ایسی صورت میں ڈیکٹریشن بحال رہے گا۔

- مندرجہ ذیل صورتوں میں صنعتی مجسٹریٹ ڈیکٹریشن کی تصدیق نہیں کرے گا:-

(الف) ڈیکٹریشن کے کاٹذات، اخبار یا پرنٹنگ پر میں کے مالک یا مجاز شخص کے علاوہ کسی اور نے پیش کیے ہوں۔

(ب) اخبار کے مجوزہ نام سے صوبے میں کوئی اور اخبار پڑھ سے ہی شائع ہو رہا ہے۔

(ج) ڈیکٹریشن کے لیے درخواست دینے والا اخلاقی جرم میں پانچ سالہ سزا یافتہ نہیں ہوتا جائے۔

(د) جو شخص پاکستان کا شہری نہ ہو، حکومت کی پیشگی اجازت کے بغیر کسی اخبار میں حصے دار نہیں بن سکے گا۔ اجازت کے بعد بھی یہ حصہ ۲۵ فی صد سے زیادہ نہیں ہو گا۔

### = مخصوص مواد کی اشاعت:

- کوئی پرنٹر، پبلیشور یا ایڈیٹر اسے ملبوں اور سینٹ کی کارروائی کا ایسا حصہ نہیں شائع

کر کے گا، جو۔۔۔

(الف) کارروائی کا حصہ نہ ہو، اس سے نقص اس کا احتساب ہو، اخلاقیات کے خلاف ہو، تو یعنی عدالت ہوتی ہو، یا جرم سرزد ہونے کی تریک پیدا ہوتی ہو۔

(ب) سونٹ یا اس بیوں کی کارروائی کے حذف شدہ مواد پر مبنی کوئی چیز شائع نہیں کی جاسکے گی۔ خلاف ورزی کی صورت میں حکومت ایسے مواد پر **حکمل کتاب** یا اخبار کی تمام کاپیاں ضبط کر لے گی، البتہ ایسا کرنے سے قبل صفائی کا موقع دیا جائے گا۔

### طبع شدہ مواد کی ضبطی:

جو کتاب یا اخبار قتل و تندو پر آجائے گا، اس و نام میں حلل ڈالنے والی افوایں پھیلائے گا۔ تکمیل پاکستان کی مدت کرے گا۔ پاکستان کی علاقائی خود مختاری کے خاتمے یا اس میں تغییر کی حمایت کرے گا۔ پاکستان کی علاقائی خود مختاری اور پاکستان میں قانون کے تحت فائم ہونے والی حکومت کے خلاف نفرت پھیلائے گا۔ مختلف صوبوں اور علاقوں کے عوام، مختلف برادریوں، مذہبی فرقوں اور طبقوں کے درمیان انتشار و افتراءق پھیلائے گا۔ کسی ملک کے ساتھ پاکستان کے تعلقات کو خراب کرنے کی کوشش کرے گا، یا مسلح افواج اور پولیس کے کسی رکن کو فرانس سے روگداہی کی ترغیب دے گا۔ ایسے مواد کی حامل کتاب یا اخبار کی تمام کاپیاں بحق سرکار ضبط کر لی جائیں گی۔

### حسابات:

پر نظر یا پیشہ زدنی آمد فی اور اخراجات کا باقاعدہ حساب کتاب رکھے گا۔

### وارث تلاشی:

جس کتاب یا اخبار کی کاپیوں کی ضبطی کا حکم چاری ہو چکا ہو، صنی مبشریت اس سلسلے میں وارث چاری کر کے گا۔ جس سے پولیس افسر کو یہ اختیار مل جائے گا کہ وہ عملاً ان کاپیوں کو ضبط کرے گا اور اس مقصد کے لیے وہ ہر اس عمارت میں داخل ہو کے گا، جہاں

سے ان کا پیوں کے برآمد ہونے کی توقع ہے۔

= **ڈاک سے ترسیل:**

کسی غیر مجاز یا غیر تصدیق شدہ اخبار کو ڈاک کے ذریعے بھجنے کی اجازت نہیں ہو گی۔  
اس قسم کے اخبار یا رسائل کو روکا جائے گا۔

= **غیر اعلان شدہ پریس:**

جو پرنٹنگ پریس غیر قانونی اخبار، رسالہ و غیرہ چاہیں گے، اس پر قبضہ کر لیا جائے گا اور اس قسم کا معاملہ صلحی بستریٹ کے سامنے لایا جائے گا۔

## • دیگر قوانینِ صحافت:

= **قانون تویین عدالت:**

اخبارات و رسائل میں کوئی ایسی تحریر شائع کرنا، جس سے عدالت کی تسمیک ہوتی ہو، مداخلت ہوتی ہو، یا اس پر تبصرہ ہوتا ہو، تویین عدالت کے زمرے میں آتا ہے۔ یہ مسئلہ اور پہنچیدہ سلسلہ ہے کون سی خبر تویین عدالت کے ضمن میں آتی ہے، لور کون سی نہیں آتی۔ ذمیں میں چند اصول و ضوابط درج کیے جارہے ہیں جن کے سر زد ہونے پر تویین عدالت کا ارتکاب ہوتا ہے۔

- اگر کوئی مقدمہ عدالت میں زیر سماحت ہو تو اس کے متعلق اخبار یا صحفی کی جانب سے ذاتی راستے یا معاشر سے کسی بھی فریلن کو مدد ملنے یا لفڑان پہنچنے کا احتمال ہو، تو ایسا مسودہ تویین عدالت قرار پائے گا۔

- ایسا مسودہ شائع کیا جائے، جس سے مقدمے کی کارروائی متناہ ہو، اور ذاتی عاصہ پر بطلے ہی کسی خاص نتیجے پر پہنچ جائے یا اس کا احتمال ہو، تو یہ بھی تویین عدالت کے ضمن میں آئے گا۔

- خواہ کوئی مقدمہ زیر سماحت ہو یا نہ ہو، اگر کسی عدالت کو بدنام کیا جائے یا کسی

- جج یا مجسٹریٹ سے بد دیانتی یا کوئی اور الزام منسوب کیا جائے تو یہ بھی تعینِ عدالت ہو گا۔
- ۴۔ کوئی مقدمہ زیر ساعت نہ ہو، لیکن کارروائی ہونے والی ہو، اور اخبار کو اس کا علم ہو، چنانچہ قبل از وقت شائع ہونے والا تبصرہ تعینِ عدالت قرار پائے گا۔
- ۵۔ اگر کوئی معاملہ زیر تفتیش ہو اور مجرم گرفتار نہ ہوئے ہوں تو معاطلہ پر تبصرہ تعینِ عدالت نہیں کھلائے گا لیکن اگر ملزم زیر حراست ہو، تو اس پر تبصرہ تعینِ عدالت کے ضمن میں آئے گا۔
- ۶۔ کسی واقعہ کی رپورٹ اس طرح دستا کہ وہ غیر حقیقی ہو اور اس کا انداز کسی ایک فریق کے حق میں نمایاں انداز میں پیش کرنے کا ہو، تو یہ بھی تعینِ عدالت قرار پائے گا۔
- ۷۔ اگر خبر یا تبصرے میں کسی کی گواہی روکنے کی کوشش گئی گئی تو یہ تعینِ عدالت کھلائے گا۔
- ۸۔ اگر پولیس یا کسی کے پارے میں یہ الزام تراشی کی گئی ہو کہ شہادت نامناسب طریقے سے حاصل کی گئی ہے تو یہ بات بھی تعینِ عدالت قرار پائے گی۔
- ۹۔ وکلاء کے خلاف کسی رائے کا اظہار یا ملزم یا کسی فریق کے خلاف قابل اعتراض الفاظ کا استعمال تعینِ عدالت کھلائے گا۔
- ۱۰۔ یہ مطالبہ کرنا کہ فلاں و کیل ملزم کے دفاع کی ذمہ داری نہ لے۔
- ۱۱۔ ملزم کی تصور چاپ دنا، جب اس کی پچان کا سوال زیر غور ہو۔
- ۱۲۔ گھر را کس سر خیال چھاپنا۔
- ۱۳۔ غیر مناسب دباو گا الزام عائد کرنا۔
- ۱۴۔ قانون تعینِ عدالت کی زد سے پہنچ کے لیے ضروری ہے کہ اخبار نویس جو کارروائی چھنپے کے لیے دے وہ سراسر غیر جانبدار انداز میں ہوئی جا ہے۔

## • قانون ازالہ حیثیت عرفی اقانون ہستک عزت:

۱۹۷۳ء کے آئین کے مطابق پاکستان کے ہر شہری کو یہ حق حاصل ہے کہ اسے جو عزت، مقام اور مرتبہ حاصل ہے کوئی شخص اسے بلا وجہ نقصان نہ پہنچائے۔ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر کسی دوسرے شہری کی عزت یا شہرت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے تو

ملکی قوانین کے مطابق وہ قانون ازالہ حیثیت عرفی یا قانون ہنگی عزت کا ارتکاب کرتا ہے۔ اس کی دو ممکنہ صورتیں ہو سکتی ہیں:

- ۱ زبان کے ذریعے تعین
- ۲ تحریر کے ذریعے تعین

اس سلسلہ میں مقدمہ اسی صورت میں قائم ہو سکتا ہے کہ تعین کی اشاعت ہوتی ہو۔ اس کے نتیجے میں وہ عام لوگوں تک پہنچی ہو۔ کوئی چیز، اخبار یا رسائل میں اسی وقت شائع ہوتی ہے۔ جب ناشر یا ایڈٹر اس بات یا واقعہ سے آگاہ ہو۔ جب کسی اخبار کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ دائر ہو جائے تو وہ اپنے بجاوے کے لیے درج ذیل اقدامات کر سکتا ہے۔

• صداقت اور جواز: اگر مدیر اخبار کو یہ معلوم ہے کہ اس نے جو حقائق شائع کیے ہیں، وہ واقعی مبنی برحقیقت ہیں، تو اشاعت کا جواز پیدا ہو جائے گا لیکن یہ بات پیش نظر ہے کہ اس بات کو عدالت میں مکمل ثبوت کے ساتھ ثابت کرنا بہت ضروری ہے۔ اسی طرح جواز کی پوزیشن اختیار کرنے میں مدیر اخبار کو بڑی اختیاط سے کام لوتنا ہو گا۔ اگر جواز ثابت نہ کیا جاسکا تو جو کو اختیار حاصل ہو گا وہ جب ہر جانے کا تعین کرے تو نہ صرف ازالہ حیثیت عرفی کا بیان پیش نظر رکھے گے بلکہ ملزم اپنی پوزیشن سے دستبردار ہونے پر تیار نہیں اور اپنے بیان کی سچائی ثابت کیے بغیر اسے صحیح کہہ رہا ہے۔

• منصفانہ تبصرہ: کسی فرد کے سیاسی یا معاشرتی کردار پر تبصرہ تو کیا جاسکتا ہے لیکن اس کی ذاتی زندگی کو موضوع بحث نہیں بنایا جاسکتا۔ جو لوگ سیاست میں آتے ہیں، ان کا قول و فعل زیر بحث لانے میں کوئی مصناحت نہیں لیکن اس کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ جن معلومات کی بنیاد پر تبصرہ کیا جا رہا ہے، ان میں صداقت موجود ہو۔

• استحقاق: اخبار کو سینٹ اور قوی و صوبائی اسٹبلیوں یا عدالتوں کی ایسی کارروائی چاہئے کہ حق حاصل ہے جس پر سینٹ کے چیسر میں، اسٹبلیوں کے اسپیکرز حضرات یا بچ اور مجریوں نے پابندی عائد نہ کی ہو۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ رپورٹ غیر جانبدار اور مبنی برحقیقت ہو۔

• زائد المیعاد: ازالہ حیثیت عرفی کے سلسلہ میں اخبار کے خلاف دعویٰ ایک سال کے اندر

اندر ہو سکتا ہے۔ اگر ایک سال سے زیادہ عرصہ گز جانے تو ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ تیر موڑ ہو جاتا ہے۔

**۰ معافی:** اگر اخبار کے کسی رپورٹ یا سب ایڈیٹر کی غلطی سے کوئی ایسی تحریر شائع ہو جائے، جس کے متعلق خدشہ ہو کہ ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ ہو سکتا ہے تو اخبار کو چاہیے کہ جتنی نمایاں اندازیں وہ تحریر شائع کی گئی ہے اُسی مناسبت سے اس کی غیر مشروط معدزت بھی شائع کی جائے۔ اگر اس کے باوجود ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ دائِر ہوتا ہے تو اخبار اپنے دفاع کے طور پر اسی معدزت نامہ کو عدالت میں پیش کر سکتا ہے۔

پاکستان پر میں کمیشن کی سفارش پر اس قانون میں یہ اضافہ کر دیا گیا ہے کہ اب یہ جرم قابلِ دست اندازی پولیس ہے۔ قانون کے زدیک ہر شہری کو یہاں حقوق حاصل ہیں، اس لیے یہ سمجھنا کہ صافی کو عام شریوں کے مقابلے میں اندازی حقوق حاصل ہیں یہ درست نہیں ہے۔ صافی حضرات کو چاہیے کہ حکم قرآن کے مطابق کسی بھی خبر یا اطلاع کی اشاعت سے قبل اس کی مکمل تحقیق اور چنان پہنچ کر لیا کریں۔ بصورتِ دیگر قانون کا چند اون کی گردن بیک بھی پہنچ سکتا ہے۔

## • کاپی رائٹ ایکٹ:

کاپی رائٹ ایکٹ، جسے قانون حقوق اشاعت بھی کہا جاتا ہے۔ یہ قانون ۱۹۶۲ء میں تalfiz ہوا، جبکہ تحریر یا کتاب بعد ۱۹۷۳ء میں کچھ ردود بدل کیا گیا۔ کاپی رائٹ ایکٹ کے مطابق کسی تحریر یا مسودے کو اس کے صفت کی اجازت کے بغیر شائع کرنا غیر قانونی اعدام ہے۔ اخبارات و رسائل میں بسا لوگات کوئی ایسی طبع شدہ تحریر کو کسی خاص موقع پر شائع کرنا ہوتا ہے تو وہ متعلقہ تحریر یا کتاب کے صفت کی پہنچی اجازت سے اخبار یا رسائل میں شائع کر سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں یہ بات ضروری ہے کہ تحریر کے ساتھ صفت کا نام بھی شائع کیا جائے۔

ایسی تحریریں جو کسی اخبار یا رسائل کے ملزیم باقاعدہ معاوضے کے ساتھ لکھیں تو ان تحریروں کا کاپی رائٹ متعلقہ اوارے کو حاصل ہو جائے گا۔ البتہ اگر صاحب تحریر اس مضمون

کی اشاعت کو کسی بھی حوالے سے نقصان وہ سمجھتے ہوں تو اس کی اشاعت روکی جا سکتی ہے۔  
یہ وہ بنیادی پاتیں ہیں، جو صافت سے والستہ کسی بھی فرد کے لیے جاننا ضروری ہے۔

## ضمیمہ، مسلم صحفت - ۱۹۰۱ء تا ۱۹۳۷ء

۱۹۰۱ء	مولوی الشاء اللہ	ہفت روزہ وطن، لاہور
۱۹۰۱ء	شیخ عبدالقادر	ماہنامہ نہضت، لاہور
۱۹۰۲ء	مولانا شاء اللہ امر تسری	ہفت روزہ مسلمان، امر تسری
۱۹۰۲ء	حافظ نور احمد	ہفت روزہ ششیر قلم، لاہور
۱۹۰۲ء	مولوی ممتاز علی	پندرہ روزہ تالیف و اشاعت، لاہور
۱۹۰۳ء	خواجہ علام اٹھٹیں	ماہنامہ عصر جدید، میرٹھ
۱۹۰۳ء	مولانا حضرت موبانی	ماہنامہ اردوئے محلی، علی گڑھ
۱۹۰۳ء	مولانا اصغر طلی روحي	ماہنامہ الحدی، کٹھانہ - (گجرات)
۱۹۰۳ء	سید نظام الدین	ہفت روزہ ذوالقریبین، بدایون
۱۹۰۳ء	مولوی ان شاء اللہ	ماہنامہ تفسیر القرآن، لاہور
۱۹۰۳ء	مشی محمد الدین فوق	ہفت روزہ اردو اخبار، لاہور
۱۹۰۳ء	سید عبد اللہ شاہ	ماہنامہ اخبار الاظہر، پشاور
۱۹۰۳ء	مشی محمد الدین	ہفت روزہ الیکٹریڈ راگزٹ، وزیر آباد
۱۹۰۳ء	مولانا شاء اللہ امر تسری	ہفت روزہ اہل حدیث، امر تسری
۱۹۰۳ء	سید جالب دہلوی	ہفت روزہ فریض، لاہور
۱۹۰۳ء	مشی سراج الدین	ہفت روزہ زیندار، لاہور
۱۹۰۳ء	مولوی شجاع اللہ	ہفت روزہ ایسکلاؤر نیکلا اخبار، گوجرانوالہ
۱۹۰۳ء	مشی محمد تعیم اللہ	ماہنامہ عروج، بیکنور
۱۹۰۳ء	یعقوب بیگ دہلوی	ماہنامہ کاشت العلوم، دہلی

۱۹۰۳ء	سید ولادت حسین	ماہنامہ علی گڑھ منتصی علی گڑھ
۱۹۰۳ء	غلام قادر فرخ	ماہنامہ مزاوا، امر تسر
۱۹۰۳ء	حکیم محمد اجمل خاں	ماہنامہ مجلہ طبیب، دہلی
۱۹۰۵ء	مولانا رشید اسنوری	ماہنامہ مجلہ القاسم، دیوبند
۱۹۰۵ء	مشی مولا بخش	ضیاء الاسلام امر تسر
۱۹۰۵ء	اصغر علی روچی	ماہنامہ الحدی، لاہور
۱۹۰۵ء	مشی عبد القیوم جالندھری	ماہنامہ اسلام، جالندھر
۱۹۰۶ء	مشی محمد الدین فوق	ماہنامہ کشمیری میگزین، لاہور
۱۹۰۶ء	علام احمد انگر	ہفت روزہ اہل فخر، امر تسر
۱۹۰۸ء	قاضی عبد الوہید	ماہنامہ تحفہ حنفیہ، پٹنسہ
۱۹۰۸ء	مولوی تاج الدین نقشبندی	ماہنامہ الجدد، لاہور
۱۹۰۹ء	ملک محمد دین اعوان	ماہنامہ صوفی، پنڈی بہاؤ الدین
۱۹۰۹ء	سید ارتضیٰ حسین (طاوادحدی)	ماہنامہ نظام الشانخ، دہلی
۱۹۱۰ء	مولانا ظفر علی خاں	ہفت روزہ زیندار، کرم آباد
۱۹۱۰ء	مولوی شجاع اللہ	ماہنامہ نلت، لاہور
۱۹۱۰ء	مولوی محمد سعید سبطین	ماہنامہ برہان، لاہور
۱۹۱۰ء	مولانا ظفر علی خاں	ہفت روزہ زیندار، لاہور
۱۹۱۱ء	مشی علام قادر فصیح	پندرہ روزہ تاریخ اسلام، سیالکوٹ
۱۹۱۱ء	مولانا محمد علی جوہر	ہفت روزہ کامریڈ، گلکتہ
۱۹۱۲ء	مشی غلام قادر فرخ	ماہنامہ انسان، امر تسر
۱۹۱۲ء	حکیم رکن الدین	ہفت روزہ نور الاخبار، گلکتہ
۱۹۱۲ء	مولانا ابوالکلام آزاد	ہفت روزہ الملال، گلکتہ
۱۹۱۲ء	خدوم محمد اعظم	ماہنامہ درویش، بسیرہ

- |       |                       |  |
|-------|-----------------------|--|
| ۱۹۱۳ء | مولانا محمد علی جوہر  | ۳۳۔ روزنامہ ہمدرد، گلکتہ                 |
| ۱۹۱۳ء | مشی حسام الدین        | ۳۴۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ، لاہور         |
| ۱۹۱۳ء | خواجہ کمال الدین      | ۳۵۔ ماہنامہ اشاعت اسلام، لاہور           |
| ۱۹۱۳ء | مولانا ابوالکلام آزاد | ۳۶۔ هفت روزہ البلاغ، گلکتہ               |
| ۱۹۱۳ء | مشی محمد دین فوق      | ۳۷۔ ماہنامہ طریقت، لاہور                 |
| ۱۹۱۳ء | غازی محمود (دھرم پال) | ۳۸۔ ماہنامہ اسلام، لدھیانہ               |
| ۱۹۱۵ء | حافظ عبد الشریوڑی     | ۳۹۔ هفت روزہ "تنظيم اہل حدیث، روپر       |
| ۱۹۱۶ء | مشی مولانخش           | ۴۰۔ ماہنامہ اتحاد، امر کسر               |
| ۱۹۱۶ء | حکیم ابوتراب عبدالحق  | ۴۱۔ پندرہ روزہ اہل سنت و اجماعت، امر کسر |
| ۱۹۱۶ء | مولانا سیمان ندوی     | ۴۲۔ ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ              |
| ۱۹۱۶ء | سید علی شاہ گلگانی    | ۴۳۔ ماہنامہ حیات المسیر، لاہور           |
| ۱۹۱۷ء | سید احمد شاہ شمسی     | ۴۴۔ هفت روزہ ذوالفنار، لاہور             |
| ۱۹۱۸ء | مولوی یوسف شمس        | ۴۵۔ ماہنامہ اہل الذکر، فیض آباد          |
| ۱۹۱۸ء | ابوالثناء نعمت اللہ   | ۴۶۔ ماہنامہ دعوت حق، لاہور               |
| ۱۹۱۸ء | شائی علی              | ۴۷۔ ماہنامہ عصر جدید، گلکتہ              |
| ۱۹۱۸ء | مشی محمد عمر نعیسی    | ۴۸۔ ماہنامہ سودا الا عظیم، مراد آباد     |
| ۱۹۱۸ء | حافظ محمد عالم        | ۴۹۔ ماہنامہ عالمگیر، لاہور               |
| ۱۹۱۸ء | معراج الدین احمد      | ۵۰۔ هفت روزہ الفقیہ امر کسر              |
| ۱۹۱۹ء | سید حبیب              | ۵۱۔ روزنامہ سیاست لاہور                  |
| ۱۹۱۹ء | مولوی اعجاز احمد      | ۵۲۔ ماہنامہ اعجاز القرآن، امر کسر        |
| ۱۹۱۹ء | مولوی تاج الدین       | ۵۳۔ هفت روزہ تاج، جبل پور                |
| ۱۹۱۹ء | محمد عبد الوہاب       | ۵۴۔ پندرہ روزہ صحیفہ اہل حدیث ولی        |
| ۱۹۲۰ء | مولانا عبد اللہ عماری | ۵۵۔ ماہنامہ تہذیب الاعلق، امر کسر        |

۱۹۲۰	ماہنامہ الرضا، برلنی	- ۶۶
۱۹۲۰	مولوی عبدالمحمد خادم	- ۶۷
۱۹۲۱	مولانا ابوالکلام آزاد	- ۶۸
۱۹۲۱	مفہی کنایت اللہ	- ۶۹
۱۹۲۱	بہاء الحق فاسی	- ۷۰
۱۹۲۱	ملک رضا علی	- ۷۱
۱۹۲۲	مولوی احمد اللہ	- ۷۲
۱۹۲۲	چودھری سلطان علی	- ۷۳
۱۹۲۲	سیر جالب دہلوی	- ۷۴
۱۹۲۲	حافظ اللہ قریشی	- ۷۵
۱۹۲۲	مولوی محمد جونا گڑھی	- ۷۶
۱۹۲۳	پیر بخش	- ۷۷
۱۹۲۳	سید عبدالمفیض گیاوی	- ۷۸
۱۹۲۳	غلام حیدر خاں	- ۷۹
۱۹۲۳	مولوی محمد بشیر	- ۸۰
۱۹۲۳	پیام شاہ جہان پوری	- ۸۱
۱۹۲۳	محمد وادود فاروق	- ۸۲
۱۹۲۳	مولانا عبدالمجید دریا یادوی	- ۸۳
۱۹۲۳	ڈاکٹر سیف الدین	- ۸۴
۱۹۲۳	پیر عبد العزیز تدوی	- ۸۵
۱۹۲۳	محمد غریب الدین غریب	- ۸۶
۱۹۲۳	ڈاکٹر علیم الدین	- ۸۷
۱۹۲۳	چنی الدین	- ۸۸

- |     |                                    |
|-----|------------------------------------|
| ۸۹  | ہفت روزہ الجمیعت، دہلی             |
| ۹۰  | ہفت روزہ رسالت، گلکتہ              |
| ۹۱  | ہفت روزہ بُشری، اسکن آباد          |
| ۹۲  | ماہنامہ الحافظ، لاہور              |
| ۹۳  | ماہنامہ لامیہ گزٹ، سبار کپور       |
| ۹۴  | ماہنامہ اشرفی، کچھوچھہ             |
| ۹۵  | پندرہ روزہ اصلاح پاگنا پورہ، لاہور |
| ۹۶  | ماہنامہ اسوہ حسن، لاہور            |
| ۹۷  | ماہنامہ بلاغ القرآن، لاہور         |
| ۹۸  | ہفت روزہ حمایت اسلام، لاہور        |
| ۹۹  | ماہنامہ صبح سعادت، لاہور           |
| ۱۰۰ | ہفت روزہ توحید امر تسر             |
| ۱۰۱ | ماہنامہ اصلاح، لاہور               |
| ۱۰۲ | ہفت روزہ مجاهد، راولپنڈی           |
| ۱۰۳ | ماہنامہ الاشرف، لاہور              |
| ۱۰۴ | روزنامہ انقلاب، لاہور              |
| ۱۰۵ | ماہنامہ تبلیغ، انبالہ              |
| ۱۰۶ | ماہنامہ طور، لاہور،                |
| ۱۰۷ | ہفت روزہ پیام سرحد، ہری پور        |
| ۱۰۸ | ماہنامہ مجدد عظیم، سرہند           |
| ۱۰۹ | دور روزہ القصاص، گجرات             |
| ۱۱۰ | ہفت روزہ ہمدرد افغان، پشاور        |
| ۱۱۱ | پندرہ روزہ ایمان، یکی (لاہور)      |
|     | مولانا محمد عرفان                  |
|     | مولانا ابوالقاسم                   |
|     | مولوی نور احمد قادری،              |
|     | شمس الدین جابری                    |
|     | سید مهدی اکبر                      |
|     | سید محمد اشرف                      |
|     | ظیف سراج الدین                     |
|     | مولانا محمد دوست                   |
|     | مولوی محمد فاضل                    |
|     | مولوی احمد پاہ تخدومی              |
|     | حافظ سید احمد                      |
|     | مولانا داؤد غزنوی                  |
|     | چوبیری محمد حسین                   |
|     | محمد عبدالسلام                     |
|     | پیر محمد اشرف                      |
|     | غلام رسول سہرا عبد الجبید سالک     |
|     | سید معظم نبیب آبادی                |
|     | جلال الدین اکبر                    |
|     | قاضی عزیز الرحمن                   |
|     | سید ولیست علی شاہ                  |
|     | حکیم محمد عارف                     |
|     | خان سیر بلالی                      |
|     | عبد الحمید                         |

۱۹۲۹ء	محمد منیر الدین	۱۱۲- ماہنامہ اسلام، امر تسر
۱۹۲۹ء	عبد الحق عباس	۱۱۳- ماہنامہ پیام اسلام، جالندھر
۱۹۲۹ء	شمس اللہ قادری	۱۱۴- سماہی تاریخ، حیدر آباد کن
۱۹۳۰ء	عبد الحق عباس	۱۱۵- ماہنامہ مسلم، لاہور
۱۹۳۰ء	عبد الحق صیار تمی	۱۱۶- ماہنامہ بصیرت، لاہور
۱۹۳۱ء	عبد الرزاق ملیح آبادی	۱۱۷- ہفت روزہ الحند، گلکتہ
۱۹۳۱ء	فقیر ابو عیسیٰ	۱۱۸- ماہنامہ تبلیغ اشاعت القرآن، لاہور
۱۹۳۲ء	سید محمد شاہ	۱۱۹- ماہنامہ حقیقت اسلام، لاہور
۱۹۳۲ء	طفیل احمد مغلوی	۱۲۰- ہفت روزہ سودمند، بدایوں
۱۹۳۲ء	ایم کے خان	۱۲۱- ماہنامہ المائدہ، لاہور
۱۹۳۲ء	ابو محمد مصلح	۱۲۲- ماہنامہ ترجمان القرآن، حیدر آباد کن
۱۹۳۲ء	زکریا حسن واٹلی	۱۲۳- ماہنامہ العصر، امر تسر
۱۹۳۲ء	محمد اسحاق حنفی	۱۲۴- ماہنامہ مسلم، امر تسر
۱۹۳۲ء	سید سلیمان ندوی	۱۲۵- ہفت روزہ دعوت، دہلی
۱۹۳۲ء	مولانا عبد الدود	۱۲۶- ہفت روزہ شوریٰ، پشاور
۱۹۳۲ء	مولانا منظور احمد نعمانی	۱۲۷- ماہنامہ الفرقان، گلکتہ
۱۹۳۳ء	سید ابوالاعلیٰ مودودی	۱۲۸- ماہنامہ ترجمان القرآن، حیدر آباد کن
۱۹۳۳ء	حامد محمود صابری	۱۲۹- ہفت روزہ تحدوم، گلکتہ
۱۹۳۳ء	مولوی عبد الرحمن	۱۳۰- ماہنامہ آستانہ، لاہور
۱۹۳۳ء	حکیم منظر حسین اٹھر	۱۳۱- ہفت روزہ الخاق، لاہور
۱۹۳۳ء	مشی محمد دین فوق	۱۳۲- ماہنامہ وکیل اسلام، لاہور
۱۹۳۳ء	---	۱۳۳- ہفت روزہ اثناء عشری، لاہور
۱۹۳۳ء	مرتضیٰ احمد میکش	۱۳۴- روزنامہ احسان، لاہور

۱۹۳۳ء	پاری علیگ، مرتعنی سیکش	۱۳۵- روزنامہ شہزاد، لاہور
۱۹۳۳ء	مولوی عبدالطمیں	۱۳۶- ماہنامہ تبلیغ اسلام، لاہور
۱۹۳۳ء	ولی اللہ مخدومی	۱۳۷- هفت روزہ اصلاح اسلامیین، لاہور
۱۹۳۳ء	حافظ محمد عالم	۱۳۸- هفت روزہ اسلام، لاہور
۱۹۳۳ء	مولانا عبد اللہ خاں	۱۳۹- هفت روزہ کلمنت الحق، کوئٹہ
۱۹۳۳ء	غلام حسن کاظمی	۱۴۰- هفت روزہ پاکستان، لمبٹ آباد
۱۹۳۵ء	---	۱۴۱- ماہنامہ دارالعلوم، دیوبند
۱۹۳۵ء	خواجہ عشرت حسین	۱۴۲- ماہنامہ ربربر، دہلی
۱۹۳۶ء	شیخ محمد صدیق	۱۴۳- هفت روزہ رضا کار، لاہور
۱۹۳۶ء	محترم حمیرا	۱۴۴- ماہنامہ مسلم، جاندھر
۱۹۳۶ء	حضرت اللہ قریشی	۱۴۵- ماہنامہ واعظ، لاہور
۱۹۳۶ء	مولوی عبدالغفار	۱۴۶- ماہنامہ ریاض توحید، لاہور
۱۹۳۷ء	اسد اللہ خاں	۱۴۷- ماہنامہ نور، جاندھر
۱۹۳۷ء	---	۱۴۸- ماہنامہ شرب، لاہور
۱۹۳۷ء	سید محمد شاہ	۱۴۹- ماہنامہ پیام حق، لاہور
۱۹۳۷ء	عبداللطیف شاہ	۱۵۰- ماہنامہ سلطان المشائخ، لاہور
۱۹۳۸ء	سید عبد اللہ شاہ	۱۵۱- هفت روزہ الفلاح پشاور
۱۹۳۹ء	شیخ عبد اللطیف	۱۵۲- ماہنامہ تنظیم- چونڈہ (سیاکوٹ)
۱۹۳۹ء	مولانا عبد الکریم	۱۵۳- هفت روزہ اسلام کوئٹہ
۱۹۳۹ء	غلام اختر پراچ	۱۵۴- هفت روزہ ہمدرم کوہاٹ
۱۹۳۹ء	---	۱۵۵- ماہنامہ دارالسلام، پشاکوٹ
۱۹۴۰ء	مقبول انور داؤدی	۱۵۶- ماہنامہ شمس المشائخ مدرس (امر تسر)

۱۹۳۰ء	محمد نظائی	۱۵۷۔ پندرہ روزہ نوائے وقت، لاہور
۱۹۳۰ء	سیر خلیل الرحمن	۱۵۸۔ روزنامہ جنگ، دہلی
۱۹۳۰ء	سید شیعہ الحسن	۱۵۹۔ ماہنامہ نور، کراچی
۱۹۳۰ء	حافظ سراج الدین	۱۶۰۔ ماہنامہ العزیز، بہاولپور
۱۹۳۰ء	سلطان محمد خادم کعبہ	۱۶۱۔ ہفت روزہ امتحیت سرحد، پشاور
۱۹۳۱ء	مولانا محمد عبداللہ	۱۶۲۔ ماہنامہ الفاروق، کوئٹہ
۱۹۳۱ء	مولانا ابواللیث	۱۶۳۔ سماہی اصلاح سرائے سیر (اعظم گڑھ)
۱۹۳۱ء	ضیاء الدین عشانی	۱۶۴۔ ماہنامہ نداء حرم، کراچی
۱۹۳۲ء	---	۱۶۵۔ روزنامہ مارنگ نیوز، گلکتہ
۱۹۳۲ء	محمد عبدالحسی	۱۶۶۔ پندرہ روزہ الحسنات، رام پور
۱۹۳۳ء	پوچھن جزو ف	۱۶۷۔ روزنامہ ڈان، دہلی
۱۹۳۳ء	مولانا شمس المدینی	۱۶۸۔ ہفت روزہ الجہاد، ناصرہ
۱۹۳۴ء	محمد نظائی	۱۶۹۔ روزنامہ نوائے وقت، لاہور
۱۹۳۵ء	ڈاکٹر شعیب قریشی	۱۷۰۔ ہفت روزہ ندائے ملت، لکھنؤ
۱۹۳۵ء	حکیم عبدالحق فردی	۱۷۱۔ ماہنامہ الفرید، چاچڑاں شریف
۱۹۳۷ء	سنڈنگ	۱۷۲۔ روزنامہ پاکستان مائنر، لاہور

## کتابیات:

- ۱۔ اصلاحی، امین احسن  
فاران فاؤنڈیشن، فیروز پور روڈ، لاہور
- ۲۔ ندوی، ابوالجلل  
المحل ندوی اکیڈمی، پریمدھی  
اسٹریٹ، کراچی
- ۳۔ حدیقی، محمد عین  
انگریز ترقی اخبار نویسی (مکتبی  
ہندوستانی اخبار نویسی) کے عمد میں)

- ۳- قادری، سید اقبال رہبر اخبار نویسی
- ۴- خورشید، عبد السلام، ڈاکٹر فنِ صحفت
- ۵- جازی، مسکین علی، ڈاکٹر مسلم صحفت کی منحصر ترین تاریخ
- ۶- ناز، ایم ایس، ڈاکٹر اخبار نویسی کی منحصر ترین تاریخ
- ۷- شعیب، بخششز، اردو بازار، لاہور
- ۸- ادیب، ہماں یون بھارتی صحفت
- ۹- خان، صابر علی، ڈاکٹر اردو صحفت (۱۹۶۳ء)
- ۱۰- ہاشمی، رحم علی فنِ صحفت
- ۱۱- شکیب، بدرا، اردو صحفت
- ۱۲- فردی، رئیس الدین اردو صحفت، عمدہ بن محمد
- ۱۳- صدقی، ابواللیث انیسویں صدی میں اردو صحفت
- ۱۴- خورشید، عبد السلام، ڈاکٹر پاکستان میں اردو صحفت
- ۱۵- شاہد، ایم ایم صحافت کی تاریخ
- ۱۶- صابری، المداد تاریخ صحفت اردو (حصہ اول تاچھارم) چورٹی والان، دہلی
- ۱۷- خورشید، عبد السلام، ڈاکٹر صحفت، پاک و ہند میں
- ۱۸- اقبال، افضل الدین، ڈاکٹر جنوبی ہند کی صحفت ۱۸۵۷ء سے پہلے معین پیلسکیشنز، حیدر آباد کی
- ۱۹- خورشید، عبد السلام، ڈاکٹر داستلان صحفت
- ۲۰- ملک، عزیز صحفت اور تحریک آزادی
- ۲۱- محمود، سید قاسم اسلامی انسائیکلوپیڈیا
- ۲۲- قاسمی، محمد عبد العodus الغافلی مصنائع جمال الدین الغافلی
- تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد

۲۳۔ ناز، احسن اختر	صحافی ذمسہ داریاں
۲۴۔ شاہبہان پوری، ابو سلمان، ڈاکٹر مولانا ابوالکلام آزاد کی صافت	
۲۵۔ انجم، ظین	مولانا ابوالکلام آزاد، شخصیت اور کارناٹے اردو اکادمی، دہلی
۲۶۔ زیدی، لطیر حسین، ڈاکٹر مولانا انصار علی خاں: بیشیت صافی	مکتبہ اسلام، کراچی
۲۷۔ شاہبہان پوری، ابو سلمان، ڈاکٹر مولانا محمد علی جوہر اور ان کی صافت	اواره تصنیف و تحقیق، علی گڑھ کاروںی، کراچی
۲۸۔ عبدالطن، منشی	سید احمد اپنی پاکستان
۲۹۔ چند، گرپن	اُردو کے نامور صافی
۳۰۔ ارمان، صدیقہ، ڈاکٹر	ہمدرد کے اواریے
۳۱۔ محمود حمید لفظی، بیگم	نشان منزل
۳۲۔ جازی، مکین علی، ڈاکٹر	پاکستان میں ابلاغیات
۳۳۔ عقیل، سعین الدین، ڈاکٹر	تحریک آزادی میں اردو صافت کا حصہ
۳۴۔ محمود الحسن	اجنبی ترقی اردو پاکستان، کراچی
	پاکستان کے اردو اخبارات و رسانی
	متعددہ قومی زبان، اسلام آباد
	(جلد اول)
۳۵۔ خاہبہان پوری، ابو سلمان، ڈاکٹر	پاکستان کے اردو اخبار و رسانی (جلد دوم)
۳۶۔ حسن ریاض، سیندھ	پاکستان ناگزیر تاریخ
	جاسوس کراچی
۳۷۔ جعفری، اصغر علی	تحریک پاکستان اور اس کا بیس مظفر
۳۸۔ شاہد، محمد ریاض	تحریک پاکستان
۳۹۔ چراغ، محمد علی	پاکستان، مجاهدین تحریک آزادی
۴۰۔ ثناء اللہ، چہدری	صحافت میں جدید رخانات
	علیہ الرحمہن اور پیغمبر ﷺ، اسلام آباد

- ۳۱۔ محمد شمس الدین، ڈاکٹر ابلغ عاصمہ کے نظریات  
ستھانہ تویی زبان، اسلام آباد
- ۳۲۔ شریف الجاہد، پروفیسر پرنس کے چار نظریات  
قائد اعظم اکیڈمی، کراچی
- ۳۳۔ خورشید، عبد السلام، ڈاکٹر صحافت اور صاحبہ  
معالہ، شام جمیردرو، ۱۹۸۳ء
- ۳۴۔ جاندہ حری، محمد شفیع، ڈاکٹر صحافت اور صحافی  
علیٰ کتب خانہ، اردو بازار، لاہور
- ۳۵۔ سید محمد سلیم، پروفیسر آزادی صحافت اور طبیر جانبداری  
ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور، جولائی ۱۹۸۷ء
- ۳۶۔ گورائی، محمد یوسف، اسلام میں اخبار رائے کا تصور  
ماہنامہ تعمیر انسانیت لاہور، مئی ۱۹۷۷ء
- ۳۷۔ فضل الرحمن بن محمد، مولانا پرنس پر پابندی، اسلامی نقطہ نظر  
دارالدعاۃ السنفی، شیش محل روڈ لاہور
- ۳۸۔ حلیح الدین، محمد اسلام کا نظریہ ابلاغ  
اسلامی ریاست میں ذرائع ابلاغ کا کودار اورہ مطبوعات بکریہ، کراچی
- ۳۹۔ کھوکھر، محمد افتخار مقالہ ایم اے صحافت،  
پنجاب یونیورسٹی
- ۴۰۔ پاکستان پرنس ڈائریکٹری، ۱۹۹۳ء
- ۴۱۔ آٹھ بیورو آف سرکولشن (ABC) کائنہ ڈیزائن، حکومت پاکستان، اسلام آباد
- ۴۲۔ ڈاکٹر گوہر نوٹھائی کے ذاتی کتب خانہ سے درج ذیل اخبارات و رسائل سے استنادہ کیا گیا۔  
- ہفت روزہ رفیق ہند، لاہور  
- ہفت روزہ چودھویں صدی، راولپنڈی  
- ہفت روزہ صدائے ہند، لاہور  
- ہفت روزہ سمر مور گزٹ، ناہیں  
- ہفت روزہ پیرس اخبار، گوجرانوالہ لاہور  
- ہفت روزہ اخبار انگلیں پنجاب و پنجاب یونیورسٹی، لاہور

- ہفت روزہ سپیر ہند، امر تسر
- ماہنامہ تکمیل الحکمت، لاہور
- ماہنامہ رسالہ الجمیں قصور، قصور
- اتنا میت پنجاب لاہور
- ماہنامہ برادر ہند (ہندو باندھو)
- محبوب عالم، مشی۔ فہرست اخبارات ہند۔ ۱۹۰۳ء

